رجسٹرڈ نمبر ایل ۶۶۰

حسب الحکم آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب

اوم

آریہ مسافر

بیادگار [illegible] پنڈت لیکھرام جی آریہ مسافر

جلد ۱۲ [illegible] | ستمبر ۱۹۰۹ء | [illegible] ۶ و ۷

فہرست مضامین

آریہ پریس جالندھر شہر میں چھپکر
دفتر آریہ مسافر جالندھر شہر سے شائع ہوا

قیمت سالانہ تین روپے پیشگی طالبعلموں عیسائیوں اور مسلمانوں سے ۲ | فی پرچہ ۴

اوم

نومبر سنہ ۱۹۰۹ء

آریہ مسافر

جلد ۱۲ — نمبر ۲

مغربی مفسران وید اور آریہ سماج کا فرض

تمہید شروع شروع میں اہل یورپ سنسکرت علم ادب کے صرف اس حصہ سے واقف تھے جس میں ناٹک - پوران - رزمیہ نظمیں اور دیگر اقسام کی نئی کتابیں لکھی ہوئی ہیں - ویدوں کا اُنہوں نے صرف نام ہی سنا تھا - کیونکہ یہاں کے تنگدل پنڈت جبکہ ہندؤوں ہی کے نیچے ورن کے آدمیوں کو ویدوں کے درشن نہیں ہونے دیتے تھے تو یہ کب ممکن تھا کہ وہ ویدوں کو مفسّر ملک کے لوگوں کے ہاتھ میں دیتے - لیکن بہت دنوں تک یہ حالت نہ رہی رفتہ رفتہ مغربی سنسکرت دان علماء ویدوں کی جانب متوجہ ہوئے اور اُن پر اُنہوں نے بڑی بڑی کتابیں لکھیں بعضوں نےساین اور مہی دھر کے آدھا پر انگریزی میں ترجمہ بھی شائع کئے - لیکن ان سب میں قابل ذکر پروفیسر میکس

مولر صاحب ہیں۔ جنہوں نے سنسکرت زبان کے متعلق کوئی چالیس کتابیں لکھی ہیں۔ اور نہ صرف ساین وغیرہ کی تفسیروں کے انگریزی ترجمہ پر اکتفا کیا ہے۔ بلکہ اُنہوں نے بطور خود بھی بہت کچھ ویدوں کے مطالب پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ بااینہمہ وہ اپنے ویدک بھجن نامی کتاب کے دیباچہ میں صاف طور پہ لکھتے ہیں کہ "ہم آج کل کے سنسکرت دان تو صرف دارغ بیل لگانے کا کام کر رہے ہیں ویدوں کے اصلی مطالب جاننے والے تو کئی صدیوں کے بعد نکلیں گے"۔ یہ سچ ہے کہ پروفیسر صاحب نے اپنی متذکرہ بالا تصنیفات میں ویدوں اور سنسکرت زبان کے متعلق جو خیالات ظاہر کئے ہیں اُن سے ہم تمام و کمال متفق نہیں ہو سکتے اور کہ اُن میں بہت سی نکتہ چینیاں بھی ہیں۔ مگر ہم کو اُن سے ڈرنا نہیں چاہئے۔ بلکہ اُن پر وچار کر کے ویدوں کے اصلی مطالب پر اور روشنی ڈالنا چاہئے +

افسوس تو یہ ہے کہ ہمارے ملک میں جو انگریزی کے اعلےٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ وہ سنسکرت اور ویدوں سے ناواقف ہیں۔ اور جو اونچے درجہ کے ویدک سکالر ہیں وہ مغربی زبان نہیں جانتے۔ اس لئے اول الذکر صاحبان کو تو صرف نکتہ چینیوں سے مقابلہ رہتا ہے۔ جن کا سمادھان بوجہ ویدوں کے پنڈت نہ ہونے کے وہ نہیں کر سکتے۔ بلکہ رفتہ رفتہ خود اُن کے دل سے ویدوں کی شردھا جاتی رہتی ہے۔ اب رہے آخر الذکر پنڈت اُن کو پتہ نہیں کہ مغربی وِدوان ہم پر کیا حملے کر رہے ہیں۔ خیر اس ابتدائی بیان کو یہیں ختم کر کے اب ویدوں کے متعلق ہم مغربی سنسکرت دان علماء کی رائوں کا کچھ خلاصہ درج کرتے ہیں۔ جس سے ظاہر ہوگا۔ کہ ہم کو کہاں تک اُس پر متوجہ ہونے کی ضرورت ہے +

ویدوں کا زمانہ اور مقام ظہور

مغربی علماء باوجود اس کے کہ دُنیا میں ویدوں سے بڑھ کر کوئی پُرانی کتاب نہیں پاتے۔ پھر بھی اُن کو مسیح سے بارہ سو برس پہلے کا نہیں مانتے۔ چونکہ یہ محض اُن کا ایک بے بنیاد قیاس ہے۔ جس کی تائید میں کوئی قابل اطمینان ثبوت نہیں پیش کرتے۔ لہٰذا اس پر اس جگہ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں +

آریوں کے ابتدائی مسکن کی بابت سوامی جی نے ترمی شپت یا تبت تحقیق کیا

ہے۔ ڈاکٹر ہینڈ سٹاین صاحب ایل۔ ایل۔ ڈی سابق پرنسپل سنسکرت کالج بنارس
بھی قریباً ایسا ہی مانتے ہیں (دیکھو اُن کی کتاب موسومہ Synopsis
of science) پروفیسر میکس مولر صاحب ذرا اس سے ہٹ کر وسط ایشیا
آریوں کا اصلی وطن بتلاتے ہیں۔ جو اُن کے خیال میں اہل ہند اہل فارس اور اہل
یورپ کے مورث اعلیٰ تھے۔ ریگوزن صاحب بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ خیر یہاں
تک تو بہت زیادہ اختلاف نہیں ہے لیکن مغربی علماء کا ایک ایسا بھی گروہ ہے
جو آریوں کا اصلی وطن یا مسکن یورپ میں بتلاتا ہے۔ اُس کے دلائل مختصراً یہ ہیں
اول یہ کہ یورپ کی قدیم زبان لاتھونین اور سنسکرت میں بے حد مشابہت ہے۔
دوم یہ کہ قدیم آریوں کا سال سردیوں سے شمار ہوتا تھا۔ جیسے जीवेम शरदः शतम
اس سے ظاہر ہے کہ وہ کسی سرد خطہ کے رہنے والے تھے +
سوم یہ کہ اگر وسط ایشیا کے رہنے والے ہوتے۔ تو سنسکرت اور لاتھونین میں اونٹ
کا لفظ مشترکہ پایا جاتا۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دلائل بھی مضبوط نہیں پائے
جاتے۔ مثلاً سنسکرت اور لاتھونین کی مشابہت سے اس کے برعکس بھی نتیجہ اخذ
کیا جا سکتا ہے کہ اُس کے بولنے والے ایشیا سے جا کر یورپ میں آباد ہوئے ہونگے
علاوہ ازیں لاطینی اور سنسکرت میں بھی بہت زیادہ مشابہت ہے۔ سردیوں سے
سال گننے کی بابت یہ عرض ہے کہ اگر آریوں کو وسط ایشیا یا تبت کے رہنے والے
مانا جائے۔ تب بھی سردیوں سے سال شمار کرنا اُن کا چنداں تعجب خیز نہیں ہے
کیونکہ یہ سب مقامات منطقہ معتدلہ شمالی میں واقع ہیں۔ جہاں گرمی اور سردی
کے موسم قریباً برابر ہوا کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں سرد ملک یعنی یورپ کے رہنے والے
پرارتھنا یا دعاؤں میں کبھی سردیوں کی خواہش نہ کریں گے۔ جیسا کہ "جیویم شرده شتم"
میں پایا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اب بھی ایسے موسم کے خواہش مند پائے جاتے ہیں
جس میں سردی اعتدال پر ہو۔ لہٰذا اس دلیل سے آریوں کے مسکن کا یورپ میں
ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے برعکس نتیجہ نکلتا ہے۔ اونٹ کے لفظ کے یکساں
نہ ہونے کی بھی دلیل معقول نہیں ہے۔ بہت سے ہم مخرج زبانوں کے الفاظ زمان
مکان کی تبدیلیوں اور پولیٹکل انقلابات سے بدل جاتے ہیں۔ پس اس قیاس کا

کوئی ثبوت نہیں ہے کہ آریہ لوگ یورپ سے آئے۔ بلکہ سوامی دیانند کی تحقیق صحیح معلوم ہوتی ہے +

آریوں کے ابتدائی نقل وحرکت کی بابت یورپین علماء مثلاً پروفیسر میکس مولر وغیرہ کا خیال ہے کہ آریہ لوگ وسط ایشیا سے اُٹھ کر اولاً فارس یا ایران میں آباد ہوئے پھر وہاں سے چلکر دریائے سندھ کو عبور کر کے اُس کے معاونوں پر آباد ہوگئے۔ اُس زمانہ میں ایک ندی کا نام سرسوتی تھا جو سندھ میں ہوکر سمندر میں گرتی تھی۔ یہ ندی اب کہاں ہے؟ اسے یہ لوگ آجکل کے پٹیالہ کی گھگھر ندی بتلاتے ہیں۔ اس قیاس کی کوئی اصلیت نہیں معلوم ہوتی۔ اس لئے کہ اولاً تو ویدوں میں کسی خاص دریا وغیرہ کا نام نہیں ہے۔ جیسا کہ آگے مفصل بیان کیا جاویگا دوسرے یہ ندی سمندر میں نہیں گرتی بلکہ حصار کے قریب جاکر کہیں ریت میں غائب ہوجاتی ہے اور صرف موسم برسات میں طغیانی پر آتی ہے۔ حالانکہ ویدمیں اسے خود بخود ہمیشہ چلنے والی بتلایا گیا ہے۔ اور پرارتھنا کی گئی ہے کہ ہمیشہ چلتی رہے۔ لہٰذا یہ خیال کہ آریہ لوگ ایران سے یہاں آئے کسی طرح پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ پھر یہ سرسوتی کیا ہے اور کہاں ہے؟ اس کا جواب آپ کو آگے ویدوں میں ندیوں کے بیان میں ملے گا +

ویدک زمانہ میں آریوں کا تمدّن اور اُس کی مجلسی حالت

یورپین علماء کا خیال ہے کہ ویدک زمانہ میں آریہ لوگ زیادہ تر گلہ بانی کیا کرتے تھے کیونکہ اُن کے بھجنوں میں مویشیوں کے لئے اکثر پرارتھنا و شکریہ وغیرہ موجود ہے نیز لڑکی کو دُہتری کہا کرتے تھے۔ جس کے معنی دُودھ دوہنے والے ہیں۔ برہمنوں کے لفظ "گوتر" سے بھی یہی بات پائی جاتی ہے کہ اُن کے بزرگ گلہ بان تھے۔ تاہم وہ محض خانہ بدوش نہیں تھے۔ اُن کے گاؤں قصبے وغیرہ آباد تھے اور ہر قسم کے سامان خانہ داری اور آلات کشاورزی وغیرہ اُن کے یہاں موجود تھے۔ وہ کپڑا

بنانا جانتے تھے - لوہا اور دیگر اقسام کے دھاتوں کے استعمال سے واقف تھے جس سے وہ مختلف قسم کے ہتھیار اور برتن وغیرہ بنا سکتے تھے - وہ جواہرات کو بھی استعمال میں لاتے تھے اور اُن میں ٹھٹھیار بڑھئی وغیرہ ہر قسم کے پیشہ ور موجود تھے - وہ جہاز وغیرہ بنا کر اُن کے ذریعہ سے بحری سفر بھی کرتے تھے - ایک مرد کے ایک ہی بیوی ہوا کرتی تھی وغیرہ وغیرہ +

سوسائٹی کے مدارج کے متعلق پروفیسر میکس مولر صاحب اپنی کتاب "چپس فرام اے جرمن ورکشاپ" جلد دوم میں لکھتے ہیں کہ رگوید میں صرف چار ورنوں کا بیان ہے - آج کل کی طرح پیچیدہ ذات پات کے جھگڑوں کا کہیں ذکر تک نہیں ہے اور نہ مختلف جماعتوں میں باہمی خورد و نوش یا شادی بیاہ کی کہیں ممانعت ہے خیر یہاں تک تو کوئی بات نہیں لیکن یورپین علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ پرانے آریہ یگوں میں جانوروں کی قربانی کیا کرتے تھے - اور اُن کا گوشت کھایا کرتے تھے حالانکہ شت پتھ براہمن میں یگیہ کے جو معنی دیئے ہوئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں :- ورات (۱) (محیط کل ایشور) - کرم (۲) (عمل) - واک (۳) (زبان یا کلام) - ان (۴) (اناج) وشنو (۵) (سرب ویاپک پرمیشور) - تری وِدیا (چاروں وید) - تیجس (بیٹھ کی ہڈی) سموت سر (سال) - پرش (جیو یا ایشور) - وشو (عالم) - کھم (۱۱) (اناج یا جگہ) - وات (۱۲) (ہوا) - آپ (۱۳) (پانی) - آہوتی (۱۴) (ہون کا سامان) - مہما (۱۵) (عظمت) - اجیہ (۱۶) (گھی) - مکھ (۱۷) (ہون) سوم (۱۸) (ایک رس دار بیل) +

اب بتلایئے کہاں تک اسمیں قربانی ہے اور کہاں گوشت خوری - وہ منتر جس سے یہ لوگ یگیہ میں جانوروں کی قربانی اور قدیم آریوں میں گوشت خوری کا استدلال کرتے ہیں بطور نمونہ کے حسب ذیل ہیں :-

अस्माद इदु प्रभरा सूतु जानी वृगाय बज्रमीशाना किये थ्याः। गोनि पवि विरदा तिर श्च्यन्तरागी स्यायां-चरध्यै ॥ ऋ० १।६१।१२।

اس منتر کا اندر دیوتا ہے - اس کا لفظی ترجمہ حسب ذیل ہے :-

اے سبھادھیکش منتر دگنوں کا دھارن کرنیوالا صاحب ثروت - جلدی

کرنیوالے آپ جیسے سورج - جل کے تعلق سے جل کے پرواہوں کو بہانے کیلئے بادل کے واسطے برتتا ہے - ویسے اُس دشمن کے واسطے ہتھیار کو اچھی طرح سے دھارن کر ٹیڑھی چال والے ہتھیار سے زبان یا کلام کے حصہ کی مانند اُس (دشمن) کے حصہ کو جُدا کرنے کی خواہش کرتا ہوا ایسے ہی مختلف طور سے ناش کیجئے"

اس منتر کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح مُنہ کے اندر تالو میں مختلف مقامات پر زبان لگانے سے کلام یا آواز چھن بھن ہو جاتی ہے اور اُس سے مختلف آوازیں پیدا ہوتی ہیں - اسی طرح سپہ سالار کو چاہیئے کہ سامان جنگ اسلحہ وغیرہ مہیا کر کے دشمنوں کے دل کو چھن بھن یا منتشر کر دے +

اس منتر میں لفظ गो گورن کے معنی مغربی علماء گو یا گائے کے کرتے ہیں - یہ لوگ اس اصول کو کہ سارے ویدک الفاظ یوگک یعنی مشتق ہیں مطلق مدِ نظر نہیں رکھتے یہی سبب ہے کہ ان کے ترجموں سے قدم قدم پر غلط فہمی پیدا ہوتی ہے - سوامی جی نے اُنادی کوش میں لفظ گئو کی صاف طور پر تشریح کر دی ہے کہ چونکہ یہ لفظ गम् مصدر سے نکلا ہے - جس کے معنی چلنے کے ہیں - لہذا تمام چلنے والی اشیا پر یہ لفظ صادق آتا ہے - مثلاً حواس - سورج کی کرنیں - چاند - زمین اور زبان یا بانی وغیرہ نیز امر کوش میں بھی گئو کے معنی یہ ہی لکھے ہوئے ہیں پس اس منتر میں گورن کے معنی زبان ہی کے زیادہ موزوں معلوم ہوتے ہیں - نہ کہ گائے کے - دوسرا منتر یہ ہے :-

यस्मिन्नश्वास ऋषभास उक्षणो वशा मेषा अवसृष्टा-
स आहुता। कीलालपे सोमपृष्ठाय वेधसे हृदा मतिं
जनये चारुमग्नये॥ ऋ० १०।९१।१४॥

اس منتر کا خلاصہ جو بحث سے متعلق ہے وہ صرف اسقدر ہے کہ "میں پرمیشور کو اپنی ساری مویشیاں آرپن یا نذر کرتا ہوں" +

اسمیں لفظ آہوتا سے یہ لوگ یہ مطلب نکالتے ہیں کہ اس سے یگیہ میں مویشیوں کو مار کر آہوتی دینا مراد ہے - حالانکہ آہوتی کے معنی "پیش کرنا" یا "کسی کی نذر کرنا" بھی ہیں - دیکھو شیورام آپٹے ایم - اے کی سنسکرت انگریزی ڈکشنری - علاوہ

اُن میں ہون کے لئے ہمیشہ سے سوگندھت اور پشٹی کارک پدارتھوں کی آہوتی کی ہدایت ہے۔ لہذا یہ کیونکر ممکن ہے کہ گوشت کو آگ میں جلانے کی اجازت ہو جس سے سراسر ہوا متعفن اور بدبودار ہو جاتی ہے پس اس منتر کا صاف اور صحیح منشا یہی معلوم ہوتا ہے کہ انسان اپنی ساری جائداد کو ایشور کی نذر کر دے۔ کیا معنی کہ اپنی سب چیزوں کو اسی کا سمجھے اور ہمیشہ اسی کا مطیع اور فرمانبردار رہے۔ بیشک وام مارگیوں میں اس قسم کی گندی قربانیاں رائج تھیں لیکن ان کا زمانہ ویدک زمانہ سے بہت پیچھے ہوا ہے اور کیا عجب ہے کہ غیر اقوام سے ایسے رسوم انہوں نے سیکھے ہوں۔ کیونکہ یونان اور روما کے قدیم قوموں میں اس قسم کی قربانیاں رائج تھیں۔ چنانچہ بائیبل میں بھی ابراہام کی سوختنی قربانیوں کا تذکرہ ہے۔ یہی توجہ ہے کہ مغربی علما پراچین آریوں کے ذمہ (جن کا اہنسا پرم دھرم تھا) ایسی باتوں کو مڑھنا چاہتے ہیں +

مُردوں کا دُور کرنا

یہ امر قابل غور ہے کہ زمانہ سالف میں اہل روما بھی ہمیشہ اپنے مُردوں کو جلایا کرتے تھے۔ دفن کرنے کی رسم اُس وقت سے اُن میں رائج ہوئی۔ جب سے کہ وہ عیسائی ہوئے +

اُصول حفظان صحت کو مدِنظر رکھ کر جہاں تک غور کیا گیا ہے۔ مُردوں کے دُور کرنے کا بہترین طریقہ یہی معلوم ہوا ہے کہ آبادی سے دُور خوشبودار اشیاء کے ساتھ اُنہیں اس طرح سے خوب جلا کر خاکستر کر دیا جائے کہ کوئی حصہ باقی نہ رہے آریوں میں یہی طریقہ ہمیشہ سے چلا آیا ہے۔ چنانچہ مارشمن صاحب اپنے مذاہب ہند میں لکھتے ہیں کہ "آریوں میں مُردوں کا جلانا بتا رہا ہے کہ وہ تہذیب کے کس اعلٰے بلندی پر پہنچے ہوئے تھے"۔ پھر وہی صاحب لکھتے ہیں کہ "یہ رسم اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ وہ بھوت پریت وغیرہ کے قائل نہ تھے" وغیرہ وغیرہ +

لیکن دوسری طرف بعض مغربی علماء ایسے بھی ہیں۔ جن کی رائے ہے کہ ویدک زمانہ میں آریہ لوگ مُردوں کو دفنایا کرتے تھے۔ جلانے کی رسم بعد میں پیدا

ہوئی - چنانچہ پروفیسر میکڈانل صاحب فرماتے ہیں کہ دونوں قسم کے طریقے رائج تھے - رگوید کے ساتویں منڈل میں ایک بھجن کا تصنیف کرنیوالا ورن کو مخاطب ہوکر موت کے تعلق میں مٹی کے گھر کا ذکر کرتا ہے الخ" (دیکھو صاحب موصوف کی کتاب تاریخ سنسکرت علم ادب صفحہ ۱۲۵)

پروفیسر صاحب نے کسی منتر کا پورا پتہ نہیں دیا کہ اُن کی "مٹی کے گھر" کے لفظ کی اصلیت ظاہر کی جاتی - برخلاف اس کے ویدوں میں ایسے بہت سے منتر ہیں جو اس بے بنیاد قیاس کی علانیہ تردید کرتے ہیں اور جن سے مُردوں کا جلانا ہی پایا جاتا ہے - مثلاً یجروید کے چالیسویں ادھیائے کے پندرھویں منتر میں . . . .

भस्मान्त ं शरीरम् آیا ہے جس کا صاف مطلب ہے کہ مرنے کے بعد شریر بھسم ہو جاتا ہے - ایسا ہی رگوید کے دسویں منڈل سے بھی پایا جاتا ہے جس میں ایک منتر اس مضمون کا موجود ہے کہ ہر عضو اپنے تتو کو چلا جاوے (مفصل دیکھو سنسکار ودھی انتیشٹی سنسکار) اور بجز جلانے کے اور کسی طرح ممکن نہیں ہے پروفیسر میکڈانل صاحب اتنا ہی نہیں بلکہ رگ اور اتھروید کے ہر ایک منتر کا حوالہ دیکر یہ بھی فرماتے ہیں کہ مردہ جلانے سے پہلے ایک بکری کی قربانی کی جاتی تھی یہ لوگ جن منتروں سے ایسا استدلال کرتے ہیں - اُن میں سے اتھروید کا ایک منتر یہ ہے

अजो भागस्तपसा तं तपस्व तं ते शोचिस्तपतु तं ते अर्चिः (?) ... [Devanagari partly illegible as printed: "बी नी तमांसी वहुधा महान्तयजो नाकमा"]

क्रमतां तृतीयम् ॥

اس منتر میں لفظ اج سے یہ لوگ بکرا مراد لیتے ہیں - حالانکہ یہاں پر ایسا معنی کرنا سخت غلطی کیونکہ अज کے مختلف معنی ہیں

न जायते इति अजः

یعنی جو چیز پیدا نہیں ہوتی اور ازل سے برابر اسکا وجود چلا آرہا ہے اُسے آج (अज) یا غیر پیدا شدہ کہتے ہیں - پس جیواتما اور پرماتما دونوں کا نام अजा ہے مہابھارت میں کرشن جی کیطرف سے ایک شلوک ہے کہ

नहि जातो न जातोऽहं न जनिष्ये कदाचन

क्षेत्रज्ञः सर्वभूतानां तस्मादहं अजः स्मृतः ॥

یعنی چونکہ میں کسی سے پیدا نہیں ہوا نہ ہوتا ہوں۔ نہ ہونگا۔ اور تمام چیزوں
جاننے والا ہوں اس لئے مجھے اج کہتے ہیں۔

پس اتھروید کے منتر مندرجہ بالا میں جو لفظ اج آیا ہے اس سے
مراد جیوآتما سے ہے اور اس لئے منتر کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ
وہ جیو آتما تاریکی یعنی جہالت کو پار کرکے زیادہ لوک میں داخل ہوتا ہے"
نہ اس میں کہیں بکرے کا ذکر ہے اور نہ اس کی قربانی کا جیسا کہ دانستہ یا نا
دانستہ غلط فہمی سے یورپین علماء سمجھتے ہیں۔

ویدمیں آواگون یا تناسخ کا تذکرہ

بعض یورپین علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ ویدوں میں تناسخ کا متعلق ذکر نہیں
ہے۔ بلکہ بعد کو بودھوں سے یہ عقیدہ برہمنوں میں آیا ہے چنانچہ پروفیسر
میکس مولر صاحب کی یہی رائے ہے۔ میکڈانل صاحب یہ فرماتے ہیں
کہ بودھ سے پہلے اپنشدوں میں یہ مسئلہ موجود تھا اور ممکن ہے کہ ویدوں
میں بھی بطور تخم کے موجود ہو لیکن علانیہ طور پر کہیں نہیں ہے" وغیرہ وغیرہ
تعجب ہے کہ ایک حقیقت متعارفہ کے خلاف یہ لوگ کیونکر ایسا کہتے ہیں جبکہ
قریب قریب ہر ایک وید میں نہایت صاف طور پر آواگون کے منتر موجود
ہیں مثلاً:-

(۱) رگوید کے پہلے منڈل کے ۲۴ ویں سوکت میں ہے کہ "پرمیشور بار بار
اس دنیا میں جنم دیتا اور ماں باپ کے درشن کراتا ہے"

(۲) اسی وید کے دسویں منڈل کے ۵۹ ویں سوکت میں ہے کہ "اے
پرمیشور ہم اگلے جنم میں ہمیشہ سکھ پاویں اور آنکھ وغیرہ عمدہ عمدہ حواس عطا ہوں"

(۳) اس منڈل میں اس کے آگے ایک اور منتر ہے کہ اگلے جنم میں ساری
چیزیں ہمیں سکھ دینیوالی ہوں"

(۴) یجروید کے چوتھے ادھیائے کے پندرہویں منتر میں ہے کہ "ہم اگلے
جنم میں تمام نیک اوصاف اور علم وغیرہ سے آراستہ ہوں"

(۵) اتھروید کے پہلے انواک کے پہلے وارگ کے دوسرے منتر میں لکھا ہے کہ جیو پہلے جنم میں جیسا کرم کرتا ہے اس کے مطابق اچھا برا شریر دھارن کرتا ہے اب بتلایئے اس سے زیادہ اور کیا ویدوں میں تناسخ کے ظاہر کرنیوالے حوالہ جات ہونگے

اسی طرح اسی مضمون کے اور بھی بہت سے منتر ویدوں میں ملتے ہیں لیکن بخوف طوالت اتنے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

ویدوں میں ندیوں کے نام

یوروپ کے ودوان یہ بھی کوشش کرتے ہیں کہ ویدوں میں بھارت ورش کے موجودہ دریاؤں کے نام دکھائے جاویں جس سے یہ ثابت کیا جاوے کہ پراچین آریہ آجکل کے پورانکوں کیطرح دریا پرست تھے اور یہ کہ وید ایک دیسی یا مختص المقام کتابیں ہیں چنانچہ پروفیسر میکس مولر صاحب رگ وید منڈل ۱۰ سوکت ۷۵ کے پانچویں منتر میں دریائے گنگا یمنا۔ سرستی۔ ستلج۔ راوی۔ چناب۔ جہلم۔ ویاس اور سندھ کا ذکر بتلاتے ہیں واضح ہوکہ اس منتر میں اول الذکر تین الفاظ تو بے شک موجود ہیں باقی الفاظ شتدری۔ پرشنی۔ اشکنی۔ وتستا۔ ارجکیا اور سشوما ہیں جو پروفیسر صاحب کے خیال میں بالترتیب قدیم نام پنجاب کے ملن مشہور دریاؤں کے ہیں جو اوپر درج ہیں اسی منڈل اور اسی سوکت کے چھٹے میں منتر میں رسا۔ کبھا۔ گومتی اور کرمو وغیرہ الفاظ آئے ہیں۔ پروفیسر صاحب کبھا سے مراد دریائے کابل بتلاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ دریائے سندھ کے ان معاونوں کا جو اس میں کبھا یا دریائے کابل سے اوپر ملتے ہیں ہم تحقیق طور پر پتہ نہیں لگا سکتے کیونکہ ان شمالی ممالک میں سیاح شکایت کرتے ہیں کہ اس دریا کے نام لگاتار تبدیل ہوتے رہے۔ لہذا ہم مشکل سے امید کر سکتے ہیں کہ تین یا چار ہزار سال کے وقفہ کے بعد ویدک ناموں کا اس ملک میں ٹھیک پتہ لگا سکیں۔ مطلوب دریا شائد وہی ہوں جنکو آجکل سیولوک۔ لداک۔ اباسین اور بیرند لوتے ہیں۔

لیکن چار دریاؤں میں برت ویدمیں صرف ایک فرضی نام کی حیثیت میں معلوم ہوتا ہے۔ گومتی سے دریائے گومل اور کرمو سے قرم مراد ہے" الخ[1]
اسی سوکت کے پہلے منتر کے ترجمہ میں پروفیسر صاحب فرماتے ہیں کہ سات سات کر کے وہ ندیاں تین راستوں سے آئی ہیں" الخ
ان بیانات میں یہ باتیں قابل غور ہیں کہ پہلے منتر میں سرستی کا لفظ آیا ہے پس اگر ان الفاظ سے مراد پنجاب یا شمالی ہند کے موجودہ دریا ہوتے تو یہ بتلانا چاہیے تھا کہ سرستی کونسا دریا ہے یہ ہم پیچھے دکھا آئے ہیں کہ وید میں جو اوصاف اس کے بتلائے گئے ہیں وہ پنجاب کے گھگر ندی پر صادق نہیں آتے۔ لہٰذا اب اسکا پتہ بتلانا مغربی علما کے ذمہ ہے۔
اسی طرح دوسرے منتر میں رسا کا نام ہے جسکو پروفیسر صاحب ایک فرضی نام خیال کرتے ہیں گویا وید بھی خالق باری کی طرح کی کوئی کتاب ہے جس میں بیت کچھ بے سروپا الفاظ درج ہیں۔
تیسرے منتر سے حسب ترجمہ پروفیسر صاحب کے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سات سات دریا تین بڑے سلسلوں میں بہتے ہیں اس میں یہ امر دریافت طلب ہے کہ وہ کہاں ہیں؟
زمین پر یا آسمان پر یا پروفیسر صاحب کی خیالی دنیا میں۔ کیونکہ اگر ان سے سندھ گنگا اور برہم پتر کے سلسلے سمجھے جاویں تو اول تو گنگا کے معاون سات سے زیادہ ہیں اور برہم پتر کے سات سے کم۔ دوسرے مغربی علما صاحب یہ کہتے ہیں کہ رگوید کے زمانہ میں آریہ لوگ گنگا کی وادی سے آگے نہیں بڑھے تھے تو اس میں برہم پتر کا اشارہ کیونکر آیا۔
قصہ مختصر یہ الجھن اور پیچیدگیاں ہیں جو مغربی علما کے اس قیاس پر کہ وید میں موجودہ دریاؤں کے نام ہیں پیدا ہوتی ہیں اور ان سب دقتوں کا اصلی سبب یہ ہے کہ لوگ ویدوں کے الفاظ کو روڑھی یا جامد سمجھ کر اراتھ کرتے

[1] دیکھو انکی کتاب I. dia what can teach us

ہیں اگر ان کے معنی لوگ نہ یا مشتق سمجھ کر لئے جائیں جیسا کہ درحقیقت وہ ہیں تو بہت کچھ مشکلات رفع ہو جاتی ہیں مثلاً نرکت کا مصنف بتلاتا ہے کہ گنگا۔ گم مصدر سے مشتق ہوا ہے جسکے معنی جانے کے ہیں پس جو ندی بلحاظ چال یا بہاؤ کے ممیز (Distinguish) ہو یعنی اسکا بہاؤ بہت لمبا ہو وہ ہم گنگا نام دے سکتے ہیں۔ اسیطرح یمنا کے یعنی ملکر چلنے والی۔ سرسوتی کے معنی آگم جل والی کے۔ شتدری کے معنی جلد ہی چلنے والی یعنی گھبرائی ہوئی۔ پرشنی کے معنی پیچیدہ اور ترچھی چلنے والی۔ ارجکیا یعنی سپید ہی رنگ والی وغیرہ وغیرہ ہیں
(مفصل دیکھو نرکت)

پس ان ندیوں میں جس قسم کے اوصاف دیکھے گئے ویسا ہی ان کے نام رکھدیئے گئے ہیں اس لیے ہرگز یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہ ہو گا کہ ان دریاؤں کے وجود مقدم ہیں اور ویدوں کی صفاتی الفاظ موخر فرض کرو کہ ویدمیں لکھا ہے کہ سبھاپتی یا میر مجلس میں یہ یہ اوصاف ہوتے ہیں۔ اب اگر ہم کسی انسان میں انھیں صفات کو کسی حد تک پاکر اس کو سبھاپتی کے نام سے پکاریں تو کبھی اسکا مطلب یہ نہ ہو گا کہ وید میں اس ذات خاص کا تذکرہ یا نام موجود ہے جسکو اب ہم اس کے صفات کو دیکھکر سبھاپتی کہنے لگے ہیں ٹھیک اسیطرح دریاؤں کے متعلق بھی سمجھنا چاہیئے۔ علاوہ ازیں لوگوں کے بخوبی ذہن نشین ہونے کے لئے ویدوں میں کہیں کہیں بزریک النکار یا استعارہ کے پیرایہ میں جسم کی نس ناڑیاں وغیرہ بھی ان ناموں سے بیان کی گئی ہیں کیونکہ ندیوں کیطرح ان میں بھی ہر وقت خون بہتا رہتا ہے اور جس طرح مختلف قسم کے چھوٹے چھوٹے دریا بڑے کسی بڑے دریا میں جا ملتے ہیں بجنسہ جیسا کہی نظام اور ترتیب ان رگوں کا جسم کے اندر ہے۔ پس ویدوں

---

[۱] بالمیکی رامائن میں ہے کہ راجہ بھاگیرتھ گنگا کو نہر کاٹ کر ہمالہ سے لایا اور یہ ظاہر ہے کہ بھاگیرتھ کا زمانہ ویدوں سے کہیں پیچھے ہوا ہے۔ [۲] نیز سرسوتی کے معنی خود بخود چلنے والے کی بھی ہیں جس سے مراد ناطقہ یا کلام ہے۔

ہیں ان دریاوں کے نام نہیں ہیں بلکہ ان کی قسمیں گنائی گئی ہیں جنکے مطابق ان کے نام رکھے گئے ہیں مفصل دیکھو رگویدی بھاشیہ بھومکا مستفدا و غیر مستند کتابوں کا بیان اور رسالہ ویدک پرکاش جلد دوم اب رہی صرف یہ بات کہ ان منتروں میں دریاوں کو خطاب کرکے کیوں بیان کیا گیا ہے۔ اسکا جواب نرکت کار نے یہ دیا ہے کہ ویدوں میں تین طرح سے منتر آئے ہیں۔ پروکشکرتا - پرتیکشکرتا اور ادھیاتمکا یعنی بعض منتروں کے مضمون غائب اشیا سے متعلق ہیں بعض ان چیزوں سے جو سامنے موجود ہیں اور بعض روحانیت سے تعلق رکھتے ہیں پس ویدوں کا طرز بیان یہ ہے کہ قسم دوم اور سوم میں ضمیر مخاطب استعمال کیجاتی ہے۔

ویدوں میں قصہ کہانی

کسی کتاب میں قصہ کہانی کا ہونا خواہ وہ اصلی ہوں یا فرضی یہ بات ثابت کرتا ہے کہ ان کہانیوں کے وجود کے بعد وہ کتاب تیار ہوئی ہے ویدوں میں دراصل کوئی قصہ کہانی نہیں ہو سکتی کیونکہ ان کا ابتدائے سرشٹی میں ظہور ہوا ہے لیکن سائن آچاریہ اور اس کے مقلد مغربی سنسکرت دان بہت سی پورانک کتھاوں کا وجود وید میں مانتے ہیں کیونکہ وہ ویدک الفاظ کے معنی کرتے وقت اس اصول کو بالکل نظرانداز کر دیتے ہیں کہ وہ مشتق ہیں نہ کہ جامد۔ مثال کے لئے ایتریہ براہمن میں ایک کتھا آئی ہے کہ ہریشچندر ایک راجہ تھا اس نے یہ عہد کیا تھا کہ اگر میرے ہاں بچے پیدا ہوا تو پہلا بچہ ورن دیوتا کی نذر کروں گا۔ چنانچہ بچہ پیدا ہوا جسکا نام روہت رکھا گیا۔ ورن نے ہریشچندر کو اپنا وعدہ ایفا کرنے کے لئے مجبور کرنا شروع کیا لیکن مختلف بہانے بنا کر راجہ ٹالتا رہا آخر جب روہت بڑا ہوا اور اس معاملہ سے واقف ہوا تو وہ گھر سے بھاگ گیا۔ اسوقت ورن نے جلودر کی بیماری سے ہریشچندر کو تنگ کرنا شروع کیا تب روہت نے ایک شخص مسمی سونہ شیپ

کو جس کے ماں باپ غریب تھے خرید لیا اور خلاصہ یہ کہ ستون میں باندھ
کر ان کے قتل کرنے کے لیے چھری تیز ہونے لگی تو گرفتھ صاحب
یہ فرماتے ہیں کہ اُس शुनःशेपो ह्यह्व والا منتر جو رگوید کے
پہلے منڈل کے چوبیسویں سوکت میں ہے جس کا ترجمہ صاحب موصوف
یہ فرماتے ہیں کہ تین ستونوں کے ساتھ بندھے ہوئے مقید شنا شیپ
نے اس طرح دعا کی کہ عقلمند ورن راجا ان پھندوں کو ڈھیلا کر دے"
چنانچہ ورن نے خوش ہو کر اسے رہا کر دیا

اس پر میکس مولر صاحب فرماتے ہیں کہ برہمن انسانی قربانیوں کے
خیال سے واقف تھے اور اس مطلب کے لیے وہ لوگ جن کا برہمن
جاتی سے تعلق ہونے کا گمان ہوتا تھا اپنے لڑکوں کو بیچنے کے لیے آمادہ
ہو جایا کرتے تھے"

چونکہ صاحب موصوف کا خیال ہے کہ اتھروید سب سے بعد کی تصنیف ہے
جس کے پروہتوں کو برہمن کہتے تھے۔ پس جب ان لوگوں نے اپنی روزی
کمانے کے لیے اس وید کو تکمیل تک پہونچا دیا تو دیگر تینوں ویدوں کے
پروہت ان کو حسد کی نظر سے دیکھنے لگے۔ پس اس حسد کا اشارہ اس منتر
میں ہے۔ لیکن جب اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ ہرگاہ برہمن اتھروید کے محافظ
تھے اور وہ دیگر تینوں ویدوں سے بعد کی تصنیف ہے تو رگوید کے دسویں
منڈل میں پرش سوکت میں برہمن کا لفظ کیوں آیا؟ اس پر پروفیسر صاحب
یہ قیاس دوڑاتے ہیں کہ رگوید کا پہلا اور دسواں منڈل اس کے باقی
حصہ سے بعد کی تصنیف ہے۔ سبحان اللہ کیا اچھا قیاس ہے جس کے
لیے نہ کوئی دلیل ہے نہ ثبوت۔

[illegible] ورن کے معنی سریشٹھ یا اُتم کے ہیں چنانچہ ہم لوگ اپنی چٹھیوں
میں محترم و بہادر پنڈت وغیرہ القاب انہیں معنوں میں لکھا
کرتے ہیں۔ پس ورن جو اس ورن سے نکلا ہوا ہے پرماتما کا نام ہے جو
سب سے سریشٹھ ہے جیسا کہ رگ وید کے پانچویں منڈل کے تیسرے

شوکت میں

त्वमग्ने वरुणो जायसे

آیا ہے پس ورن نام پرماتما کا ہے اسی طرح شونہ شیپ جیو آتما کا صفاتی[1] نام ہے۔ پس منتر کا اصلی مطلب یہ ہے کہ جس وقت جیو آتما پاپوں کے پھندے میں پھنس جاتا ہے اس وقت وہ پرماتما سے اس طرح پرارتھنا کرتا ہے یا اسکو اس طرح پرارتھنا کرنا چاہیئے کہ آپ سرشٹھ ہونے سے ورن ہیں مجھے اس پھندے سے چھڑائیے[2] وغیرہ۔"

اسی طرح اور بہت سے منتر ہیں مفصل دیکھو رگوید آدی بھاشیہ بھومکا

ویدک توحید

پروفیسر میکس مولر صاحب کی رائے ہے کہ اگرچہ ویدوں میں کچھ ایسے بھی منتر ہیں جنمیں خدا کی یکتائی زوردار الفاظ میں بیان کی گئی ہے مثلاً رگوید منڈل ۱ سوکت ۱۶۴ منتر ۴۶ وغیرہ۔ لیکن اس کے پہلو بہ پہلو بہت سے ایسے بھی منتر موجود ہیں جن میں متعدد دیوی دیوتاؤں کی تعریف وغیرہ موجود ہے۔ پس ویدوں کا مذہب خالص خدا پرستی نہیں بلکہ ایک خدا کی دوسرے خدا کے بعد پرستش ہے وغیرہ وغیرہ"

بس یہ ہے میکس ملر صاحب یا دوسرے لفظوں میں مغرب کے سارے سنسکرت دان علماء کی رائے کا خلاصہ۔ ویدک دیوتاؤں کی بابت علیحدہ عنوان کے تحت میں لکھا جائیگا یہاں صرف چند ایسے منتروں کا خلاصہ مطلب درج کیا جاتا ہے جس سے ظاہر ہوگا کہ ویدوں سے بڑھ کر توحید دنیا کی کسی مذہبی کتاب میں موجود نہیں ہے۔

---

[1] اگر شونہ شیپ کے اصلی معنی پر مفصل بحث دیکھنا ہو تو دیکھو پنڈت شیو شنکر کا

[2] اس پرارتھنا کا یہ مطلب سمجھنا چاہیئے کہ پاپ کا پھل نہ ملیگا بلکہ غرض یہ ہے کہ پاپ کی خواہشیں یا عادت یا بار بار کی حضوری اور پرارتھنا سے چھوٹ جائے۔

(۱) یجر وید کے ۳۲ ویں ادھیائے کے پہلے منتر میں بتلایا گیا ہے کہ اگنی آدتیہ۔ وایو۔ چندرما۔ شکر۔ برہم۔ اپ اور پرجاپتی سب اسی پرمیشور کے صفاتی نام ہیں۔

(۲) ایسا ہی رگوید منڈل ۱ سوکت ۱۶۴ میں ہے کہ ودوان لوگ اسی ایک پرماتما کو۔ اندر۔ متر۔ ورن۔ اگنی وغیرہ وغیرہ مختلف ناموں سے پکارتے ہیں"

(۳) یجر وید کے چالیسویں ادھیائے کے چوتھے منتر میں ہے" پرمیشور غیر متحرک۔ واحد اور من سے بھی باریک ہے۔ حواس خمسہ اُسے محسوس نہیں کر سکتے۔ گو کہ وہ ان میں وہ پہلے ہی سے موجود ہے۔ اپنے اپنے کاموں میں دوڑنے والے حواسوں کو غیر متحرک برہم نامعلوم رہتا ہے اسی میں روح اعمال کو دھارن کرتی ہے جیسے ہوا بادل میں پانی کے رہتی ہے

(۴) اسی وید کے اس ادھیائے میں آٹھواں منتر ہے" وہ پرمیشور ہمہ جا محیط قادر مطلق۔ غیر مجسم۔ بسیط۔ نس ناڑی وغیرہ کی قید سے مبّرا۔ پاک۔ پاپ سے دور ہمہ دان۔ سب کے دلوں کا جاننے والا۔ گنہگاروں کو سزا دینے والا اور واجب الوجود ہے۔ اسی نے روحوں کے لئے مناسب طور سے سب چیزوں کو بنایا"

(۵) اور لیجئے اتھرو وید کانڈ ۱۳ انوواک ۴ کے منتر ۱۶ لغایت ۱۸ میں ہے "اس ایک پرمیشور کے سوا کوئی دوسرا۔ تیسرا۔ چوتھا۔ پانچواں۔ چھٹا۔ ساتواں آٹھواں۔ نواں یا دسواں ایشور نہیں ہے۔"

بھلا بتلائیے اس سے بڑھ کر شرک کی بیخ کنی اور توحید کی زور دہی کیا ہو سکتی ہے۔ افسوس ہے کہ بعض ہمہ غربی علما کی دلیری سے وید میں خالص توحید نہیں مانتے

ویدوں کے رشی

مسٹر میور صاحب [illegible] اور [illegible] یعنی نئے اور پرانے الفاظ چند منتروں

میں ولیمکر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ویدوں کے منتر ان رشیوں کے وقتاً فوقتاً
کی تصنیفات ہیں جنکے نام ان کے اوپر دیئے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک
رگوید منڈل ۵ سوکت اکا رہواں منتر نقل کرتے ہیں جو حسب ذیل ہے:-

सनः स्ववानः आभर गायत्रेण नवीयसा रयि वीर
वतीम इषम

اسکا ترجمہ صاحب موصوف یہہ لکھتے ہیں کہ "ہمارے سب کے نئے بھجن سے
پرجلال کیا ہوا تو ہمیں دولت خوراک اور اولاد مہیا کر۔ اس منتر میں کے
معنی نئے کیا گیا ہے لیکن دراصل یہ صحیح نہیں ہے
دہاتو سے مشتق ہوا ہے۔ جس کے معنی قابل تعریف کے ہیں۔ چنانچہ اسی
لحاظ سے نئی چیزوں کو بھی اسی لئے عموماً کہتے ہیں کہ وہ بمقابلہ پرانی
چیزوں کے عمدہ اور قابل تعریف ہوا کرتی ہیں۔ गायत्रेण नवीयसा
پس اس منتر میں قابل تعریف گائتری یا منتر سے
مراد ہے نہ کہ نئے بھجن سے جیساکہ میور صاحب نے سمجھا ہے اسی طرح جن
منتروں میں کا شبد آیا ہے اس سے مطلب پرانے منتروں سے
نہیں ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ پرماتما جسطرح پہلے سے ہوتا آیا ہے اُن
منتروں سے ہم آواہن کرتے ہیں وغیرہ"
منتروں کی رشیوں کی بابت یاسکاچاریہ نے نرکت کے پہلے ادھیائے کے
پہلے پاد کے تیسرے کھنڈ کے خاتمہ پر صاف طور سے بتلا دیا ہے کہ

ऋषीणां मंत्र कृष्णयो [illegible]

یعنی جس جس رشی کا دیہ منتر کے اوپر نام لکھا ہے ازاں اس منتر کے [illegible]
کا پہلا امن کرنیوالا سمجھو۔ اگر اسپر مشکل بحث دیکھنا ہو تو سوامی جی مہاراج کی بھاشیہ
بھومکا - نیز شرح امید مصنفہ منشی رام جی

ویدک دیوتا

پروفیسر میکس مولر صاحب ویدوں میں مظاہرات قدرت اور دہر پرستی ثابت کرنے

کے لئے فرماتے ہیں کہ پہلے پہل دیو کے معنی بجز روشن کے اور کسی چیز کے نہ تھے۔ اس اعتبار سے آسمان۔ ستارہ۔ سورج۔ رات۔ دن۔ موسم بہار دریاؤں اور زمین کے لئے بھی اس لفظ کو ہمیشہ استعمال میں لاتے تھے۔ اور جب کبھی شاعر کو ضرورت پڑی کہ ان سب کو ایک ہی لفظ سے ظاہر کرے تو وہ विश्वे देवा پکارتے۔ جب یہ ہوچکا تو دیو کے معنی روشن چیزوں ہی کے نہ رہے بلکہ اس نام میں ان تمام خاصیتوں کو شامل کر لیا گیا جو آسمان سورج اور روشنا میں مشترکہ پائی جاتی تھیں صرف انکو چھوڑکر جو ہر ایک میں خاص خاص تھیں،، حالانکہ ایک جگہہ اس کے خلاف یہی صاحب اسطرح لکھتے ہیں کہ ویدک دیوتاؤں کی ایک بہت مفید تقسیم کر سکتے ہیں اور یاسک نے بھی کی ہے جو انہیں زمین ہوا اور آسمان تین حصوں میں تقسیم کرتا ہے اگر اس کی مراد اس سے زیادہ نہ تھی کہ قدرت میں دیوی طاقت کے ظہورات کو ہم تین مرکزوں میں تلاش کر سکتے ہیں ایک آسمان میں دوسرے ہوا میں تیسرے زمین پر تو وہ اس دانائی کے لئے بڑی تحسین کے قابل ہے [1]

پروفیسر صاحب خواہ مخواہ اس لفظ کو ایک عقدہ لاینحل کی صورت میں پیش کرتے ہیں حالانکہ نرکت کار نے اس کے معنی صاف طور پر بتادئے ہیں کہ

देवो दानाद्वा दीपना द्वा द्योतना द्वा द्युस्थानो भवतीति वा ॥

یعنی دان۔ دیپن۔ چمکنا اور پرکاش والی جگہہ کے معنوں میں لفظ دیوتا مستعمل ہوتا ہے۔ اور چونکہ یہ تمام کامل طور پر پرماتما میں گھٹ سکتے ہیں لہذا اسم اسکو देवम् देवता महादेव یعنی دیوتاؤں کا دیوتا یا سب سے بڑا دیوتا کہہ سکتے ہیں [illegible] چونکہ مادی اشیا پر بھی کچھہ کچھہ ان صفات کا اطلاق ہو سکتا ہے لہذا اس [illegible] سے کہیں کہیں انکو بھی دیوتا کہا گیا ہے جیسے یجروید ۱۴ میں اگنی۔ ہوا اور سوریہ وغیرہ کو دیوتا کہا گیا ہے۔

---

[1] دیکھو ہندوستان ہمیں کیا سکھا سکتا ہے صفحہ ۱۴۸

پس اس تمام بحث کا ماحصل یہہ ہے کہ ویدمنتروں پر جو لفظ دیوتا لکھا ہوا ہے
اس کے معنی صرف یہی ہیں کہ وہ دیوتا اس مضمون کو بتلاتا ہے جسکا ذکر اس
سوکت یا منتر میں آیا ہے اور بس۔ مثلاً رگوید کے پہلے منڈل پہلے سوکت کا
دیوتا اگنی ہے۔ اب اس تمام سوکت کو دیکھ جایئے یہی مضمون ملیگا۔ یہ دوسری
بات ہے کہ کہیں اسکا ارتھ بھوتک اگنی یعنی آگ اور بجلی کے معنوں میں
ہوسکتا ہے اور کہیں اس لفظ سے مراد پرماتما کا صفاتی نام ہے کیونکہ وہی
ज्योतिरुत्तमम् یعنی سب سے اوتم جیوتی اور پرکاش
والا ہے۔

ویدکے بارہ میں مغربی ودوانونکی ناقابلیت اور آریہ سماج کا کرتویہ

پچھلے چند صفحوں میں ویدوں کے متعلق مغربی سنسکرت دان علماء کی رایوںکا
کچھ خلاصہ بطور نمونہ کے دکھانے کی کوشش کی گئی ہے اس سے یہ نہ سمجھنا
چاہیے کہ ان تمام کی رایوں کا لب لباب اس مختصر مضمون میں آگیا دراصل
یہ نمونہ مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر ہے۔ صرف پروفیسر میکس مولر صاحب کی
جالیس کے قریب ایسی کتابیں جنکے جواب دینے کی ضرورت ہے اسیطرح مسٹر
مانیر ولیمس ولسن۔ گرفتھ اور پروفیسر میکڈانل صاحب وغیرہ کی بہت سی
کتابیں ہیں جنپر ہمارے رشیوں کے ودوانوں کو توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔
اب کسی کے دلمیں یہ سوال پیدا ہوتا ہوگا کہ باوجود اسقدر محنت کے مغربی
علما ویدوں کے صحیح مطالب تک کیوں نہیں پہنچ سکتے اس کے
[illegible] سبب ہیں۔
اول یہ کہ یہ لوگ ویدک الفاظ کے اصول [illegible] کو کام میں نہیں لاتے جہاں
اسم معرفہ سمجھتے ہیں جو بعدہٗ پورانک [illegible] میں اسم نکرہ نہیں ہے وہ اسکے
معنی اسم نکرہ کے طور پر ظاہر کرتے ہیں اور [illegible] تلاش کرتے ہیں۔ لیکن نا

کامیاب رہتے ہیں کیونکہ نیستی سے ہستی ہو نہیں سکتی چنانچہ کئی جگہہ میکس مولر صاحب کو ہارکر یہ ماننا پڑا ہے کہ ویدوں کے معنی کرنیوالے کئی صدی کے بعد ہوں گے۔

دوسری وجہہ یہ ہے کہ یہ لوگ پہلے ویدانگ اور اپانگوں کا کام باقاعدہ مطالعہ نہیں کرتے جو ویدک تفسیر کے لئے ازبس ضروری ہے۔ ویدوں کی تفسیر کرنیوالی...... میں علاوہ ان باتوں کا جنکا اوپر ذکر کیا گیا۔ ایک بڑی ضروری صفت یہ ہونی چاہئے کہ وہ ہر قسم کے تعصبات سے بالکل آزاد ہو یورپین علماء جس وقت ویدوں کو ہاتھ میں لیتے ہیں۔ دین عیسوی کی ظاہری یا باطنی پابندی اور لحاظ کیوجہہ سے بہت کچھہ انہیں اپنے ضمیر کی آواز کو دبانا پڑتا ہے میکس مولر صاحب نے جہاں ویدکی بہت تعریف کی ہے وہاں بیچارے کو ساتھہ ہی اس کے یہ بھی لکھنا پڑا ہے کہ میں اسے بائبل سے فوقیت نہیں دیتا۔ یہی حال مانیر ولیمس کا تھا۔ پس ویدوں کے صحیح صحیح مطالب کا اظہار بھارت ورش ہی کے پنڈت کرسکتے ہیں نہ کہ یورپین جیساکہ رایتھ صاحب کا خیال ہے۔ لیکن ہمارے دلیش کے ودوانوں کی جو عدم توجہی اس جانب ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے اور پچھلے صفحات کے مطالعہ سے یہ آپکو معلوم ہوگیا ہوگا کہ کسطرح سے مغربی ودوانوں نے سنسکرت کے پوتر لٹریچر پر حملہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان میں سے ایک ایک شخص جس بات کے پیچھے پڑ جاتا ہے اُسے اپنے خیال کے مطابق حدانت پہونچاکر چھوڑتا ہے۔ جو کام ان لوگوں نے گذشتہ پچاس سال میں کیا ہے وہ قابل توجہہ ہے۔ تاہم انمیں سے چند ایک بوجہہ عیسائی پادری ہونے کے اپنی ضمیر کی آواز کو کھلے طور پر ظاہر نہیں کرسکے لیکن ہمکو ان کی محنت اور جفاکشی سے تو سبق سیکھنا چاہئے اگر ان سے غلطیاں سرزد ہوئی ہیں تو اولاً تو سب کچھہ اس کے ذمہ وار سائن ہیں اور یہی وجہہ ہے جن کی تفسیروں کی روشنی میں یہ لوگ ویدوں کا مطالعہ کرتے ہیں دوسرا سبب انکا عیسائیت میں پیدا ہونا ہے۔ تیسرے انکی ودوانگی

میں ہوتا جو تھے ہمارے بھائیوں کی غفلت کہ غیر لوگ وید اور بھارت ورش
کے متعلق تحقیق میں اپنا وقت اور محنت صرف کریں اور ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھے
ہوئے انکا منہ دیکھیں دعوے تو ہمارا یہ ہو کہ ہم ویدوں کا پرچار ودیشوں
دلیشانتروں اور دیپا دیپانتروں میں کریں گے لیکن کوشش سنسکرت
پڑھنے کی بھی نہ کریں سنسکرت تو دور ہم میں سے کتنے ایسے ہیں کہ آریہ
بھاشا اور دیوناگری تک نہیں جانتے اور نہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔
سناتنی بھائیوں سے تو امید رکھنا ہی فضول ہے ان میں سے جو ودوان
ہیں وہ زیادہ تر پھلت جوتش اور کتھا بارتا میں اپنی عمر صرف کر دیتے ہیں جو ان کی آمدنی
کے زرخیز ذریعے ہیں اور کیا ضرورت ہے کہ وہ خشک ویدک لٹریچر کا مطالعہ
کریں لیکن آریہ سماج کے لوگوں نے بھی اسقدر سرگرمی سے کام نہیں شروع
جیسا کہ ان کا فرض ہے۔ سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ جو لوگ ہم میں سنسکرت
کے اعلےٰ ودوان ہیں وہ انگریزی نہیں جانتے اور جو انگریزی کے عالم
ہیں وہ سنسکرت سے ناواقف ہیں اس لئے مغربی سنسکرت دانوں کے
اعتراضات اور حملوں کے جواب کا خاطر خواہ کوئی انتظام نہیں ہو سکتا
اور اس سے طالب علموں پر برا اثر پڑتا ہے۔ پس اسکا بجز اس کے اور
کوئی علاج نہیں کہ جو لوگ سنسکرت کی اعلیٰ تعلیم حاصل کریں وہ انگریزی
زبان سے بھی ماہر ہوں۔ پنڈت گورودت جی نے اس کام کو کرنا شروع
کیا تھا۔ ان کی کتابوں کی انگریز لوگ بہت قدر کرتے تھے جو طلبا یہاں سے
ولایت میں تعلیم حاصل کرنے جاتے تھے وہ اکثر پنڈت جی کی کتابوں کو وہاں
تقسیم کیا کرتے تھے۔ جب وہاں کے ودوان ان کی اور تصنیفات مانگتے
تو ہمارے بھائیوں کو نہایت حسرت اور افسوس کیساتھ یہی کہنا پڑتا کہ
افسوس انکا لکھنے والا اب اس سنسار میں نہیں ہے۔ ہمکو مغربی ودوانوں
کے اعتراضات سے ڈرنا نہیں چاہئے کیونکہ سونے کو جتنا ہی تپایا جائے گا
اتنا ہی اسکا جوہر کھلے گا۔ ہاں اگر خوف کرنا چاہئے تو اپنی غفلت اور لاپرواہی
سے۔ اس سے نوجوانوں کا عموماً اور آریہ کمار سبھاؤں کے ممبروں کا خصوصاً

یہ فرض ہونا چاہیئے کہ وہ سنسکرت کے حاصل کرنے اور اس کے پرچار میں تن من دھن سے کوشش کریں جبکا پہلا درجہ آریہ بھاشا یا دیوناگری لکھنا ہے اس میں مطلق تاخیر نہ کرنا چاہیئے ۔ مت ڈریئے کہ سنسکرت زبان بہت مشکل ہے مشکلات پر فتح پانا انسان ہی کا تو کام ہے ۔ کیا اس کے لئے کوئی دوسرا اشرف المخلوقات پیدا ہوگا ۔ سنسکرت تو ایک طرح سے اپنی ملکی اور قومی زبان ہے جس کے بہت سے الفاظ ہماری روزمرہ کی بول چال میں ہیں ۔ غور کیجئے ان دور دراز سمندر پار کے سنسکرت لکھنے والوں کی جفاکشی اور ہمت پر جن کی زبان کو ذرا بھی اس سے لگاؤ نہیں ۔ جرمن کے ایک پروفیسر نے صرف تین سال کے اندر لگاتار محنت سے اعلیٰ درجہ کی سنسکرت کی تعلیم حاصل کر لی تھی پھر تو ہمکو آپ سے اور زیادہ امید رکھنی چاہیئے ۔ وہ گرہستی جن کی اوستھا یا جن کے حالات اب اس قابل نہیں ہے کہ وہ خود تعلیم حاصل کریں نہ سمجھیں کہ انکا اس کام میں کوئی فرض نہیں ہے ۔ انکو دامے ۔ درمے اور قدمے وغیرہ مدد کرنی چاہیئے ۔ تعلیم کا پنر جیوت کرنا بڑا مہان یگیہ ہے جس میں یتھا شکتی آہوتی ڈالنا ہر ایک دھرمی کا فرض ہونا چاہیئے

مبارک ہوگا وہ دن جبکہ ویدک دھرمی اپنے آچار دیہار کو شدھ اور پوتر بنا کر ویدک سنسکرت کی ترقی میں تندہی سے کوشش کریں گے ۔ مبارک ہوگا وہ دن جب ویدک دھرمی اپنے پریواروں میں سنسکرت کو روزمرہ کی بول چال بنائیں تاکہ ان کے بچے جتنا وقت سنسکرت زباندانی حاصل کرنے میں صرف کرتے ہیں وہی دیگر علوم سائنس اور ویدوں کی معانی پر روشنی ڈالنے میں صرف کریں گے ۔ مبارک ہوگا وہ دن جب دھرم ویر پنڈت لیکھرام جی کے اس آخری وصیت کو عملی جامہ پہنایا جاوے گا ۔

"آریہ سماج میں تحریر کا کام بند نہ ہونے پائے"

اوم شم

تحریف القرآن ۳

نمبر ۱ و ۲ میں مسلمانوں کی دلائل عقلیہ و نقلیہ کی کیفیت ظاہر کرچکا ہوں کہ
جو دلائل عدم ثبوت تحریف القرآن پر مسلمان بھائی پیش کرتے ہیں وہ صرف
ان کی لفاظی ہے۔ انمیں ایک بھی ایسی نہیں جس میں دلیل کہلانے کی
صلاحیت یا قابلیت ہو۔ آج پرماتما کا نام لیکر اصل مضمون شروع کرتا ہوں
قبل اس کے کہ میں سورہ و آیات والفاظ متفرقہ کی تشریح شروع کروں مناسب معلوم
ہوتا ہے کہ قرآن شریف کے نزول و محمد صاحب کے عہد نبوت و قرآن کی
ترتیب و انضباط کی کیفیت اور ہر ایک خلیفہ کے عہد میں قرآن کی درستی و ترمیم
و تنسیخ دکھلاؤں جس سے قرآن کا عہد خلفاء کی دست اندازی ثابت ہو کر تاریخ
ترتیب قرآن کما ینبغی معلوم ہو جائے گی اس لئے نمبر اول پر

محمد صاحب کا عہد نبوت و قرآن شریف کا نزول اور اسکی حفاظت

عامہ مسلمین کا اسپر اتفاق ہے کہ قرآن کسی لکھی ہوئی کتاب کی صورت میں نازل
نہیں ہوا اور نہ سب مضمون ہی ایک دفعہ نازل ہوا ہے بلکہ ایک ایک آئت
کرکے ۲۲۔۲۳ برس کی مدت دراز میں حسب ضرورت نازل ہوا مسلمان لوگ
اسوقت میں کچھ آیات تو حفظ کرلیتے تھے اور بعض لکھ بھی لیتے تھے بعض آیات
کا تحریر کرانا محمد صاحب کی نسبت بھی ثابت ہے جو انہوں نے زید بن ثابت
یا حضرت علی کو طلب کرکے تحریر کرائیں لیکن ان تمام آیات کا جو وقتاً فوقتاً
نازل ہوتی رہیں باترتیب جمع ہونا یا لکھوایا جانا نہ تو حضرت ہی کیطرف سے ثابت
ہوتا ہے نہ کسی مسلمان کا عہد محمد صاحب میں تحریر کرنا ثابت ہے۔ اگر محمد صاحب

کوئی نسخہ قرآن تحریر کر کے چھوڑ جاتے تو حضرت کے انتقال کے بعد وہ ضرور
برآمد ہوتا۔ اس حالت میں حضرت ابوبکر کو اس کے جمع کرانے کی زحمت نہ
گوارا کرنی پڑتی اور نہ حضرت عمر کو اس کی اصلاح میں سرگردانی ہوتی اگر
حضرت خود یا ان کے اصحاب باقاعدہ تحریر کر لیتے یا عوام مسلمانوں میں
ہی کسی کو اپنے خدا کے کلام سے محبت ہوتی یا اس کی حفاظت کا شوق ہوتا
تو حضرت کے انتقال پر صدہا قرآن دستیاب ہو جاتے اور خاص دولت سرائے
نبوی سے ہی نسخہ مرتبہ نبوی برآمد ہوتا۔ مگر افسوس کہ کچھ بھی نہ ہوا اور آپکے
مریدوں نے نہایت کم توجہی فرمائی اور آیات قرآنی کو پراگندہ چھوڑ گئے۔
حضرت نے بالفرض جمع و ترتیب قرآن کو غیر ضروری تصور کیا یا بالقول حضرات شیعہ
جو کچھ حضرت نے تحریر کرایا تھا وہ حضرت علی کے سپرد کر دیا تھا جس سے
انہوں نے ایک قرآن مرتب کیا جس نے رواج نہیں پایا اور امام مہدی
کے پاس ہے اور ہمارے لئے وہ بھی ناپید ہے۔ حضرات اہلسنت کی کتب
میں ایک حدیث بھی ایسی نہیں جس سے ثابت ہو کہ محمد صاحب کے عہد
نبوت میں قرآن باترتیب جمع ہوتا تھا اور بعد انتقال حضرت وہ نسخہ فلاں
جگہ سے اور فلاں شخص کے قبضہ سے برآمد ہوا اور بعہد خلیفہ ابوبکر وقت
جمع و ترتیب قرآن شریف اس سے مدد لی گئی۔ اگر کسی محمدی عالم کو انکار ہو
اور اس کے خیال میں ایسی احادیث موجود ہوں تو میں زور سے کہتا ہوں
کہ وہ اسکو ثابت کریں۔ اگر کوئی مسلمان عالم اس مضمون کی روایت کتب
اہل سنت میں دکھلا دے گا اور اس امر کو ثابت کر دے گا کہ محمد صاحب
کے انتقال کے بعد کوئی نسخہ قرآن مرتب موجود تھا تو میں سمجھونگا اس نے
واقعی دین اسلام کے سر سے ایک بھاری بوجھ اتار دیا۔ اگر میرا قول رد ہو جاوے
اس بات کی سمجھ دیتا تو میں ضرور صد روپیہ کا اشتہار انعام اس مولوی کے
لیے مشتہر کر دیتا۔ مگر چونکہ ثابت ہونا ممکنات سے ہے اسوجہ سے آجتک کسی
مولوی صاحب نے اس سوال پر خاص توجہ نہیں کی
اگر بنظر غور دقیق دیکھا جاوے تو حضرت خود خاص اصحاب و عام مسلمین

جمع وترتیب قران میں معذور تھے۔ کیونکہ نزول قران کچھ ایسے ڈھنگ پر تھا کہ
مسلسل سورے نازل نہیں ہوتے تھے بلکہ ایسا ہوتا تھا کہ ایک سورہ ابھی نازل
ہوا ہے کہ اس درمیان میں غیر متعلق دوسری سورت شروع ہوگئی وہ ختم نہیں
ہونے پائی کہ تیسری آیات نازل ہوگئیں اسی صورت میں اگر صحابہ اسکو جمع بھی
کرتے تو کسطرح ممکن تھا۔ اگر کوئی مسلسل و باقاعدہ کتاب ہوتی تو اس کو لکھتے
چلے جاتے۔ اس انمل بے جوڑ کتاب کو کسطرح مرتب کرتے اس سب پر طرہ یہ
کہ ناسخ و منسوخ کی چھیڑ چھاڑ جاری تھی۔ جو آیت آج نازل ہوئی ایک گھنٹہ
کے بعد اس کی زندگی کی امید نہیں۔ معلوم نہیں کہ کب اور کونسی آیت
منسوخ ہو جائے اور محنت رائگان ہو۔ اس لیے حضرت کے زمانہ حیات
میں کسی کو جمع قران کی جرات نہ ہوئی۔ اگر کوئی محب قران ان سب باتوں
کو چشم پوشی کر کے جمع و ترتیب قران پر کمر ہمت باندھ بھی لیتا۔ پھر بھی سوائے
ناکامیابی کے اسکو کچھ حاصل نہ ہوتا۔ کیونکہ قران مروجہ مطابق ترتیب نزول
نہیں ہے بلکہ آیات و سورتیں مکی و مدنی ملی جلی ہیں سب سے پہلے مدنی سورتیں
ہیں پھر مکی ہیں حالانکہ بروئے تنزیل اول مکی پھر مدنی ہونی چاہئیں یہی کیفیت
آیات کی ہے کہ مکی مدنی مخلوط ہیں۔ کوئی امتیاز نہیں رکھی گئی بس وہ ہر وقت
کیونکر جمع ہوسکتی واقعات صدر پر غور کرنے سے اظہر من الشمس ہو جاتا ہے
کہ حین حیات حضرت کے قران جمع نہیں ہوسکتا تھا اور نہ ہوا شاید کوئی
مسلمان خیال کرے کہ تمام قران آنحضرت کو حفظ تھا اور جبرئیل سال میں ایک مرتبہ
ماہ رمضان قران عرض کیا کرتے تھے۔ جس کی غرض و غایت یہی تھی کہ حضرت
کو خوب یاد رہے اور سال وفات میں دو مرتبہ جبرئیل نے قران پڑھا اور سنایا
اور صحابہ بھی عرصہ اخیرہ میں موجود تھے۔ جس سے ثابت ہے کہ حضرت کے عہد
میں حفاظ قران موجود تھے

اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت کا حافظہ قابل اعتبار نہ تھا۔ کیونکہ وہ آیات قران
بھول جایا کرتے تھے۔ شاید اسی خیال سے خدا کو سالانہ دورہ قران شریف کی
ضرورت ہوئی تاکہ جو کچھ نازل ہو چکا ہے حضرت جبرئیل جاکر یاد کرا دیں۔ مگر افسوس

کا مقام ہے کہ خدا کی یہ سب کوشش رائیگان گئی۔ امام بخاری اپنی صحیح بخاری میں ایک باب لنسیان القرآن قائم کرتے ہیں اس میں عائشہ سے روایت ہے صدیقہ فرماتی ہیں کہ "رسول اللہ نے ایک شب کو مسجد میں ایک شخص کو قرآن پڑھتے سنا۔ حضرت نے فرمایا کہ خدا رحم کرے اسپر کہ اسنے فلاں فلاں آیت کو مجھے یاد دلایا جو بھول گیا تھا میں فلاں سورہ سے"۔

اسکی سوا ایک اور حدیث مسلم شریف میں انہیں عائشہ صدیقہ سے مروی ہے

عبارت عربی قالت سحر رسول اللہ صلعم یہودی من بنی رزیق یقال لہ لبید بن الاعصم قالت حتے کان رسول اللہ صلعم یخیل الیہ انہ یفعل الشئے وما یفعلہ

ترجمہ

یعنی بنی رزیق کے ایک یہودی لبید نامی نے جادو کر دیا محمد صاحب پر جسکی تاثیر سے آپ خیال فرماتے کہ میں کچھ کام کر رہا ہوں حالانکہ وہ کوئی کام نہ کرتے ہوتے تھے

اخبار وطن لاہور جلد ۲۵ ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۳ جو تفسیر قرآن شریف چھپی ہے اس میں مفسر صاحب علامہ جلال الدین سیوطی کی رائے اسطرح نقل فرماتے ہیں کہ علامہ موصوف سا شخص مذکورہ بالا آیت کے اسباب نزول میں لکھتا ہے کہ اکثر آیات نبی پر رات کو نازل ہوتیں اور صبح کو آپ بھول جاتے اسپر مغموم رہتے پس یہ آیت نازل ہو کر رفع حزن کا باعث ہوئی۔

کیوں صاحبو! جب نبی کا نسیان اسقدر بڑھا ہوا تھا کہ وہ آیات قرآنی جن کی تبلیغ کے لیے مبعوث ہونے کے آپ مدعی تھے فراموش کر دیتے تھے تو فرمائیے کہ امکان اختلاف و تبدیل و سہو و غلطی بوجہ اتم ثابت ہے خصوصاً جبکہ حضرت کے وقت میں موجود ہونا کسی نسخہ قرآن کا ثابت نہیں ہوتا۔

اب رہا عہد محمد صاحب میں حفاظ قرآن کا موجود ہونا اور ان کا قران کو حفظ کرانا بالترتیب ثابت نہیں۔ جیسا کہ صفحات آئندہ میں بیان ہوگا۔ ہاں حفاظ کا ذکر بخاری صاحب نے صحیح بخاری میں کیا اور علامہ جلال الدین اتقان میں اسطرح نقل کرتے ہیں۔

عبارت عربی۔ روی البخاری عن عبد اللہ بن عمرو بن
العاص قال سمعت النبیؐ یقول خذو القرآن من
اربعۃ من عبد اللہ بن مسعود و سالم و معاذ و ابی
بن کعب ای تعلموا منہم والاربعۃ المذکور اثنان من
المہاجرین وہو المبتدٔ بہما و اثنان من الانصار و سالم
ہو ابن معقل مولے ابی حذیفہ و معاذ ہو ابن جبل۔

ترجمہ

بخاری نے عبد اللہ بن عمرو عاص سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا
لو تم قرآنوں کو چار آدمیوں سے۔ عبد اللہ بن مسعود۔ سالم۔ معاذ۔ ابی بن
کعب یعنی ان چار آدمیوں سے تعلیم قرآن حاصل کرو دو شروع والے
مہاجر ہیں اور دو انصار۔ سالم بن معقل غلام خدیفہ ہیں اور معاذ بن جبل ہیں۔
روایت بالا سے ظاہر ہے کہ یہہ چار اصحاب قرآن دان تھے اور دیگر تمام صحابہ
سے قرآن کو زیادہ جانتے تھے۔ حضرت سالم تو بعہد حضرت ابو بکر قبل جمع قرآن
جنگ یمامہ میں کام آئے حضرات عبد اللہ بن مسعود و معاذ بن جبل و ابی بن کعب بعہد
ابو بکر زندہ موجود تھے اور ہمیں ابن مسعود وہ بزرگ بھی شامل ہیں جو دور اخیر
قرآن شریف میں حضرت کے ساتھ تھے۔ لیکن خلیفہ ابو بکر نے کسی غرض خاص
سے جمع قرآن کا اہم و مشکل کام کہ جسکو حضرت زید بن ثابت پہاڑ اُٹھانے سے
بھی زیادہ سخت اور سنگین کہتے تھے ان حضرات سے نہیں لیا بلکہ ایک نو
جوان اور بالکل صاحبزادے زید بن ثابت کے سپرد کیا جنکی تمام جوانی کی امنگیں
اور زندگی کی آئندہ امیدیں خلیفہ صاحب کی خوشنودی مزاج پر ملتی و موقوف
تھیں یہہ واقعہ قرآن مروجہ کو نہایت مشکوک کرتا ہے حضرت معاذ بن جبل عہد
خلیفہ دوم میں فوت ہوئے حضرت ابن مسعود و ابی بن کعب عہد حضرت عثمان
غنی خلیفہ سوم میں بھی قائم تھے اسوقت بھی قرآن کے جمع و ترتیب کا سہرہ
حضرت زید کے سر بندھا اور یہہ بزرگ تعلیم قرآن محروم رکھے گئے بلکہ درودہ کی لکھی
کسطرح نکال کر پھینک دیئے گئے نہ توڑ نے کو کوئی مشورہ لیا گیا اور نہ شامل کئے

گئے ہاں یہ ضرور ہوا کہ ان حضرات کے مرتبہ صحائف جبراً چھین کر آگ میں چولہی کیطرح جلا ڈالے اور ابن مسعود والی ابن کعب کی خوب مرمت کیگئی یہ قرآن وان اور محمد صاحب کے خاص شاگرد تا زیست دوہائی دیتے رہے کہ ہائے ہائے قرآن غارت کردیا گیا۔ قرآن کم ہوگیا۔ غیر قرآن قرآن میں داخل ہوگیا ہمکو جمع قرآن میں شامل نہیں کیا گیا ہاتک ان حضرات کی تمنا تھی کہ اگر ہمکو امارت وخلافت ملتی تو ہم بھی قرآن مرتبہ عثمان غنی کو جلا کر خاک کر دیتے۔

کیوں دوستو اجب عہد حضرت کے حفاظ قرآن اور دورہ آخیر میں حضرت کے ساتھ دور کرنیوالے اس قرآن کے محافظ ہوں اور اسکو سوختنی و محرف سمجھیں تو پھر کیونکر آپ اسبات کو منہ سے نکال سکتے ہیں کہ حضرت کے عہد میں حفاظ تھے اور وہ دور آخیر میں شامل تھے اور انکا موجود ہونا آپ کو کیا نفع پہونچ سکتا ہے۔ اگر غور سے دیکھیے تو محمد صاحب کے عہد میں حفاظ کا کثرت سے ہونا ہرگز ثابت نہیں اگر حفاظ بکثرت ہوتے تو ابوبکر کو کیا غرض تھی جو ٹھیکریاں لکڑیاں اور سنگریزے جمع کرکے قرآن کو جمع کرتے سیدھا اور صاف راستہ یہی تھا کہ چار حفاظ کو بٹھلا کر قرآن جمع کر لیتے مگر کرتے تو جب جو حافظ ہوتے کسی کو چار آیت یاد کسیکو دس آیت اس سے ایک صحیح کتاب جمع نہیں ہو سکتی تھی اور پورے قرآن کا کوئی محافظ موجود نہ تھا۔

اتقان میں انس سے روایت ہے قال انس کان الرجل اذا قرأ البقرۃ وآل عمران جد فی اعیننا۔

یعنی حضرت انس فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص سورہ بقر اور سورہ آل عمران کو پڑھ سکتا تھا تو وہ ہماری نظر میں بہت بڑا معلوم ہوتا تھا۔

کتاب موطا امام مالک میں درج ہے کہ ابن عبداللہ بن عمر مکث علے سورۃ البقرۃ ثمانی سنین یتعلمہا۔ یعنی حضرت عمر کے صاحبزادہ عبداللہ کو سورۃ بقر کے سیکھنے میں آٹھ سال کی مدت ضرورت ہوئی ایک اور روایت میں ہے کہ پورے ۱۲ سال صرف ہوئے اور جب یہ سورۃ ختم ہوئی تو آپ نے ایک اونٹ کی اللہ کی راہ میں قربانی کی۔ یہ بڑے نامی گرامی حضرات کی کیفیت ہے۔ ایک ایک سورۃ

کے پڑھنے میں بارہ سال لگا دیتے ہیں تو سارے قرآن کے حفظ کے لئے تو مدت العمر درکار ہے ان روایات سے بھی ظاہر ہے کہ حضرت کے عہد میں حفاظ کی کثرت تو کیا معنی ایک بھی پورے قرآن کا حافظ نہ تھا۔

یہاں تک ہم نے یہ دکھا دیا ہے کہ محمد صاحب کے عہد نبوت میں نہ تو پورا قرآن جمع ہوا اور نہ کسی نے حفظ کیا اور اگر کسی کے کچھ یاد کیا بھی تو قرآن مروجہ کے مطابق نہ تھا اب چند شواہد اسی کے موید کتب معتبرہ اسلام سے اور بھی پیش کیجاتی ہیں جن سے اظہر واشہر ہے کہ محمد صاحب کے عہد میں ہرگز قرآن جمع و ترتیب نہیں ہوا تھا۔ قرآن کے جامع بعہد ابوبکر، عثمان غنی زید بن ثابت ہیں اور یہ وہ اسلامی بزرگ ہیں جنکو ابن حجر عسقلانی کاتب وحی تحریر فرماتے ہیں سب سے اعلی و قابل قدر ان کی رائے ہو سکتی ہے کہ ہمیشہ قرآن ان کے ہاتھ میں رہا اب بھی انہیں حضرت سے دریافت کرنا چاہئے کہ محمد صاحب کے عہد میں قرآن کی کیا حالت تھی۔

اتقان میں علامہ جلال الدین سیوطی یہ روایت نقل کرتے ہیں

عبارت عربی۔ حدثنا ابراہیم بن بشار حدثنا سفیان بن عنیہ عن الزھری عبید عن زید بن ثابت قال قبض نبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم یکن القرآن جمع فی شیٔ۔

یعنی زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ نبی صلعم کے زمانہ وفات تک قرآن کسی جزو میں جمع نہیں ہوا تھا۔ اس کی موید روائت خطابی سے ہے جو اسی اتقان کے اسی باب میں جمع و ترتیب قرآن میں درج ہے

عبارت عربی یکذا عبارتہ۔ الخطابی انما لم یجمع صلی اللہ علیہ وسلم القرآن فی المصحف لما کان یترقبہ من ورود ناسخ لبعض احکامہ وتلاوتہ فلما انقضے نزولہ بوفاتہ ولہم اللہ الخلفاء الراشدین ذالک وفاء بوعدہ الصادق بضمان حفظ علی ھذا لا الاتہ فکان ابتداء ذالک علے ید الصدیق بمشورۃ عمرۃ

حضرت خطابی فرماتے ہیں کہ محمد صاحب نے اس وجہ سے قران کو جمع نہیں فرمایا تھا۔ کیونکہ آپکو ہر وقت یہ خیال رہتا تھا کہ شاید آئندہ کچھ نازل ہو جو احکام یا تلاوت بعض آیات کا ناسخ ہو۔ جب حضرت کی وفات سے زمانہ نزول قران ختم ہوا تو خداوند کریم نے خلفاء راشدین کو اسکا الہام کیا کہ وہ جمع کریں جس سے خدا کا وعدہ سچا ہو جو اسنے حفاظت قران کا کیا تھا۔ اس کی ابتدا زمانہ صدیق میں بمشورہ عمر ہوئی ان روایات سے باحسن الوجوہ ثابت ہے کہ حضرت کے عہد میں قران جمع نہیں ہوا تھا بلکہ پراگندہ و منتشر تھا جس کا مفصل ذکر عہد خلیفہ ابوبکر میں آئے گا

علماء اہلسنت نے ابتداء سے آجتک کبھی انکار نہیں کیا کہ قرآن کے جامع اول زید بحکم ابوبکر ہیں لیکن آجکل بعض حضرات اس سے منکر ہیں اور انکا دعوے ہے کہ عہد محمد صاحب میں ہی قرآن مرتب و جمع ہو چکا تھا اور ضبط تحریر میں آچکا تھا ناظرین کی تفریح طبع کے لئے انکا دعوے واستدلال لطیف مع مختصر جواب ذیل میں درج ہے:۔

مرزا حیرت صاحب مقدمہ تفسیر القران کے صفحہ ۱۳ پر تحریر کرتے ہیں عام مسلمانوں کا یہ خیال ہے کہ قران مجید زید بن ثابت نے جمع کیا اور بعض جامع القران حضرت عثمان غنی کو کہتے ہیں مگر ہم دونوں خیالات سے اختلاف رکھتے ہیں نہ ہم زید کو جامع القران کہتے ہیں اور نہ حضرت عثمان کو ہمارا یہ مذہب ہے اور ہم کو احادیث صحیحہ سے پورا پتہ لگا ہے اور بعض شہادتیں بکثرت ہمارے پاس موجود ہیں کہ جامع القرآن خود حضرت رسالت مآب صلعم تھے یہ ضرور ہے کہ زید نے نظر ثانی کی یا حضرت عثمان نے قرات کا فرق نکالا مگر جامع القران کا فخر لقب اسی ذات پاک و معصوم کے لئے شایاں ہے جس کی نسبت یہ موزون ہو سکتا ہے

ریویو آف ریلیجز کے اڈیٹر صاحب جلد ۲ کے صفحہ ۱۲ پر لکھتے ہیں سب سے پہلے اور ضروری بات یہ ہے کہ جس شخص پر یہ کلام الہی نازل ہوتا تھا۔ اس کے سامنے ہی ضبط تحریر میں بھی آجائے تاکہ بعد میں کسی قسم کا اختلاف پیدا نہ ہو چنانچہ جب کوئی حصہ قران شریف کا نازل ہوتا تھا۔ اسوقت اس کو حضور سرور کائنات صلعم لکھوا دیتے

اور مشتہر کرا دیتے اور اکثر اصحابوں کو حفظ کرا دیتے۔ یہاں تک کہ اس انتظام کے ساتھ سارے کا سارا قرآن کریم آنحضرت کے سامنے آپکی زیر نگرانی و حفاظت لکھا گیا"

یہ ہیں بے دلیل دعوے حامیان اسلام کے۔ مرزا حیرت صاحب تو فرماتے ہیں کہ انہیں احادیث صحیحہ سے پورا پتا لگا ہے اور بکثرت ہمعصر شہادتیں بھی انکے پاس موجود ہیں کاش وہ دو چار احادیث صحیحہ کی نقل فرمانے کی مرزا صاحب تکلیف گوارا کرتے یا کوئی ہمعصر شہادت ہی تحریر فرماتے۔ اگر پہلے نہ کر سکے تو اب ہی تاکہ دنیا دیکھ لے اور معلوم ہو جائے کہ وہ کونسی شہادتیں اور احادیث صحیحہ ہیں یوں زبانی دعوے کا تو ہر شخص کو اختیار ہے جب چاہے دعوے کرے رات کو دن کہے یا صبح کو شام مگر واضح ہو کہ دعوے بے دلیل قابل تسلیم نہیں ہوتا۔

ایڈیٹر صاحب کی تحریر سے محققین خود نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ یہ سب ان کی بلند پروازیاں ہیں۔ ؎ اے طبل بلند بانگ در باطن ہیچ

بھلا جب قرآن کے نزول کا کوئی وقت معین نہ تھا۔ صبح و شام رات دن کھاتے نہاتے۔ شہر میں صحرا میں سوتے جاگتے برابر وحی نازل ہوتی تھی تو وہ ذرا یہ تو بتلائیں کہ رات کو در دولت نبوی پر کون کون اصحاب قلمدان لیکر بیٹھا کرتے تھے۔ اگر کہو کہ حضرت خود یاد رکھتے تھے اور صبح کو یاد کرا دیتے یا لکھو دیتے تھے تو پہلے اسکو روایت سے ثابت کرنا چاہیئے۔ دوم حضرت کے حافظہ کی کیفیت اور طبیعت کی حالت اوپر درج ہو چکی ہے وہ ہرگز قابل اعتبار نہیں ہے۔

ان سب امور سے قطع نظر کر کے اگر دیکھا جائے تو حالت ترتیب قرآن اس امر کی شاہد ہے کہ عہد حضرت میں قرآن جمع و ترتیب نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا تھا کیونکہ قرآن ۲۳ برس میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے نازل ہوا اور جس ترتیب سے قرآن آج ہمارے سامنے موجود ہے۔ اس ترتیب سے نازل نہیں ہوا بلکہ سورہ قرآن مروج اسطرح آیات سے مرتب ہے کہ پہلی آیت وہ ہے جو آج نازل ہوئی۔ اور دوسری آئت وہ ہے جو اس آیت سے دس بارہ برس بعد نازل ہوئی۔ تیسری پانچ برس اس سے پہلے کی ذرا سوچکر فرمایئے۔ ایسی ترتیب حضرت کیونکر کرا سکتے تھے۔ اور کیونکر دس سال کے بعد کی آیت پہلی آیت کیساتھ دس سال پہلے ہی

ترتیب ہوگئی جو ہرگز جمع ہو ہی نہیں سکتی اور نہ حضرت اس ترتیب سے لکھوا سکتے اگر کہو
کہ جو آیت نازل ہوتی تھی وہ تحریر ہو جاتی تھی تو ضرور وہ قرآن اس قرآن کی ترتیب کے
خلاف تھا۔ پھر آپ اس کے ثبوت میں اس قرآن مرتبہ نبی کو کیونکر پیش کر سکتے ہیں
خدا توفیق دے تو بے خوف ہو کر فراغ حوصلگی اور علو ہمت سے اقرار کیجئے کہ حضرت
کے عہد میں قرآن اور تھا اس کی ترتیب اس موجودہ قرآن کی ترتیب کے خلاف
تھی۔ ذرا یہ تو سوچئے کہ آیات کے تغیر و تبدل اور مقدم کو موخر اور موخر کو مقدم کرنے سے
ضرور مطلب آیت میں فرق آجائے گا۔ کون نہیں جانتا کہ جو کچھ ہیں اور آپ لکھتے اور
بولتے ہیں وہ ہی مقررہ کلمات و حروف و الفاظ ہیں جن کے مقدم و موخر کرنے سے
ہر قسم کی گفتگو کر سکتے ہیں جس کے مطالب و معنی مختلف ہوتے ہیں جب محمد صاحب
کے عہد میں آیات مطابق تنزیل جمع ہوا کرتی تھیں تو لاریب ثابت ہو گیا کہ صحیفہ
مرتبہ نبی اور تھا اور یہ قرآن اور ہے جس کی ترتیب میں فرق اور مطالب میں فرق
واختلاف۔ پس قرآن موجودہ صحیفہ آسمانی ہے جس کو حضرت عثمان نے اپنی رائے
سے مرتب کیا ہے۔ فرمائیے اگر حضرت جمع فرما بھی گئے اور وہ قرآن و ترتیب اب نہیں
رہی تو حضرت کا چند آیات کو تحریر فرما جانا آپ کو کیا نفع پہونچا سکتا ہے۔ ایڈیٹر صاحب
ریویو فرماتے ہیں "بہت سے واقعات جو احادیث کے ذریعہ محفوظ ہو کر ہم تک پہونچے
ثابت کر رہے ہیں کہ سارا قرآن شریف حضور مخبر موجودات کی حیات میں ضبط
و تحریر میں آچکا تھا۔ بلکہ خود قرآن میں ہی بہت سے ایسے حوالے موجود ہیں جن سے
ظاہر ہوتا ہے کہ اسی زمانہ میں لکھا گیا تھا۔ پہلے تو لفظ کتاب ہی قابل غور ہے جو بار
بار سورتوں میں قرآن کریم کی نسبت آیا ہے اور کتاب کے معنی لکھی ہوئی کے ہیں
لیسے مصحف کے معنی الخ"

مرزا صاحب کی بکثرت معتبر شہادتوں اور احادیث صحیحہ کا منشا رہی یہی معلوم ہوتا ہے
سبحان اللہ کیا معقول استدلال ہے۔ اسلام کی تیرہ صدیاں ختم ہو کر اب چودھویں
شروع ہے بڑے بڑے نامی گرامی فاضل و لائق حامیان اسلام اس عرصہ
میں پیدا ہوئے اور اپنی عزیز عمریں حمایت اسلام پر صرف کر گئے مگر یہ دلیل کسی
نہ سوجھی۔ مگر اس چودھویں صدی میں لائق ایڈیٹر صاحب اور چند ایسے ہی اصحاب

نے یہ لاجواب دلیل پیدا کی۔ میں بھی ایڈیٹر صاحب کو اس استدلال عجیب کے لئے
مبارکباد دیتا ہوں۔ اور ان کی ذکاوت ولیاقت کی داد دئے بغیر نہیں رہ سکتا
درحقیقت ایڈیٹر صاحب نے ایک لاجواب دلیل قرآن سے پیدا کی جو نہ تو امام غزالی
کی نظر پڑی اور نہ فخر الدین رازی کو اور عام فضلا کی نظر سے مخفی رہی۔ ایڈیٹر صاحب
ریویو کو آفرین ہے کہ انہوں نے بادی النظر میں قرآن کا ثبوت خود قرآن سے ہی
نکالا۔ مگر افسوس کا مقام ہے کہ جسطرح علمار سلف نے اس استدلال کو لغو وبیہودہ
سمجھکر قلم انداز کر دیا ہے اسیطرح میرے ہمعصر علمار بھی اس عجیب استدلال کی تردید
پر کمر بستہ وآمادہ ہیں اور ایڈیٹر صاحب کی تمام محنت وجانفشانی کا لعدم کرنے
پر تیار ہیں۔

مولوی عبد الشکور صاحب اہل سنت کے مشہور حامی ونامور مناظر اپنے اخبار النجم جلد ۲
نمبر ۱۸ صفحہ ۱۲۲ پر اسی دلیل کے باب میں فرماتے ہیں "نقلی دلیل کا خلاصہ یہ ہے
کہ آیت قرآنیہ خود اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ قرآن آنحضرت صلعم کے زمانہ کی
تدوین یافتہ کتاب ہے۔ ایڈیٹر صاحب نے اس ضمن میں بہت سی وہ آیتیں پیش
کردی ہیں جنمیں قرآن پر لفظ کتاب کا اطلاق کیا گیا ہے۔ مثلاً ذالک الکتاب لاریب فیہ
اور کتاب حکمت اینہ وغیرہ ونیز بعض روایات وغیرہ بھی پیش کی ہیں مگر ان آیتوں
اور روایتوں سے اگر بہت ثابت ہو تو صرف اسقدر کہ قرآن اس زمانہ میں لکھ لیا جاتا
تھا۔ باقی رہا اسکا بصورت کتاب مدون ہونا ہرگز ان آیات وروایات سے ثابت نہیں
ہو سکتا۔ لغت عربی میں کتاب کے وہ معنی نہیں ہیں جو ہمارے عرف میں رائج
ہیں بلکہ کتاب ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو لکھی ہوئی ہو خواہ بصورت کتاب ہو یا نہو اسی وجہہ
سے خط کو بھی کتاب کہتے ہیں بلکہ کتاب کا اطلاق اس چیز پر بھی ہوتا ہے جو لکھی جا
سکے گو بالفعل لکھی ہوئی نہو قرآن میں آیات قرآنیہ پر کتاب کا اطلاق اسی اعتبار سے
ہوا ہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ بوقت نزول وہ لکھی ہوئی نہیں تھیں۔ حالانکہ کتاب کا
اطلاق انپر پہلے ہی ہو گیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ چونکہ وہ لوح محفوظ میں لکھی
ہوئی تھیں اسوجہ سے انپر کتاب کا اطلاق ہوا اور بھی واضح ہو جاوے گا۔"
ہمارے ایڈیٹر صاحب ریویو کے استدلال کا جواب باصواب انہیں کے ایک عالم کی

قلم کا لکھا ہوا۔
واقعی لغت عرب میں کتاب کے معنی لکھے ہوئے ہی کے نہیں ہیں بلکہ یہ لفظ اس شئے پر بھی حاوی ہے جو لکھی جا سکے۔ تمام کتب لغات اس پر شاہد ہیں خود حضرت محمد صاحب نے جب حالت مرض میں وصیت نامہ تحریر کرنے کا قصد ظاہر کیا اور قلم دوات طلب فرمائی وہاں وصیت نامہ کو کتاب ہی فرمایا ہے یعنی تمہارے لئے ایک کتاب لکھدوں۔ وصیت نامہ جس کی تحریر کا ارادہ حضرت کر رہے تھے بوجہ ہونے شئے قابل تحریر کتاب لکھدیا حالانکہ حضرت نے ابتک تحریر نہیں کیا تھا۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں کوئی فاضل اڈیٹر سا کوئی فہیم و ذکی یہ نہ سمجھ جائے کہ نہیں وصیت نامہ لکھا ہوا حضرت کے پاس موجود تھا جب ہی تو کتاب کا اطلاق ہوا۔ یا شاید کوئی اور اس مسئلہ کا نکتہ پیدا کرے کہ حضرت نے وصیت نامہ اس لئے ظاہر نہیں کیا اور مخفی رکھا کہ آئندہ امت ہی اسکو محفوظ رکھے تو اسکو واضح ہے کہ یہاں بحث صرف لفظ کتاب پر ہے اگر وصیت نامہ لکھا ہوا موجود تھا تو اسکا بار ثبوت اسپر ہے۔ الغرض اڈیٹر صاحب نے اپنے مضمون میں ایسے ایسے نکات و اشارات بہت کچھ ظاہر کئے ہیں جنکا ذکر آئندہ تحریر ہوگا۔

اڈیٹر صاحب ریویو آف ریلیجز ایک اور ثبوت پیش کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ قران شریف کے دیگر مقامات سے بھی اسبات کا ثبوت ملتا ہے کہ کئی سورتیں ابتدائی زمانہ میں ہی لکھی جا چکی تھیں۔ چنانچہ سورہ واقعہ میں جو ابتدائی مکی سورتوں میں سے ہے اللہ تعالے قران کریم کی نسبت فرماتا ہے یہ قران بڑی قدر و منزلت کا ہے۔ ایک محفوظ کتاب میں لکھا ہوا ہے اُسے وہی چھو سکتے ہیں جو پاک ہیں اس سے دو باتیں پایہ ثبوت کو پہونچتی ہیں ایک تو یہ کہ قران ایک محفوظ کتاب ہے جسے کوئی مبدل و محرف نہیں کر سکتا دوسرا یہ کہ قران کریم اس ابتدائی زمانہ میں لکھا جا چکا تھا۔ کیونکہ ناپاک لوگوں کو اسکے چھونے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ ایک بڑی موٹی بات ہے کہ لمس کے لئے کسی شئے کا وجود جسمانی رنگ میں ہونا ضروری ہے فقط الفاظ کا لمس نہیں ہو سکتا الخ‘‘ یہ قرانی ثبوت بھی جماعت احمدیہ کے خوش کرنے کو کافی ہو سکتا ہے

ایک محقق کی اس سے تشفی نہیں ہو سکتی جیسے آپ کے استدلال اور بیان کئے کئے گئے یہ استدلال بھی اُن سے کسیطرح کم نہیں بلکہ کچھ بڑھ کر ہے۔ آیت محولہ بالا کا منشاء و مطلب صاف ہے اس میں کسی کھینچ تان کی ضرورت نہیں تمام علمائے اسلامیہ ابتدا سے آجتک اسکا مطلب یہ فرماتے رہے ہیں کہ قرآن شریف لوح محفوظہ پر لکھا ہوا ہے اسکو فرشتے جو پاک ہیں لمس کر سکتے ہیں اس میں تو قرآن کے عدم تغیر و تبدل کا ذکر ہے اور نہ تحریر سے کچھ لگاؤ ہے ایڈیٹر صاحب نے ناحق اس کو درج مضمون کرنے کی تکلیف فرمائی۔

میں بالغرض تکمیل بحث مان لیتا ہوں کہ آیت بالا کا وہی مطلب ہے جو فاضل ایڈیٹر صاحب سمجھے ہیں۔ اب انہیں بتلانا چاہیئے کہ کل قرآن شریف تو ابھی نازل نہیں ہوا۔ بلکہ سورہ واقعہ ابتدا تھی جیسا کہ آپ تحریر کرتے ہیں کہ آیت میں قرآن شریف کا ذکر ہے کہ جو بہت ہی کم نازل ہوا ہے۔ اور اکثر حصہ ابھی آسمان پر ہے۔ جائے غور ہے کہ جب تمام قرآن شریف نازل ہی نہیں ہو چکا تو اس آیت سے یہ کیونکر ثابت ہو گیا کہ آیت کل قرآن پر حاوی ہے اور اس سے یہ ثابت کرنا کہ قرآن با ترتیب مروج جمع و تحریر ہو گیا تھا پرلے درجہ کی بوالہوسی تھی اپنے دعوے پر غور فرمایئے۔ وہ یہ ہے کہ "سارے کا سارا قرآن کریم آنحضرت کے سامنے آپ کی زیر نگرانی لکھا گیا" اسپر دلیل آپ یہ دیتے ہیں کہ قرآن میں آیا ہے کہ اسکو اسی سے ترتیب ثابت ہو گئی۔ اسی سے تحریر ثابت ہو گئی۔ اسی سے حضرت کی نگرانی بھی پایہ ثبوت کو پہونچ گئی

ایڈیٹر صاحب ذرا مہربانی فرماکر انصاف کریں کہ زید دعویدار ہے کہ اس کے پاس ایک لاکھ روپیہ نقد جمع ہے۔ جب اس سے پوچھا جاتا ہے کہ اسکا ثبوت کیا ہے تو وہ کہتا ہے کہ خالد نے میرے پاس ایک دھیلا دیکھا تھا۔ بکر نے ایک پیسہ دیکھا تھا۔ عمر نے ایک دفعہ نقد چار آنے دیکھے تھے ایکدفعہ زید کے باپ کو کہتے سنا کہ وہ زید کو سمجھا رہا تھا کہ دیکھو روپیہ کو کسی بدمعاش چور کو نہ دکھانا فرمایئے ان شہادتوں سے زید کے پاس ایک لاکھ روپیہ کا موجود ہونا آپ مان لینگے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اور تمام عقلاء روزگار یہی کہیں گے کہ اس سے ہرگز زید کا دعوے پایہ ثبوت

کو نہیں پہونچ سکتا جس طرح زید کا دعوےٰ ثابت نہیں ہو سکتا اسی طرح آپکا دعوےٰ بھی ان استدلالات سے پایہ ثبوت کو نہیں پہونچ سکتا۔

مجھے تو آپکی تحریر پڑھ پڑھ کر تعجب ہوتا ہے کہ آپ کر کیا رہے ہیں۔ آخر اسقدر کتب احادیث ہیں تواریخ ہیں مساند ہیں صدہا تفاسیر ہیں آپکو ایک روایت بھی نہیں ملتی کہ حضرت کے وقت میں اسطرح قران جمع ہوتا تھا۔ فلاں صحابی یا صحابہ کے قبضہ میں تھا۔ اگر یہ نہیں تو خیر یہی سہی کہ کسی صحابی نے دیکھا ہو کہ حضرت نے کسی کو نقل کے لئے وہ جمع شدہ و تحریر شدہ قران دیا ہو۔ اگر یہ بھی نہیں ہو سکتا تو صرف قران کے رکھنے کی بابت کوئی روائت تلاش کیجئے کہ کہاں اور کس چیز میں رکھا جاتا تھا۔ وقت ہجرت حضرت کے پاس تھا۔ یا حضرت ابوبکر کے پاس اور کمر سے باندھا تھا یا خورجی میں رکھا ہوا تھا۔ یا گلے میں حمائل تھا۔ آپ کے علماء نے ضرور لکھا ہوگا تلاش کیجئے۔ کیا غضب ہے کہ حضرت کے جوئیں دیکھنے جھاڑو لگانے کرتے کے پیوند جوتیوں کے پیوند وغیرہ وغیرہ ذرا ذرا سے امور درج کتب ہوں مگر خاص کلام اللہ کی بابت جس کی تبلیغ کے لئے مبعوث ہوئے وہ دعویدار ہے۔ کتب حدیث کے منہ پر مہر خاموشی ہو۔ تواریخ کے ورق خالی ہوں مگر یہ کیونکر ہوتا اگر حضرت تحریر کرتے یا اصحاب ہی قران کو تحریر کرتے تو ضرور یہ واقع بھی درج ہوتا۔ افسوس کہ ایڈیٹر صاحب ریویو اف ریلیجز کو کتب احادیث مدد نہیں دیتیں تواریخ دستگیری نہیں کرتی مساند خاموش ہیں۔ ایڈیٹر صاحب نے لفظ کتاب کہیں دیکھ پایا خوش ہو گئے کہ تحریر ثابت کہیں لفظ مل گیا تو ترتیب ثابت ہو گئی اجناب اس سے نہ ترتیب ثابت ہوتی ہے اور نہ تحریر کوئی اور ثبوت تلاش کیجئے۔

شاد از حصار

تمباکو

اب شاید دنیا میں کوئی آدمی بھی ایسا نہیں ملسکتا کہ جس نے تماکو کا نام نہ سنا ہو مگر یہ حالت پہلے نہ تھی۔ ہندوستان کے باشندے اکثر اب بھی کسی نئی

چیز کے استعمال سے گریز کرتے ہیں۔ مبادا وہ تمباکو جیسی ام الخبائث سے بھی
اس کے اوائل دور میں اجتناب کرتے تو آج لڑکوں کی پرورش ہرگز قابل
افسوس نہ ہوتی۔ اب ہم ذرا اس کی تاریخ سنانا چاہتے ہیں:-

جنوبی امریکہ کے اصلی باشندے لوگ مدتوں سے تمباکو استعمال کرتے تھے
لیکن ہندوستان کی تلاش کا دیوانہ کولمبس جب ۱۴۹۲ء میں کیوبا میں پہونچا
تو اس نے اپنے آدمیوں کو اس جزیرے میں اس غرض سے روانہ کیا کہ وہ جاکر
اس کے حالات دریافت کریں۔ واپسی پر ان آدمیوں نے منجملہ دیگر عجائبات کے
ایک یہ بھی بیان کیا کہ اس جزیرے کے باشندے منہ اور ناک سے دہواں نکالتے
ہیں" اس وقت کی یہ معمولی بات بہت حیرت انگیز معلوم ہوئی یہ کسے خبر تھی کہ یہ بلا
وبال جان ہی نہیں بلکہ مرض اقوام ہو کے رہے گی؟

اگرچہ ٹھیک تاریخ تو معلوم نہیں مگر غالباً پندرھویں صدی میں انگلستان میں
پہلے پہل سر والٹر ریلے نے پائپ پیا۔ چنانچہ یہ قصہ مشہور ہے کہ جب سر والٹر
ریلے کے ایک نوکر نے انکے منہ سے دہواں نکلتا دیکھا تو یہ خیال کر کے کہ شاید
انہیں آگ لگ گئی انپر پانی کی بالٹی ڈالدی۔ کاش کہ اسیوقت یہ بلا ٹھنڈی
پڑجاتی ہے۔ ایران میں اس کی حکومت شاہ عباس ثانی کے زمانہ میں جاری ہوئی
پہلے پہل تو اس کی بڑی مخالفت کی گئی۔ یوروپ میں مسلمان عیسائی اور دیگر
بادشاہوں نے اس کی ترقی روکنے کے لئے متفقہ کوششیں کیں۔ انگلستان
کی ملکہ الزبتھ (ہمعصر اکبر اعظم) نے تمباکو نوشی کی ممانعت میں ایک تحریری حکم
نافذ فرمایا۔ اس کے بعد ملک جیمز نے تمباکو نوشی پر سخت جرمانہ مقرر فرمایا اور اسکے
جانشین شاہ چارلس نے اس حکم کو بحال رکھا۔ ہندوستان میں بھی غالباً جہانگیر
بادشاہ کے عہد میں تمباکو نوشی حکماً بند تھی۔ مگر باوجود اس مخالفت کے اس
کے رواج کو روز بروز ترقی ہوتی گئی۔ حتیٰ کہ یوروپ اور ایشیا کے قریباً تمام ممالک
میں اس کا رواج ہو گیا۔ ہندوستان میں اس کی آمد عہد اکبری یعنی غالباً سولھویں
صدی میں پرتگیزوں کی بدولت ہوئی۔

دھتورہ - اجوائن خراسانی کی طرح تمباکو بھی ایک نباتاتی دوا ہے جس کو

اطباء اور ڈاکٹر مدتوں تک استعمال کرتے رہے ہیں مگر اب وہ قریب قریب متروک ہو گئی ہے۔ پھر بھی وقت ضرورت طبیب یا ڈاکٹر کی ہدایت کے موافق اس کا دوا استعمال کرنا کچھ بیجا نہیں مگر عادت اس کی وبال جان ہے اور یہی سبب ہے کہ جب کوئی شخص پہلی بار اس کو منہ لگاتا ہے تو اسے متلی پیدا ہوتی ہے۔ سر درد کرتا ہے۔ چکر آنے لگتے ہیں۔ جسم پر پسینہ نمودار ہو کر کمزوری معلوم ہوتی ہے اور دل ڈوبا جاتا ہے۔ گویا یہ سب قدرت کیطرف سے تنبیہی اشارات ہوتے ہیں مگر بھلا حضرت انسان ایسی ویسی ہدایتوں کو کب سمجھنے لگا۔ جب وہ بار بار تمباکو پینے کا عادی ہو جاتا ہے تو قدرت بھی تنبیہات سے فائدہ حاصل ہوتے نہ دیکھکر ہدائتوں کی بجائے تازیانے لگانے شروع کرتی ہے۔ جس کو عام حکیم یا ڈاکٹر درد سر۔ چکر آنا۔ رعشہ۔ لرزہ۔ مرگی۔ ضعف حافظہ۔ سکتہ۔ مراق۔ فالج۔ بیخوابی۔ دیوانگی۔ تاریکی بصارت۔ سرطان۔ کھانسی۔ سل۔ کمزوری وغیرہ سے منسوب کرتے ہیں۔ خدا کی پناہ! ایک تمباکو کو کتنے غلام نادرم خریدہ میسر آتے ہیں۔

"العادۃ طبیعت الثانیہ"

پھر اسکا ترک کرنا مشکل بلکہ قدرے ناممکن ہو جاتا ہے۔ چنانچہ انگلستان کے مشہور شعرا ملٹن اور ٹینی سن اور مشہور فلاسفرز کارلائل اور سپنسر اور امریکہ کے مشہور پادری ہال صاحب وغیرہ وغیرہ تمباکو نوشی کی عادت سے ایسے مغلوب ہوئے کہ مدت العمر اسے ترک نہ کر سکے۔ چنانچہ مسٹر ٹینی سن کی نسبت یہ حکائت مشہور ہے کہ ایک شام کو اس نے تمباکو نوشی کے ترک کر دینے کا عزم بالجزم کر کے اپنا پایپ پھینک دیا مگر اگلی فجر کو بیچارہ اپنے گھر کے پیچھے باغ میں اپنے اسی پرانے پایپ کی تلاش کر رہا تھا ڈاکٹروں نے تمباکو کے زہریلے اجزا کی نسبت بڑی بڑی تحقیقات کی ہے تمباکو کا معمولی طور پر عرق کشید کرنے سے اس میں نکوٹین جو سم قاتل ہے تھوڑی مقدار میں پایا جاتا ہے اور ایک قسم کا روغن بھی پایا جاتا ہے جسے نکوٹین کہتے ہیں ان میں سے ہر ایک کا ایک قطرہ خصوصاً نکوٹین کا ایک معمولی کتے کے ہلاک کرنے کے لئے کافی ہے اور دو قطروں سے بڑے سے بڑا کتا بھی ہلاک ہو جاتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے پرندے تو محض اس کی بو سے ہی مر جاتے ہیں

اگر تیز حرارت پر عرق کشید کیا جاوے تو ایک قسم کا ایمپیرو ٹیک روغن حاصل حاصل ہوتا ہے جو بھورے رنگ کا ہوتا ہے اور جس میں تمباکو جیسی بو ہوتی ہے اس روغن کے بھی ایک دو قطروں سے بلی۔ کتا وغیرہ ہلاک ہو جاتا ہے

مسٹر ہیر و صاحب جو ایک افریقی سیاح ہیں بطور یقین فرماتے ہیں کہ وہاں کے باشندے سانپ کے ہلاک کرنے میں تمباکو استعمال کرتے ہیں۔ یعنی وہ اپنے حقے کی پینے کا ذرا سا میل سانپ کے منہ میں ڈالدیتے ہیں کہ بس اس کی روح چھومنتر ہو جاتی ہے۔ اکثر یہ طریقہ پنجاب کے بعض مقامات میں مروج ہے بقول ڈاکٹر منسی صاحب ۲۰ یا ۳۰ گرین (۱ ماشہ ڈیڑھ ماشہ) تمباکو کا جوشاندہ رفع تشنج کے لئے مکرر کر دینے سے کئی مریض جاں بحق تسلیم ہو گئے۔

کچھ عرصہ ہوا ملک فرانس کی طبی مجلس میں تمباکو نوشی کی کثرت سے اس ملک کے حالات بیان کئے گئے تھے کہ یہاں تمباکو نوشی سے سرطان۔ دیوانگی فالج وغیرہ کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے۔ انگلستان کے ڈاکٹروں کا بھی خیال ہے کہ شراب تمباکو نوشی کی کثرت سے یہاں عصبی امراض خصوصاً فالج کی بڑی بھرمار ہے ملک جرمن کے ڈاکٹروں کا بیان ہے کہ ان کے دلیل میں ۱۸ سے ۳۵ برس کی عمر کے جو لوگ مرتے ہیں ان میں سے نصف محض کثرت تمباکو نوشی کی نذر ہوتے ہیں۔

یوروپ اور امریکہ کے کارخانوں میں یہ بھی مشاہدہ کیا گیا ہے کہ ایسے کارخانوں میں کام کرنیوالے لوگ ضعیف نحیف اور زرد رنگ کے ہو جاتے ہیں۔ لمبی عمر حاصل کرنا تو امر محال سا ہو جاتا ہے۔

عام مزارعین کی شکائت ہے کہ جس زمین میں تمباکو کی کاشت ہوتی ہے وہ زمین بہت کمزور ہو جاتی ہے۔ بھلا پھر جس کے سینے میں تمباکو جلائی جائے اس کی کیا حالت ہوگی۔

تمباکو چار طرح سے استعمال کیا جاتا ہے (۱) ناک کے ذریعہ سے نسوار یا سونگھنی جسکو مغز روشن کہتے ہیں جو واقعی مغز کندن ہے (۲) تمباکو کھانا۔ سرتی چبانا۔ (۳) سگار یا سگریٹ کے طور پر پیتے ہیں (۴) حقہ کا یا سنک۔ یہ طاقت درجہ

بدرجہ گھٹتی جاتی ہے۔

تمباکو کا اثر مضر صحت ہی ہوتا ہے۔ بوڑھوں کی نسبت جوانوں میں اور جوانوں کی نسبت نوجوانوں میں اس کے نقصانات زیادہ محسوس ہوتے ہیں اور چونکہ اس سے جسمی اور دماغی نشو و نما پر بھی بڑا اثر پڑتا ہے۔ اس لیے ۲۲ برس سے کم عمر کے نوجوانوں کو ہرگز اسکا استعمال نہ کرنا چاہئے۔ چنانچہ امریکہ اور یوروپ کے بعض ممالک میں نوجوانوں اور طالب علموں کے لئے تمباکو نوشی قانوناً ممنوع ہے اور اب ہمارے ہندوستان میں بھی خاص کر کے لڑکوں کے لیے سررشتہ تعلیم کی طرف سے اس کے ترک استعمال کے لئے سخت نوٹس ہوئی ہے۔

یہ تو تمباکو کی ذات شریف کی خوبیاں ہوئیں اگر ان کے لوازمات یعنی حقہ وغیرہ کے ایک دوسرے کے استعمال کے نقصانات بیان کئے جائیں تو سچ جانئے کہ اسقدر بحث ہو کہ شاید آپ میرے اس بیان کو پڑھنے کے لئے تیار نہ ملیں۔ اب حضرات ناظرین خود اس بلائے بے درمان سے بچنے کی کوشش کیجئے۔ اگر ڈاکٹر لوگ اس کے نقصانات بیان کرینگے تو میں یہ سمجھونگا کہ آپ :-

ذی ہوش و ذی وقار ہیں انپر بدل نثار
انساں نہ گر ہو شاہد صحت سے ہمکنار
تو پھر دو دن کی زندگی بھی ہو اس کے بدن کو بار

رگھو نرائن لال الہ آباد

تمدن ہند

(گذشتہ سے پیوستہ)

کھینگ کتنی چینی سفیر متعینہ سیام لکھتا ہے کہ سیوڈمی جو فاچین شاہ سیام کا ایک رشتہ دار

سیکس، مولف ہندوستان ہمیں کیا سکھا سکتا ہے، صفحہ ۵۵۔

تھا ۶۳۱ء میں ہندوستان میں آیا۔ واپسی پر اس نے اپنے بادشاہ کو یہ رپوٹ دی کہ "اہل ہند راستباز اور ایماندار ہیں"

"چوتھی صدی عیسوی میں فرائر جارڈ ولنس (ایک پادری) لکھتا ہے کہ ہند کے لوگ سچ بولنے والے ہیں اور انصاف و عدالت میں اعلےٰ درجہ رکھتے ہیں ؎

فاکی چیو جو ہانگ ٹی شہنشاہ چین کا سفیر بنکر ۴۰۵ء میں ہند میں آیا تھا اور امور کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "وہ دہرم کے قول پر اعتماد رکھتے ہیں"۔

ادریسی اپنے جغرافیہ میں جو گیارہویں صدی میں لکھا گیا تھا رقمطراز ہے کہ اہلہند بالطبع انصاف پسند ہیں اور اپنے قول و فعل میں انصاف سے کبھی دست بردار نہیں ہوتے ان کی راسخ عقیدت راستبازی اور اپنے اقرار و معاہدات کی تعمیل و پابندی مشہور خلائق ہے اور ان اوصاف حمیدہ میں وہ ایسے مشہور ہیں کہ خلقت چار کھونٹ سے ان کے ملک میں چلی آتی ہے ؎"

تیرہویں صدی عیسوی میں شمس الدین ابو عبداللہ۔ بدرالزمان کے اس مکالمہ سے اقتباس کرتا ہے:۔

اہل ہند آبادی میں ریت کے والوں کی طرح بہ کثرت ہیں ان میں دغا اور زبردستی بالکل نہیں ہے۔ زندگی اور موت کا انہیں کچھ خوف نہیں ہے ؎

مارکوپولو (۱۳ویں صدی) لکھتا ہے "تمہیں معلوم رہے کہ یہ برہمن دنیا میں سب سے اچھے تجار اور سب سے زیادہ راستگو اور راستباز ہیں۔ کیونکہ وہ دنیا کی کسی چیز کی خاطر بھی جھوٹ نہیں بولینگے ؎"

کمال الدین عبدالرزاق سمرقندی (۱۴۱۳ء تا ۱۴۸۲ء) خو خاقان کی طرف سے کالی کٹ کے راجا اور ودیانگر کے راجا کے دربار میں (۱۴۴۰ء تا ۱۴۴۵ء) سفیر بنکر گیا تھا اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ "اس ملک میں تجار کامل حفظ و امن سے رہتے ہیں"۔

علامہ ابوالفضل لکھتا ہے:۔ ہندو سچائی کے مداح ہیں اور اپنے تمام کاروبار اور تعلقات

؎ میکس مولر ہندوستان۔ وہ ہمیں کیا سکھا سکتا ہے صفحہ ؎

؎ مارکو پولو جلد ۲۔ صفحہ ۳۵۴۔

میں انتہا درجہ کے ایماندار ہیں[۱۱]"

سر جان ملکم لکھتا ہے:- ان میں سچائی ایسی قابل تعریف ہے جیسے ولاوری[۱۲]۔ کرنل سلیمن جس کا اکثر اہل فرنگ کی نسبت اہل ہنود کے چال چلن اور وضع و اخلاق کی واقفیت حاصل کرنے کی زیادہ موقعہ حاصل تھے ہمکو یقین دلاتا ہے کہ دغا و جھوٹ ایک گاؤں کے باشندوں میں بالکل معدوم ہے" اور لکھتا ہے کہ ایسے سینکڑوں مقدمے میرے سامنے پیش ہوئے تھے جن میں ایک شخص کی جائداد آزادی حتیٰ کہ زندگی اس کے جھوٹ بولنے سے بچ جاتی۔ لیکن اُسنے جھوٹ بولنے سے انکار کیا۔ اسپر پروفیسر میکس مولر یہ سوال کرتا ہے۔ کیا بہت سے انگلستان کے جج ایسا کہہ سکتے ہیں[۱۳]"

وہ کونسی دُھری ہے جسپر کہ رامائن کی داستان گردش کرتی ہے۔ وہ کتاب جو کہ آج دن تک ہندو کیرکٹر کے بنانے میں بڑا رسوخ اور سارے ملک ہند میں نہایت ہی جذب و اثر رکھتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ حق پر رہنا اور راستباز رہنا۔ اگر جان بھی جلئے اور جو کچھ اس دنیا میں عزیز اور قریب ہے ضایع ہو جائے۔ سب سے بڑی شخصیت جسے مہابھارت واضح کرتی ہے یعنی بھیشم پتامہ کی زندگی کیا سبق سکھاتی ہے؟ یہ کہ چاہے کچھ ہی ہو سچ اور راستبازی کو نہ چھوڑو۔

پروفیسر میکس مولر لکھتا ہے جن لوگوں کا اہل ہند سے واسطہ پڑتا تھا ان کے نوٹس میں جو چیز سب سے زیادہ آتی تھی یہ تھی کہ سچ کی محبت اُنکے قومی کیرکٹر کا نمایاں نشان تھا۔ کسی نے کبھی اُنپر جھوٹ کا الزام نہیں لگایا۔ اس کی یقیناً کوئی وجہ ہوگی کیونکہ یہ رائے کوئی ایسی رائے نہیں ہے جو کہ سیاح ایک غیر قوم کی نسبت ہمیشہ ظاہر کریں یعنی کہ وہاں کے باشندے ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ ہمارے ملک میں بھی کبھی ایسا نہیں ہوا۔ فرانس کے انگریزی سیاحوں کے حالات کو پڑھو تو تمکو معلوم ہوگا کہ ان میں اہل فرانس کی ایمانداری اور راستگوئی کا برائے نام ذکر ہے اس کے مقابل میں انگلستان کی نسبت فرانس والے بُرے الفاظ میں ہی ذکر کرتے ہیں[۱۴]

---

[۱۴] میکس مولر الخ۔ ۔ شے الیٹ صاحب کی تواریخ ہند جلد ۱ صفحہ ۸۰۔

لیکن صرف راستبازی ہی کے لئے ہنود شہرہ آفاق نہیں تھے۔ ان کی فیاضی تحمل۔ صاف دلی۔ ذہانت۔ تواضع۔ باوفائی۔ انکسار۔ زہد و اتقا۔ علم سے محبت جفاکشی جلادت اور عزت اور ایمانداری کی ایک زبردست حس اب تک مشہور عالم ہے۔[۸]

"میگس تھینیز نے غلامی کی عدم موجودگی۔ عورتوں کی عصمت شعاری اور مردوں کی دلاوری ہندیں دیکھکر بڑی تعریف کی۔ دلاوری اور شجاعت میں وہ تمام ایشائی قوموں سے بڑھ چڑھ کر تھے۔ پرہیزگار۔ شاذ و نادر مقدمہ کرنیوالے اور اپنے دیسی راجاؤں کی ماتحتی میں امن سے رہتے تھے"[۹]

باریک اور جزرس مورخ علامہ ابوالفضل رقمطراز ہے: "ہندو لوگ سدہرمی۔ ملنساری۔ اجنبی کی تواضع کرنیوالے۔ بشاش رہنیوالے۔ علم و عقل کے فریفتہ الضماف پسند۔ بیوپار میں سیانے۔ احسان ماننے والے۔ حق پسند اور اپنے بر تاؤ اور اقرار میں حد درجے کے پابند۔ اور پامدار ہیں۔"[۱۰]

کرنل ڈکسن اسی پر توضیح کرتے ہیں کہتے ہیں کہ ان کی دعدہ وفائی۔ راستبازی ایمانداری و دیانتداری۔ ان کی جلاوت اور بہادری۔ ان کی سیدھی سادھی وفاداری اور اعلےٰ ترین درجے کی اور دلپر اثر کرنیوالی جانثاری جب کہ بات اپنپر چھوڑ دیجائے قابل تعریف ہے۔"[۱۱]

نیبور لکھتا ہے کہ "اہل ہند دنیا کی قوموں میں سب سے بڑھکر بے تعصب قوم ہیں اور اسکا قول ہے کہ وہ رحمدل۔ نیکوکار۔ محنتی ہیں۔ اور شائد تمام نوع انسان میں وہی ایسے ہیں جو انسانوں کو سب سے کم دکھ دیتے ہیں۔"

ہندوؤں کا اعلیٰ اور ستھرا چال چلن۔ بیغرضانہ جان نثاری اور کمال محبت انکے لئے جو دوست یا اقربا ہوں۔ مہاراجہ جاہنسٹر کی زندگی کے اس تاریخی انکار سے

---

[۸] میکس مولر کا ہندوستان۔ وہ ہمیں کیا سکھا سکتا ہے صفحہ ۲۷۵ ۔ [۹] مارکوپولو جلد ۲ صفحہ ۳۵۰

[۱۰] ٹاڈ صاحب کا وقائع راجپوتانہ جلد ۱ صفحہ ۶۴۳۔ [۱۱] جیمس مل کی تواریخ ہند جلد ۱ صفحہ ۵۲۳

[۱۲] میکس مولر کی کتاب "ہندوستان ہمکو کیا سکھاتا ہے" صفحہ ۵۰ [۱۳] میکس مولر ایضاً

[۱۴] سر ولیم ہنٹر کا گزیٹر جلد ۲۶۶ ۔ [۱۵] پادری ہارس لکھتا ہے: شودر کسی معنی میں غلام نہیں ہیں اور نہ کبھی وہ ایسے ہو سکتے تھے۔ ہند میں ہر جماعت کو آزاد باشندے دیکھکر اہل یونان بہت حیران ہوئے۔ مذاہب دنیا صفحہ ۴۳ وغیرہ

شرح پالی ہے جو اپنے مکتی کے قبول کرنے سے کیا جبکہ اس کی بیوی اور بھائی سورگ کے باہر بیٹھے تھے۔ مہابھارت میں درج ہے :۔
یکایک ایک ایسا شبد ہوا جو زمین و آسمان میں گونج گیا۔ اور اندر اپنے بِوان پر سوار ہو کر نمودار ہوا۔ اسنے مہاراجہ سے پکار کر کہا آؤ اس بِوان پر سوار ہو جاؤ۔ اسوقت جدھشٹر نے پیچھے مڑ کر اپنے گرے ہوئے بھائیوں پر نظر ڈالی اور ایک دردناک لہجے میں اندر سے کہا۔ میرے بھائیوں کو بھی میرے ساتھ چلنے دو جو وہاں گرے پڑے ہیں۔ اے اندر میں تیرے بیکنٹھ میں نہیں جاؤں گا۔ اگر وہ وہاں میرے ساتھ نہ ہوں۔ اور مہا سندر شہزادی دروپدی پڑی ہے جو پوری مستحق ہے وہ بھی ہمارے ساتھ چلے!"

سر مونیر ولیمس[۱] لکھتا ہے: "دیسی لوگ کبھی ارادتاً جان ضائع نہیں کرتے وہ ایک انگریز کے جوش و خروش میں جو برسات کے بعد کھلے دن کو شکار مارنے کے لئے اٹھتا ہے کبھی شریک نہیں ہوتے۔ اور نے مخلوقات کے حق میں ان کا طرز عمل یہ اصول رکھتا ہے کہ خود جیو اور دوسروں کو جینے دو"

مسٹر الفنسٹن لکھتا ہے[۲]: "یہ بالعموم بے ضرر اور محنتی آدمی ہیں اپنے خاندان سے پیار رکھتے ہیں۔ ہمسایوں کے ساتھ مہربانی کرتے ہیں اور گورنمنٹ کے سوا سب سے خلوص دلی برتتے ہیں"

۱۸۱۳ء میں انگلستان کی پارلیمنٹ کے روبرو شہادت دیتے ہوئے مسٹر سر لے نے کہا تھا[۳]: "ہندوؤں کے مزاج نرم اور حلیم ہیں۔ انکا عام چلن شائستہ اور شستہ ہے وہ خاندانی تعلقات میں مہربانی محبت رکھنے والے ہیں۔

کپتان سِڈنی سمتھ کا قول ہے کہ: ہندوؤں کا عام چال چلن انکساری کا ہے۔ وہ تربیت پسند، پرہیزگار بے ضرر اور بڑی محبت اور جان نثاری اور وفاداری کا وصف

---

[۱] موجودہ ہند اور ہندوستانی صفحہ ۴۳

[۲] الفنسٹن کی تواریخ ہند صفحہ ۱۹۹

[۳] جیمس مل کی تواریخ ہند جلد صفحہ ۵۲۳

رکھتے ہیں۔ تیز فہم۔ دانا اور جری و مستعد ہیں۔ عموماً وہ ہاتھا اور ایماندار اور راستباز ہیں۔ اور ایسے التزام اور خلوص سے بڑا کار اور فیاضی کے فرائض انجام دیتے ہیں جیسے کہ کوئی اور قوم جس سے میں واقف ہوں"۔

ایبی ڈیو بائی لکھتا ہے:"۔ اپنے آپس میں سوشل فرائض کے انجام دینے کے کام میں ہندوؤں میں کسی ترقی یا اصلاح کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ اس امر کو اہل یورپ کے برابر یا شاید ان سے بہتر سمجھتے ہیں"۔

سرجان میلکم لکھتا ہے :۔ جس وقت سے تم بہار میں داخل ہو تو تم دیکھو گے کہ ہندو باشندے عموماً ایسے ہیں کہ بلند قامت اور مضبوط جسمانی بناوٹ میں اتنے ممتاز نہیں ہیں کہ جتنے دل کے بعض اعلیٰ ترین اوصاف میں ہیں۔ وہ جوانمرد فیاض رحمدل ہیں۔ اور ان کی راستبازی ایسی ہی نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ جیسے ان کی شجاعت بعد کی تحقیقات اور مقابلہ سے عزت اور ایمانداری کی جس کے متعلق اس کی یہ رائے ہوئی تھی کہ :۔ اس کے اعلےٰ درجہ پر عمل کرنے کی ایسی بیشمار مثالیں میرے مشاہدہ میں آئی ہیں کہ انگلستان میں انکو بجائے تواریخ کے دفتر کے داستانوں کے صفحات کی زینت سمجھا جانے کا ظن غالب ہے۔ ان کی عقیدتمندی اور باوفائی یہانتک پہونچی ہوئی ہے کہ جہانتک میری واقفیت اور تحقیقات ہے میرے خیال میں عام طور پر رائے دیتے ہوئے یہ کہنا ٹھیک ہے کہ دنیا کی کسی قوم پر ان سے زیادہ بھروسہ نہیں رکھ سکتے"۔

سرٹامس منرو نے اس سوال کے جواب میں کہ آیا اس کا خیال ہے کہ انگلستان کے ساتھ تجارت کھولدینے سے ہندوؤں کی تہذیب اور تمدن میں ترقی ہوگی یہ کہا تھا کہ میں قطعی نہیں سمجھا کہ ہندوؤں کی تہذیب اور تمدن سے کیا مراد ہے؟ عمدہ گورنمنٹ طرز حکومت کے خیالی اصول اور عمل کی صلح میں اور ایک ایسی تعلیم میں جو تعصب اور توہم کو دور کرکے ذہن کو ہر قسم کی واقفیت کے لئے آزاد کر دیتی ہے وہ اہل یورپ سے کم ہیں لیکن اگر زراعت کا ایک عمدہ طریق صنعتکاری کا بنظیر ہنر ان اشیاء کے پیدا کرنے کی قابلیت جو ضروری آرام اور عیش و عشرت کے لئے درکار ہیں لکھنے پڑھنے اور حساب کتاب کے لئے گاؤں گاؤں مدرسے کھولنے ۲۰ ہر ایک فرد میں مہمان

نوازی اور سخاوت کی عام عادت ہونا اور سب سے زیادہ تر عورتوں کے ساتھ اعتبار عزت اور محبت کا برتاؤ کرنا۔ اگر یہ اوصاف مہذب لوگوں کی علامتوں میں سے ہیں تو ہندو یوروپ کی کسی قوم سے ہیٹے نہیں ہیں۔ اور اگر تہذیب اور تمدن ان دو ملکوں میں ایک جنس تجارت ہو جائے تو مجھے پورا الیقین ہے کہ یہ ملک اس بدیشی مال کی درآمد سے فائدہ میں رہے گا۔"

پروفیسر میکس مولر لکھتا ہے کم سے کم پچھلے بیس سالوں میں مجھے ہندوستانی طالب علموں کو ایسی حالتوں میں دیکھنے کے بعض ایسے موقعے ملے ہیں کہ جن میں آدمی کا اصلی کیرکٹر تاڑ جانا مشکل نہیں ہوتا۔ میری مراد ہے کہ علمی کاموں میں یا علمی مباحثوں اور مناظروں میں میں نے انکو اپنے آپس میں اور یورپین طالب علموں کیساتھ ایسے مباحثے کرتے ہوئے غور سے دیکھا ہے اور میں یہ کہنا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اُنہوں نے بغیر ایک استثنا کے سچ کی عزت اور اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر فیاضدلی اور جوانمردی کا وصف جو کہ ہم یوروپ اور امریکہ میں دیکھنے کے عادی ہیں ظاہر کیا ہے۔ اُنہوں نے دخشت کے بغیر طاقت اور مضبوطی دکھائی ہے۔ جب وہ غلطی پر ہوتے تو فوراً اپنی غلطی تسلیم کر لیتے جب وہ ٹھیک ہوتے تو اپنے یورپین مدمقابل پر کبھی حقارت باطن کی نظر نہ ڈالتے۔ معدودے چند صورتوں کے سوا جو مستثنیات میں داخل ہیں کبھی ان سے ایسی باتیں سرزد نہ ہوئیں جیسے دروغ مصلحت آمیز خاص عذر معذرت جھوٹ بولنا اور یقیناً وہ مکاری جو متعلموں میں ہوتی ہے یعنی کہ ایک منشی جان بوجھ کر ایک غلط بات صحیح دکھا کر لکھتا اور شائع کرتا ہے اور پھر اپنی کامیابی اور چالبازی پر فخر کرتا ہے۔ اس معاملہ میں بھی ہم بدیشی جنس کی درآمد سے مستفید ہو سکتے ہیں۔"
میں یہ اور کہنا چاہتا ہوں کہ انگریز سوداگروں نے مجھ سے بارہا کہا ہے کہ بیوپاری اخلاق اور ایمانداری ہر دوسرے ملک کی نسبت ہندوستان میں اعلیٰ ترین ہے اور یہ کہ دیہاتی

ا؎ بنگال میں ۸۰ ہزار مدرسے تھے اگرچہ اکثر چھوٹے چھوٹے تھے ۱۸۳۵ء کی سرکاری رپورٹ کے بموجب ہر چار سو باشندوں کے لئے ایک دیہاتی مدرسہ تھا پادریوں کا اخبار مشنری رجسٹر، جلد ۹ صفحہ ۱۹۳ ۱۸۳۰ء

مشکل سے کوئی ہندی پڑھے بغیر رہتی ہے"۔

ہندوستان کا اول گورنر جنرل وارن ہسٹنگز لکھتا ہے:- "ہندو رحمدل فیض رساں اس عنایت کے لئے جو ان سے کی جاوے زیادہ شکر گذار ہیں بہ نسبت اس برائی کا انتقام لینے کے جو ان سے کی جاوے۔ اور جذبات انسانی کے اسفل خصائص سے ایسے ہی آزاد ہیں جیسے کہ کوئی اور قوم روئے زمین پر ہو سکتی وہ باوفا اور محبت رکھنے والے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ (مارچ ۱۸۱۳ء میں پارلیمنٹ کے روبرو شہادت۔)

لبٹپ (لاٹ پادری) ہیبر فرماتا ہے:- "یہ کہ ہندو ایک مہذب قوم کو کسی ضروری شق میں ناقص ہیں ایک ایسا دعوےٰ ہے جو میں یقین سے کہتا ہوں کہ اس آدمی کا ہو سکتا ہے جو کبھی انہیں رہا نہیں"[۲۱]۔ پھر لکھتا ہے یقیناً وہ بالطبع رحمدل خوش آیند اور زیرک قوم ہیں۔ وہ پرہیزگار متقی۔ جز رس ہیں۔ اور جب کوئی مدعا نظر آئے۔ (یعنی محنت سے حاصل ہوتا سوجھے) تو وہ نہایت محنتی اور مستقل مزاج ہیں"[۲۲]۔ "یہ لوگ بڑے دلاور اور سورما ہیں خلیق۔ ملنسار۔ زیرک۔ اور واقفیت و ترقی کے بڑے شائق ہیں۔ جیومٹری (   ) اور ہیئت وغیرہ علوم سے خاص مناسبت رکھتے ہیں۔ اور کسی ہنر مثل تصویر کشی بت یا سنگ تراشی کا بڑا شوق رکھتے ہیں۔ والدین کے بڑے مطیع اور خدمت گذار ہیں۔ بچوں پر شفیق ہیں اور اس مہربانی اور توجہ کے لئے جو ان پر کیجائے اتنے مشکور ہوتے ہیں کہ کوئی اور قوم نہیں ہوتی جس سے مجھے سابقہ پڑا ہے"[۲۳]

آگے چلکر یہی مہاتما پھر لکھتے ہیں:- "میں نے ہندوستان میں ایک ایسی قوم دیکھی جو شریف و رحمدل زاہدانہ عادات رکھنے والی اور جبلی قابلیت اور باریک بینی رکھنیوالی قوم ہے۔ اور جو ان اوصاف میں نوع انسان کے معمولی معیار سے بہت زیادہ ہے"۔

کلکتہ کی ٹکسال (دار الضرب) کے کاریگروں اور مزدوروں کی نسبت پروفیسر ولسن لکھتے ہیں کہ:- "وہ اعلیٰ درجہ کی بالغ نظر دکمال رکھنیوالی (اور تربیت

[۲۱] جرنل جلد ۲ صفحہ ۳۸۲ [۲۲] الضاً [۲۳] صفحہ ۳۶۹ الضاً

پسند ہیں۔ سفاہت یا غلامانہ فروتنی سے بعض ان میں نہایت خلوص اور صاف دلی موجود ہے۔ اور مجھے یہ کہنا چاہیئے کہ جس صورت میں۔ بلا تخولیف کے اعتبار سے کام لیا جائے (یعنی ان کے اعتبار پر چھوڑ دیا جائے) تو ثابت ہوگا کہ با ایمانی اور صاف دلی ہندوستانی کیرکٹر کا عالمگیر نشان ہے۔ بڑے ہے لکھے آدمیوں میں بھی محنت شعاری۔ زیرکی۔ بشاشت اور خلوص دلی کے ایسے ہی اوصاف دیکھے بالخاص ہندوؤں کے اخلاق میں معصومانہ سادگی کی ایک خاص کیفیت تھی اور نئی زندگی کے طریقوں اور کاروبار سے کلی ناواقفیت رکھتے ہیں[1] اس میں شک نہیں کہ دیسیوں کے ذہنی قوار اوائل عمر میں یوروپ والوں کی نسبت بہت زیادہ بڑھے ہیں اور یہاں بالعموم بہ نسبت انگریزی سکولوں کے لڑکے سمجھ بوجھ میں زیادہ تیز ہوتے ہیں اور اپنے کام میں زیادہ دل لگاتے ہیں۔ شریفوں اور امیروں میں بہت سے موقعے شائستہ برتاؤ صاف گوئی اور بیدار مغزی خیال کی وسعت اور فیاضی اور اصول کی آزادی دیکھنے کے پیش آئے یعنی ایسے اوصاف پائے گئے جو دنیا کے ہر ایک ملک میں انہیں جنٹلمین (شریف) کا لقب دلاتے ہے[2]

ہندوؤں کے بچے یورپ کے بچوں کی نسبت زیادہ تیز فہم ہیں۔ بارہ اور تیرہ برس کے لڑکوں کی دماغی قابلیت اکثر حیرت انگیز ہوتی ہے۔

سر ٹامس منرو۔ سر سر اور اہل الرائے جن کی رائیوں سے اوپر اقتباس کیا گیا ہے بقول پروفیسر ولسن کے ایک ایسے آدمی تھے جو دانائی اور حیثیت دونوں میں اعلےٰ تھے۔ اور انہیں مشاہدے اور تجربے کے بڑے موقعے میسر تھے اور ان موقعوں کو استعمال کرنے کی قابلیت رکھتے تھے۔ ہند کی زبان اور ادب سے انہیں پوری واقفیت تھی اور دیسی باشندوں سے ان کے قریبی تعلقات تھے

[1] جتنا زیادہ عرصہ ایک صوبہ ہمارے قبضہ میں رہتا اتنی ہی زیادہ عام اور شدید حلف دروغی وہاں ہو جاتی ہو" سر جارج کیمبل مقتبسہ ہند کے مشرقی مذاہب" صفحہ ۲۸۰ [2] مل کی تواریخ ہند جلد ا صفحہ ۲۳ و ۲۳
[3] مل کی تواریخ ہند مرتبہ پروفیسر ولسن [4] حال کا ہند اور اہل ہند صفحہ ۸۸ و ۱۲۸۔ [5] الفنسٹن صاحب کی تواریخ ہند صفحہ ۳۷ و ۱۸۹ [6] مشہور عالم چارلس ڈارون اپنی بحری سیاحت کے حالات میں پورٹ لوئی

اور بھی بہت سے عمدہ اور قطعی وسائل جن سے کہ ولیسیوں کے اخلاق اور کیرکٹر کی نسبت رائے قائم کی جاسکتی ہے اور یہ لوگ رائے صائب اور بیدار مغزی رکھتے تھے۔

فارس میں آریونکا راجیہ

ویلفورڈ صاحب ایشاٹک ریسرچز کی پچاسویں جلد میں لکھتے ہیں کہ فارس کا قدیم فن تعمیر ہندوستان کی کاریگری سے بہت مشابہ ہے۔ نیبور نامی ایک جرمن سیاح نے فارس کے شہر ایشافر کے کھنڈرات میں کئی ایک پتھر کے کتبے پائے ہیں یہ سب ہندوستانی حرفوں ارتھات آریہ ورت کے اکشروں میں ہیں۔ ٹوٹے پھوٹے جمشید شہر میں بھی ہندوستانی حکومت کے نشانات پائے جاتے ہیں۔ ہندوستان کی طرح یہاں بھی گرہوں وغیرہ کی پوجا رائج تھی۔ فارس کے مورخ محسن نے لکھا ہے کہ وہاں کے پہلے راجہ کا نام مہ آباد تھا یہ لفظ یقیناً سنسکرت الاصل ہے۔ مہ آباد نے اپنی رعایا کو جن چار حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا ان کے نام یہ ہیں:۔ مذہبی (برہمن)، جنگی (کشتریہ)، تجارتی (ویش)، غلام (شودریہ) اس نے پرمیشور سے دیو بھاشا (سنسکرت) میں لکھی ہوئی ایک کتاب پائی تھی اسکا نام دساتیر ہے۔ ژند اور سنسکرت کی ساخت بہت کچھ ملتی جلتی ہے۔ اس سے ایران اور ہندوستان کا رشتہ ظاہر ہے۔ ابن ارلبتہ کے قول کے بموجب ملک خطا میں جو حروف بھی رائج تھے وہ بالکل سنسکرت کے حروف سے ملتے تھے اسنے ان حروف کا نام "دیوارجن" لکھا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ یہ دیوناگری لفظ کا عربی میں دوسرا نام ہو بعض محقق خطا۔ کاتے اور چین کو ایک ہی سمجھتے ہیں۔

ہیوٹ صاحب اپنی کتاب موسومہ "ہندوستان کے غیر تاریخی زمانہ کے حکمران"

نسبت لکھتے ہیں کہ جو قوم کہ راجپوتوں نے ملک سندھ کو فتح کر کے افغانستان ۔
بلوچستان اور فارس میں اپنا سکہ جمایا تھا۔ ان ممالک میں ان لوگوں نے بالترتیب
گندھار (قندہار) واہلیک (بلخ) اور سوشین نامی سلطنتیں قائم کی تھیں
ہند میں سکندر اعظم کے حملہ نامی کتاب کے مصنف مکنڈانل صاحب کی رائے
ہے کہ ٹکسلا شہر کے رہنے والے کلیان نام کے جس پنڈت کو سکندر اپنے ساتھ
لیگیا تھا اس نے سوشین میں خودکشی کی تھی۔ لیکن پلوٹارک اپنی بنائی ہوئی
سکندر کی تاریخ عمری میں لکھتا ہے کہ پرس پولیس شہر میں اس نے خودکشی کی
تھی۔ اس کلیان پنڈت کا ذکر سترابو۔ ایرین۔ لوشین وغیرہ بھی مورخوں کی
کتابوں میں پایا جاتا ہے ۔

لونڈا ہشش کتاب میں ترکستان اور چین کے درمیان کے راجیہ کا نام لوک .
ستھان لکھا ہے۔ اس راج کے ایک شہر کا نام خودنراس تھا جو ٹنڈاوستھا میں
بدلکر داز تھ ہوگیا ہے۔ یہاں کے راجہ کا نام اگنی ارتھ یا گودلش تھا
اس کے باپ کا نام لیشانگ تھا۔ ہماری سمجھ میں یہ سب نام سنسکرت الاصل ہیں ۔
مشہور چینی سیاح ہوانس سانگ نے فارس کے دارالحکومت کا نام سوراستھان
لکھا ہے یہ بھی سنسکرت کا لفظ معلوم ہوتا ہے متس پران میں لکھا ہے کہ
مگدھ۔ کوشک اور گوتم بنش والوں کا راج شاک دیپ میں تھا کسی کسی
محقق کی رائے ہے کہ گودلس راجہ گوتم بنشی تھا۔

فارس کے بہت سے راجاؤں کے نام بھی سنسکرت کے معلوم ہوتے ہیں
مثلاً اریمنس (آریہ) جس نے ۲۵۰ برس قبل مسیح کے پارتھین راجیہ قائم کیا
تھا۔ پاگورس (بھگوت) اور سیروز (سوریہ) وغیرہ وغیرہ

یونان کے مورخ بیروسس اور ولسوولیس کہتے ہیں کہ کابل راجہ کے میدین
ولنش کے پہلے راجہ کا نام زوراسٹر تھا۔ یہ سنہ عیسوی سے ۲۲۳۴ برس پہلے
ہوا تھا۔ پروفیسر میکس مولر کی رائے ہے کہ زردشتی کسی وقت ہندوستانی
قوم تھے۔ کچھ دن بعد ان بن ہونے کے سبب اپنے ملک ہندوستان کو چھوڑ
کر یہ لوگ فارس میں جا بسے تھے۔ یہاں ان کے پیشوا یا مقنن زراسٹر نے

۵۰۰ برس قبل مسیح سے ویدک دہرم کے خلاف ژروسٹرین مت کا پرچار کیا
یہ لوگ دیو کی نفرت کر کے اسر یا اہر کی پوجا کرنے لگے باوجود اس کے
وہ ہندوستانی آریوں کو یکلخت علیحدہ نہ کر سکے۔ ان کی سب سے پرانی گاتھا"
ہندوستانی ہونے کا اعلان کر رہی ہے۔ ڈاکٹر ہاگ صاحب کی رائے ہے
کہ ان کی سب سے پرانی گاتھائیں عیسیٰ سے پندرہ سو برس پہلے کی بنی ہوئی ہیں
ایک گاتھا کا نام ہے وہشت سنتو (یعنی وسہت سنتر) دوسری گاتھا کا نام
یان ہے۔ اس میں کھانوں کے پکانے اور کھانے پینے کی چیزوں کا ذکر ہے
ان لوگوں کے دہرم شاستر کا نام بنیادام ہے اور مناجات کی کتاب کا نام گاہ ہے
زردشت کا نام بہت جگہ انشتم (انشرم) لکھا ہے۔ سنسکرت کے بہت لفظ ژندی
زبان میں ہیں جیسے ہوم (سوم) لیشاکم اھر مجد (اسر سیگمہ) دیو (دیو) مہر (متر)
اہرمن (آریہ من) لومیک (لوک راج) ملبک راج کا ذکر مہابھارت میں بھی
ہے۔ ہندوستان سے اور تعلقات چھوڑ دینے پر بھی یہ لوگ دہرم اور زبان کا
تعلق نہ چھوڑ سکے۔ ہندوستانی راجاؤں کے بعد کو موز نام ایک راجہ عیسیٰ سے
۲۳۰۰ برس پہلے ہوا تھا یہ اسیرین نسل کا تھا۔ اس خاندان کے آخری راجہ کے
وقت تک فارس میں سشیش ناگ کی پوجا ہوتی تھی۔ عبرانی زبان میں سشیش
ناگ کو شیش آہ یا اہن کہتے ہیں۔ عبرانی زبان سے راما نام کے ایک
راجا کا قصہ ہے۔ وہ کشن اور شیوا نام کے دو بیٹوں کا باپ تھا کتنے ہی لوگوں کا
خیال ہے کہ یہ بجز راجہ رام چندر کے جو اولاد کُش کے باپ تھے اور کوئی نہیں
ان سب باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستانی آریہ لوگ فارس۔ عرب۔
پلسٹائن (فلسطین) یونان مصر وغیرہ ملکوں کو فتح کر کے جا بسے تھے۔ فرجیا ملک
کے رہنے والے اپنے کو اگنی کی اولاد کہتے تھے۔ ہیورٹ صاحب کا قول ہے
کہ فرجیا کے گرگو دلش اور وورین لوگ دروان بنش کے تھے۔ ہمفریز صاحب نے
دی آرٹ آف رائٹنگ نامی کتاب میں لکھا ہے کہ پرانے مصر والوں نے
ہندوستانیوں کے میل سے ایک مخلوط قوم پیدا کی تھی۔ ہندوستانیوں اور
مصر والوں کے اختلافات ذات بھی تقریباً ایک ہی قسم کے تھے۔" انڈیا ان گریس"

نامی کتاب میں بھی اس کی تائید کی گئی ہے
پربلیہ صاحب نے الیشاٹک سرچز میں ایک روایت لکھی ہے اسکا خلاصہ یہ ہے
کہ ہندوستانی آریہ لوگ خلیج فارس اور وسطی سمندر کو پار کر کے یوروپ گئے تھے
رومن اور یونانی انہیں کی نسل ہیں۔ اسٹرایبو اور ہیروڈٹ ولسن نے بھی اس کی
تائید کی ہے۔ مشہور مورخ لوشیین لکھتا ہے کہ آریہ لوگ سیریا تک جاتے تھے
اس راج کا پورانک نام مہا بھاگ ہے۔ اسٹرالو نے لکھا ہے کہ ٹاگریس ندی
کے کنارے انا بیا دیوی کا ایک مندر ہے۔ کرنیلیس نیپس کا قول ہے کہ ہندو
بحیرہ بالٹک تک راج پھیلایا تھا۔ رولنسن صاحب کا قول ہے کہ ہندوکش
سے لیکر خلیج فارس تک کا راج بھی کسوقت ہندوؤں کے قبضہ میں تھا۔ اور
گوت سُپ منس ۲۰۵۰ قبل مسیح تک بڑھے تھے (ترجمہ از سرسوتی)
رام

موجودہ زمانہ کی سب سے بڑی ضرورت

آجکل ترقی۔ تہذیب اور روشنی کا زمانہ گنا جاتا ہے۔ اور دن بدن اسقدر سامان
انسان کے آرام کے لئے مہیا کئے جاتے ہیں کہ بڑی سے بڑی جاہ و حشمت کے
رکھنے والے بھی موجودہ تہذیب کے ضروری لوازمات اکٹھے نہیں کر سکتے۔ کیا
ایسی صورت میں جبکہ ضروریات پہلے ہی لوگوں کو تنگ کر رہی ہیں کسی نئی
ضرورت کے مہیا کرنے کی گنجائش ہے۔
غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ اسوقت بھی لوگ ایک ایسی کمی کو محسوس کر رہے ہیں جسکی
وجہ سے جملہ سامانوں کی موجودگی میں اصلی راحت انسان کو مہیا نہیں ہے۔ دنیاوی
جائداد لوگ رکھتے ہوئے محسوس کرتے ہیں کہ ان کی شاریرک۔ سماجک اور
آتمک اوستھا گر رہی ہے۔
ہماری موجودہ ترقی اور روشنی کا اصلی مدعا تو یہی ہے کہ ہمیں کسی پرکار کا دکھ نہ ہو

اور ہم اصلی آنند کو حاصل کریں۔ مگر غایت درجہ کی ہاہاکار اور جدوجہد کے بعد بھی حالت میں کسی قسم کی تبدیلی نظر نہیں آتی۔

اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ ہم جن چیزوں کو اپنے لئے پیاری اور سکھ دینے والی خیال کر رہے ہیں وہ اصل میں دکھ اور تکلیف کے پیدا کرنے والی ہیں۔ ہماری بعینہ ویسی ہی صورت ہے جیسا کہ آگ میں اگر تیل یا گھی آگ کو بجھانے کے لئے ڈالا جاوے تو نتیجہ برعکس پیدا ہوگا کیونکہ تیل یا گھی کے ذریعہ سے آگ زیادہ مشتعل ہوتی ہے آگ کو بجھانے کے لئے دیگر ذرائع کے استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔

دنیا میں ہر ایک فرد بشر سمجھتا ہے کہ دنیا کی عزت حاصل کرنے کے لئے دھن کا جمع کرنا ضروری ہے۔ دھن اکٹھا کرنے کے لئے انسان ہر ایک جائز اور ناجائز طریقہ کو استعمال میں لاتا ہے۔ اسنے اپنی زندگی کا ادیش صرف یہی سمجھ رکھا ہے کہ جسقدر زیادہ سے زیادہ دھن اکٹھا کر لیا جاوے اتنا ہی کم ہے۔ عام طور پر دھن کو ہی تمام ضروریات پورا کرنے کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ مگر جو دھن صرف روپیہ اکٹھا کرنے کی غرض سے کمایا جاتا ہے وہ کبھی انسان کے لئے فائدہ مند ثابت نہیں ہوتا۔ دھن ایک طاقت ہے جو انسان کے ہاتھ میں کم سمجھی سے اس کی ہلاکت اور تباہی کا باعث بنجاتی ہے۔

غرور۔ ابھیمان۔ ظلم۔ جہالت۔ دھن کے ناجائز استعمال کے ضروری لوازمات ہیں۔ کیا دولتمند آدمی دنیا میں واقعی اس آنند کو حاصل کر سکتا ہے۔ جسکو وہ ہمیشہ سے دولت کے ہونے کی صورت میں حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس کی خوشامد کرنے کے لئے اس کے چاروں طرف خوشامدیوں کا جمگھٹا تو بیشک لگا رہتا ہے مگر جو کوئی شخص اس کے پاس ادے گا صرف اپنی خود غرضی کو لیکر آوے گا۔ دولتمند کا در اصل دنیا میں کوئی بھی دوست نہیں ہے۔ مثل مشہور ہے کہ مصیبت زدہ انسان ہی اپنے سچے دوست کی آزمائش کر سکتا ہے مگر دولتمند کو کبھی اپنے دوستوں کی آزمائش کا قابل قدر موقعہ نصیب ہی نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے اس کے دوست ایسے سامان مہیا کرتے رہتے جس سے انہیں خوب ہاتھ رنگنے کا موقعہ ملتا رہے۔ یہی باعث ہے کہ دھن والوں کے ہاں ہمیشہ شراب کباب ناچ اور رنگ کے تماشے ہوتے

رہے ہیں۔ لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ سب سامان انجام کار بیماری اور تکلیف کو پیدا کرنے والے ہیں مگر یہاں سمجھانیوالا کوئی نہیں۔ پرماتما کیطرف سے انسان کے اندر ایک قدرتی تھوڑا سا اور شنکا موجود ہے جو ہر ایک گرنے کے موقعہ پر روشنی کے مینار کا کام دیتی ہے۔ مگر آہستہ آہستہ پاپ کی زندگی بسر کرتے ہوئے انسان اس قدرتی آواز کو سن ہی نہیں سکتا۔

کم و بیش ہر ایک شخص دنیاوی خواہشات کی پرلوبھنوں میں پڑکر زندگی کے اصلی اودیش کو بھول جاتا ہے۔ اس لئے مہرشی جی نے دولت یا دھن کو عزت اور رتبہ کی معیار قرار نہیں دیا اور نہ ہی اس بزرگ رشی نے دنیاوی جائداد کو ہی اکٹھا کرتے رہنا زندگی کا پرم اودیش ٹھہرایا تھا۔

آشرم اور ورن بیوستھا کا قیام بھی آجکل تہذیب کے زمانہ کیطرح دولت کے آشرے پر نہیں تھا بلکہ فرائض کی پابندی پر ہی اس برقرار رکھنے کی بابت بار بار ہدایت آچار یعنی نیک چلنی کو عمر۔ اولاد۔ دولت اور نیکی کے حاصل کرنے کا ذریعہ مہرشی منو نے کہا ہے۔ اور درآچار سے نتا دکھ بھاگ۔ بیماری اور کم عمری حاصل ہوتی بتلائی گئی ہے۔

دراصل مہرشی منو نے جو کچھ کہا ہے لفظ بلفظ درست ہے۔ کون شخص جو تجربہ بھی اس امر کے راست ہونے کی شہادت نہ دے سکتا ہو۔ مگر دنیا کے پرلوبھن انسان کو بڑی سے بڑی سچائیوں کے محسوس کرنے سے بھی روکتے ہیں اس لئے گیتا میں سری کرشن نے اپدیش کیا ہے کہ دنیا میں دو قسم کی جائدادیں ہیں جو لوگ اکٹھی کیا کرتے ہیں۔ ایک تو دیوی سمپدا (نیکی کی دولت اور دوسری آسری سمپدا (بدی کی دولت) دیوی سمپدا حاصل کرنا انسان کے لئے اشد ضروری ہے۔ کیونکہ اس کے بنا دنیا اور عقبےٰ میں سرخروئی حاصل نہیں کر سکتا بلکہ غلطی سے لوگ آسری سمپدا کے لئے سرگردان رہتے ہیں۔ نیکی کی زندگی بسر کرنا اور دنیا میں پرماتما اور آتما کو سمجھتے ہوئے دھرم پوربک جیون بسر کرنا دیوی سمپدا کو حاصل کرنا ہے اور پرماتما اور آتما کو جواب دیکر دھرم سے لاپرواہ رہ کر دنیا کی زندگی بسر کرنا آسری سمپدا کو اکٹھا کرنا کہلاتا ہے۔

ہم کیوں اپنی زندگی کے سیدھے راستہ پر نظر نہیں ڈال سکتے۔ اور کیوں ہمیشہ
ہمارے چنتن ہمیں برائی کیطرف لیجاتے ہیں۔ اس باعث اپنشد کے بچن
میں یہ ہے کہ سچائی کا چشمہ سنہرے اور چمکیلے ڈھکنے سے ڈھنپا ہوا ہے جسکی
تیز چمک سے ہماری آنکھیں چندھیائی ہوئی ہیں۔ ہماری طاقت ہمیں اس
روشنی کے مقابلہ پر جواب دیتی ہے۔ اس لئے ہمیں پرماتما سے طاقت مانگنی
چاہیئے اور اسپر بھروسہ کرکے پریتن کرنا چاہیئے۔ کہ وہ ہمیں ان پردوں کو چھوتنے
دیکھنے کی طاقت عنایت کرے۔ اور ہم ست دھرم کے اصلی سروپ کو دیکھ
سکیں۔ وہ بھی سخت غلطی پر ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ اس دنیا سے بھاگ کر انسان
دنیاوی کشمکشوں سے مخلصی حاصل کر سکتا ہے یہ باتیں صرف کہنے کے لئے
ہیں مگر کتنے انسان ہیں جو دنیا سے بھاگ کر جا سکتے ہیں۔ ظاہرا طور پر انسان
دنیا کو جواب دیدے مگر جبکہ اس کی اندر کی ترشنا نہیں مٹ گئی تو بیرونی پردہ
پوشی کسیطرح بھی اس کی روحانی تسلی کا باعث نہیں ہو سکتی۔

سوامی دیانند۔ یا بدھ یا سنکر جنہوں نے دنیا کو تیاگ کیا۔ کیا وہ اس دنیا
میں نہیں رہے ہے۔ ان مہاتماؤں نے دنیا کے دیگر آدمیوں کی نسبت زیادہ
اس دنیا کی بھلائی کے لئے کوشش کی معمولی انسان کے اندر وہ دل نہیں ہے
جو ان مہاتماؤں کے اندر کام کر رہا تھا ان کا سارا پرشارتھ دنیا کے بھلا کرنے
میں تھا۔ مگر پھر بھی یہ سب مہاتما تیاگی کہلاتے اور دنیا آجتک ان کے اپکار کے
لئے مشکور ہے۔ اور کبھی انکے شبھ کرموں کو فراموش نہیں کر سکتی۔ جو لوگ تیاگی
کہلاتے ہیں ان کا دنیاداروں سے صرف اسقدر فرق ہوتا ہے کہ معمولی انسان
کی زندگی کا معراج کچھ اور ہے اور تیاگیوں اور سنیاسیوں کے کام کرنے کا طریقہ
کسی اور غرض کیلئے ہے۔ کوئی انسان بلا کرم نہیں رہ سکتا۔ وہ شخص قانون قدرت
سے ناواقف ہے جو یہ کہتا ہے کہ انسان دنیا میں بلا کرم کے زندہ رہ سکتا ہے
کرم ہی زندگی ہے بنا کرم موت ہی لابدی نتیجہ انسان کے لئے ہے۔
کرم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان کسی غرض کو مدنظر رکھکر کوئی فعل نہ کرے
بلکہ اپنے فرائض کی پابندی سمجھکر ہمیشہ نیک اور بد کا وچار کرکے برتاو کرے۔

ایسی صورت میں کرم کرتا ہوا بھی انسان دنیا میں ایسی طرح رہتا ہے کہ دنیا کی کوئی خواہشات اُسے اپنا غلام نہیں بنا سکتیں۔

کرموں کے پھل تین قسم سے بیان کئے گئے ہیں۔ اچھے۔ برے اور ملے جلے انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ جہانتک ہو سکے ایسے کرم کبھی نہ کرے جن کا پھل بُرا ہے۔ اگر وہ اپنے سامنے ادیش اچھا رکھیگا تو امید کی جا سکتی ہے کہ اُسے ضرور کامیابی ہو گی ورنہ آخر میں اُسے پچھتانا پڑیگا۔ آجکل لوگ پرائیویٹ اور پبلک زندگی کے جھگڑوں میں پڑے رہتے۔ اگر ایک شخص پبلک طور پر پبلک کی قابل تعریف خدمت کر رہا ہے تو وہ ضروری نہیں سمجھتا کہ اسکی خانگی زندگی بھی قابل تعریف ہو۔ پرائیویٹ تعلقات میں خواہ وہ کتنا ہی قابل نفرت ہو۔ پبلک میں اس کی برابر تعریف ہو رہی ہے۔ اس لئے اس کی زندگی کا معراج ہمیشہ کے لئے یہی بنجاتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح پبلک کو خوش رکھنا چاہتا ہے اور پبلک بھی اس کے ذاتی چال چلن پر نظر ڈالنا کفر سمجھتی ہے مگر اس کا ایک بڑا بھاری اثر نوجوانوں پر پڑتا ہے جو اپنی آئندہ زندگی کا معراج اپنے بزرگوں کو دیکھکر بناتے ہیں۔

موجودہ زمانہ کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ ہماری زندگی کی دنیاوی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے تمام سامان مہیا کئے جاتے ہیں مگر آتما کی ترقی کیطرف ہرگز دھیان نہیں دیا جاتا ہے۔ موجودہ زمانہ میں سب ضروریات پوری کی جاتی ہیں اور آتما کی طرف سے بالکل لاپرواہی کی جاتی ہے۔ انسانی زندگی کے پانچ ضروری منازل ہیں جن کے بغیر انسانی جیون مکمل اور کامیاب نہیں ہو سکتا۔ شاستر کی اصطلاح میں انہیں ادھشٹان۔ کرتا۔ کرن۔ چیشٹھا۔ دیو یا دوسرے الفاظ میں شریر۔ جیو آتما۔ اندریہ۔ خواہشات۔ پرمیشور کہتے ہیں۔ یہی ہمارے جملہ کرموں کے سادھن ہیں۔ موجودہ زمانہ میں شریر۔ اندریہ اور خواہشات کے لئے تو جملہ سامان مہیا کئے جاتے ہیں مگر آتما اور پرمیشور سے بالکل لاپرواہی ہے۔ ہمارا علم ترقی اور تہذیب شریر اس کی اندریوں اور خواہشات کی پرورش کے لئے اپنا پورا زور استعمال میں لا رہے ہیں۔ موجودہ زمانہ کی سب سے بڑی ضرورت

یہی ہے کہ لوگ آتما اور پرمیشور کو سمجھکر دھرم پور یک ویدوں کی آگیا انوسار اپنے آچرن کریں اور یہ اسوقت تک ہونا ناممکن ہے جبتک کہ لوگ برہمچریہ آشرم کو درست کر کے ورن ویوستھا کا پرچار مریادا پوربک نہیں کریں گے ۔ دنیا کے ہر ایک کاروبار میں آتما اور پرماتما کو ہی لکش رکھکر انسان دہرم کے مارگ پر چلسکتا ہے ورنہ دنیا میں اسقدر تکالیف اور رکاوٹیں ہیں کہ ہر ایک کا مقابلہ کرنا محال ہے ۔

وشنو دت

انتقال پر ملال لالہ وزیر چند جی ایڈیٹر آریہ مسافر

لالہ وزیر چند جی تم ہو گئے جب
پڑھتے ہی اس خبر کے میں بیتاب ہو گیا
دل پاش پاش اور جگر چاک ہو گیا
جاتا تھا فرط غم سے کلیجہ مرا پھٹ
جس جس سے مل کے صدمہ جانکاہ سن لیا
رنج و تعب کے وقت میں آیا مجھے خیال
ایشور کی آگیا یہی کہ اس تن کو چھوڑ کر
دھرم انتی کے لئے پاکر دیا شریر
امید ہے کہ ہو گے جہاں تم وہاں پر بھی
جس لوک میں بھی جاؤ گے سدھرم وید کا
ویدوں کا ناد خوب بجاؤ گے ہر طرف

ہاں ہے آدمی تمہیں کشش رحمت خدا
ہے جس سے گلستان بے آب ہو گیا
جگر پہ لال تمہیں خاک ہو گیا
تیغ الم سے سینہ بھی صد مرتبہ کٹا
آنکھوں سے اس کی اشک کا دریا بہا
زندہ ہو تم مرے نہیں لیکھ نامے خوش خیال
گئی مذہب کے رشتہ کی گلکت اور دو
سوامی دیانند کی [illegible] بلند تیر
ہوگا یہی مشن کی اشاعت کا انصرام
تحقیق مذہبی کی رہے گی ادھر بھی
جھوٹے متوں کو دہر سے کردو گے برطرف

جلتا چتا پہ جسکے تمہارا تھا جسد زار — شعلے بلند ہو کے یہ کہتے تھے بار بار
"مرنے پہ میرے خوش ہو اہل مخالفت — اب دہرم کی کروں گا زیادہ محافظت"
ممکن نہیں ہے یہ کہ صبا تیری راکھ کو — اُپدیش کی غرض سے عرب لے گئی نہ ہو
جو ہنی تمہاری خاک کے ذرات ہر گھڑی — دیتے پھرینگے لوگونکو اپدیش وہ بڑی
تم سلطنت میں دہرم کی بڑھیا وزیر تھے — سرمایہ فلاح کے اعلیٰ امیر تھے
ہے یہ غلط کہ نیست و نابود ہو گئے — دنیا سے اپنی ہستی نہیں تم ہو کھو گئے
پندرہ برس جو کام کیا تم نے بے مثال — زندہ وہ رکھ سکیگا جہاں میں ہزار سال
وہ بھولنے نہ دیگا کسیکو تمہارا نام — آتی رہیگی یاد سدا جوشش کلام
وقت مباحثہ وہ دلائل کی آب تاب — کر دینا دم میں منٹ میں مخالف کو لاجواب
ہونے نہ دیگا سہو دلوں کبھی یہ — صد آفریں کہیں گے ہمیشہ سبھی تمہیں

غزل

جیون تمہارا لوگوں کو غیرت دلائیگا — غفلت میں سو رہے ہیں جو انکو جگائیگا
جو کر سکیں گے خدمت دین محمدی — عالم سبھا میں سینکڑوں ایسے بنائیگا
جسطرح تم نے پوری وصیت کو تھا کیا — ہمکو انہی روش سے وہ کرنا سکھائیگا
جب عمر دہی بسر کرتے تھے رکھشا سماج کی — وہ حوصلہ دلوں میں ہمارے بڑھائیگا
جیسا کہ ست سماج سے سچا تمہارا تھا — ویسا ہی پریم اوروں کے من میں جمائیگا
جس ڈھنگ سے مناظرہ کرتے رہے ہو تم
وہ طور وہ طریقہ بھی ہمکو بتائیگا

چمکیگا بجلی بنکے تمہارا اثر دوام — مصروف کار رکھیگا دیروں کو صبح شام
پیدا کرے گا لوگوں کو تحریر کے لئے — تقدیر اور طاقت تدبیر کے لئے
اے آریو تمہارا یہ ہے فرض منصبی — بس ماندگاں سے انکی رکھو الفت دلی
بیوہ کو اور اناتھوں کو ہونے نہ پائے کشٹ — تا عمر اک گھڑی کو نہ صورت دکھائے کشٹ
تن من سے اور دھن سے نگہبان تم رہو — ہمدردی اہل انس سے قربان تم رہو
دکھ درد گر ہوا انہیں تمکو چڑھیگا پاپ — اسواسطے کہ ہو گئے ہیں لاوارثوں کے باپ

شہیدان وفا کا خون چھپیگا حشر میں کیونکر | پکار اٹھیگا کشتوں کا لہو سر پر سے چڑھ کر
رہیں گے حشر میں زخم جگر فریاد خواں برسوں

نہ چھپینگے ستم قاتل تری تیغ ستمگر سے | کہ نقش کالجہ ہیں ولیہ جگر کے تیر خنجر کے
بجھائینگی آگ کیا دل کی آنسو دیدۂ تر سے | کباب سیخ نکلے ہیں ہمارے قلب مضطر کے
جلے گا چپکے چپکے آہ مغز استخواں برسوں

نہ تھا معلوم اک دن جب سے رخصت ہونیوالے ہیں | جگر کے کٹ کے ٹکڑے صرف دعوت ہونیوالے ہیں
ترے کوچے میں قاتل نقش عبرت ہونیوالے ہیں | خبر کیا تھی یہ اجزائے ضیافت ہونیوالے ہیں
دل و دیدہ رہینگے آہ! نذر میہماں برسوں

سنے قاتل نہ نالے تو نے آشفتہ بیانوں کے | نہ پوچھے چار آنسو بھی کبھی ظالم خستہ جانوں کے
ستمگر درپے آزار ہی کیوں ناتوانوں کے | گلے پر پھیر ہی کیا چھری ہم بیزبانوں کے
لہو رو یگی قاتل تیری تیغ خوں فشاں برسوں

خون کشتگاں

ستم ہے بے خبر قاتل کہ صید ناتواں ہوں میں | نہ خنجر پھیر گردن پر کہ گاو خستہ جاں ہوں میں
کباب اب تو گوشت مجھ میں فقط اک مشت استخواں ہوں میں | تڑپنے گھر میں برسوں تری آب تاں ہوں میں
کہوں کیا سرگزشت غم کہ قاتل بے زباں ہوں میں

گئے وہ دن جوانی کے کہ تھی تاب تواں دل میں | مرے نالوں کو سنکر ہے نہ قاتل بدگماں دلمیں
نہ لے یوں چٹکیاں ظالم چٹکیاں دلمیں | مرے نالوں کو سنکر ہو نہ قاتل بدگماں دلمیں
وہ بیکس ہوں کہ آپ اپنی قضا کی نوحہ خواں ہوں میں

سنا ہم نے عجب ہے جوش نظر اگلی بہاروں میں | قیامت کے مزے تھے سینہ کی دلکشی بہاروں میں
وہ بن بن دوب چرنا وہ نہانا آبشاروں میں | گئے وہ دن کہ کرتی تھی کلیلیں سبزہ زاروں میں
نہیں اٹھنے کی طاقت آہ اب وہ ناتواں ہوں میں

رواں ہے سیل خونناب جگر ہے دیدۂ تر میں | چبھوتا ہے کوئی رہ رہ کے چھریاں قلب مضطر میں
تغافل ہے مجھکو کھینچکر قاتل نے گھر میں | تڑپنے کے لیے آئی ہوں میں آغوش خنجر میں
تماشا ہے اب ظالم کوئی دم کی مہماں ہوں میں

قیامت کی تپش دل میں ہے وہ صید طپیدہ ہوں | گلوئے مرغ بسمل ہوں رگ حلق بریدہ ہوں
جو ٹپکا آنکھ سے خوں ہو کے وہ اشک چکیدہ ہوں | غرض جس رنگ میں ہوں آہ میں آفت رسیدہ ہوں
فغان بے اثر ہوں مثل آہ خونچکاں ہوں میں

مقدر کھینچ لایا ہے مرا قاتل کے گھر مجھکو | قضا مقتل میں لائی رفتہ رفتہ کھینچکر مجھکو
ستاتا ہے جہاں سے ہائے چرخ فتنہ گر مجھکو | رلاتا ہے زمانہ آہ اکیوں خون جگر مجھکو
نہ زخم خونچکاں ہوں ہاں نہ چشم خونفشاں ہوں میں

تڑپ کر آہ میں مرجاؤں گی قاتل ترے گھر میں | کوئی دشمن اور تیرا آب و دانہ ہے مقدر میں
قیامت کی خلش ہے آہ! تیری نوک خنجر میں | چبھو خنجر ہاں نہ او بیدرد میرے قلب مضطر میں
مرا خوں ہے نہ گردن پر کہ زار و ناتواں ہوں میں

قضا مقتل میں لائی کھینچکر شوریدہ حالوں کو | نہ دی داد شہادت تو نے قاتل مرنیوالوں کو
رلایا خوں نہ ظالم! چھیڑ کر بے دل کے چھالوں کو | سنا تو نے نہ او بیدرد اب تک میرے نالوں کو
بہت دن سے ترے کوچہ میں سرگرم فغاں ہوں میں

نہ کر قصاب کے مجھکو حوالے آہ او دہقاں | مروت کچھ تو آخر شرط ہے او دشمن ایماں
بڑھاپے میں نہ ہو کمبخت میری جان کا خواہاں | نہیں ہے یاد او بیدرد کیا تجکو مرا احساں
پلائی دودھ کی دھاریں ہیں برسوں تیری ماں ہوں میں

تڑپ کر جان دی کن ہاتھ سے سینے پہ خنجر | کلیجہ آہ میرا ان خاک پر تڑپا کیا کٹ کر
برنگ شمع راتوں کو جلا کیں ہڈیاں اکثر | تری محفل میں او ناحق کباب سیخ بن بنکر
جلا جو آگ پر برسوں وہ قلب افسردہ جاں ہوں میں

سمجھ کر آہ او بیدرد اسید ناتواں مجھکو | ڈراتا ہے دکھا کر آہ کیا نوک سناں مجھکو
رسید جانا تو ہے مقتل میں پھر امتحاں مجھکو | سمجھ رکھا ہے قاتل تو نے شاید بے زباں مجھکو
پکار اٹھوں گی مقتل میں کہ خون آشکارا ہوں میں

وہ بلبل ہوں نہ گا ہوئیں میری حسرت نکلتی ہے | ستا زیر خنجر آہ! میرے منہ کو تکتی ہے
چھری قاتل کی نشتر کے ٹھہر جا بس نکلتی ہے | پچھاڑیں کھا کے بالیں پہ قضا سر کو پٹکتی ہے
وہ تڑپانا ہے کسی کا آہ | زیر آسماں ہوں میں
نہ چھیڑے نشتر غم آہ میرے دل کے چھالوں کو | کہ سوتے ہیں قضا کی گود میں شوریدہ حالوں کو

زمیں کوچہ کی تیرے رنج دیگی آسماں ہو کر

نہ ٹھہرینگے جگر کے لخت گر کے نوک مژگاں پر | مچل جاینگے قطرے بنکے اشکوں کی گریباں پر
نمکداں ٹوٹتے ہونگے جراحتہائے پنہاں پر | وہ بیکس ہوں کہ وقت ذبح قاتل تیرے داماں پر
لہو ٹپکیگا برسوں میرا اشک خوں فشاں ہو کر

قیامت ہائے کیونکر ہو پہنچی سر سوگواروں میں | جگا دینگے ترے کشتوں کو آئیگی مزاروں میں
تڑپتے ہونگے کنارے دل کے ٹکڑے بیقراروں میں | لب زخم جگر ہونگے نہ چپ ظالم ہزاروں میں
شہادت دینگے قاتل تیری خنجر کی زباں ہو کر

ہوئی ہیں خوں الکھوں آرزوئیں خانہ دل میں | رہی ہیں بنکے چھریاں یہاں بس اجڑی منزل میں
نہ ابھرا ڈوب کر خنجر گلوئے صید بسمل میں | وہ بسمل ہوں کہ وقت ذبح پہروں کوئے قاتل میں
مرا خوں سر پہ چلایا اک شور فغاں ہو کر

بہت دشوار ہے آسان ہونا میری مشکل کا | قیامت ہے کہ خنجر تڑپتا ہے بسمل کا
قضا کی زد سے مشکل ہے بچانا دیدہ و دل کا | اشارہ ہے یہ چشم جور شمشیر قاتل کا
رہینگے دل کے ٹکڑے آہ صرف امتحاں ہو کر

تمنا کا عکس کھینچا پہلو نہیں آنکھ کی تل نے | رگ جاں لی دیا خواں ابروی داد وفا دل نے
چھری پہنچی گلا خود رکھدیا ہر صید بسمل نے | تڑپ کر جان دی یوں کشتگاں تیغ قاتل نے
قضا سر پہ پہنچی بالیں سے اٹھی نوحہ خواں ہو کر

نہ اتری پر چھری کچھ ایسی تیغ شعلہ افشاں کی | کہ بجھیں چھٹ گئیں قاتل ہماری شہرگ جاں کی
نہ نکلی مرتے مرتے آہ حسرت چشم گریاں کی | حقیقت آہ اک کھلتی ہماری درد پنہاں کی
نہ ٹپکا آنکھ کا آنسو کوئی راز نہاں ہو کر

بھوں کیا کہ آنسو بھی نہیں ہیں دیدۂ تر میں | نہیں طاقت جگر بھی آہ کہا ہے کو مقدر میں
کروں گی روز کی شکوہ آہ اے ظالم تیرا محشر میں | نہ دانہ ہے نہ اب بید رہائی ہے ترے گھر میں
بندھی ہوں تیرے کھونٹے سے میں بعد ختم جاں ہو کر

نہ میں ہونگی نہ یہ ہوگا نہ تیغ جنگجو ہوگی | مرے ماتم میں پہری کیسی رونق لہو ہوگی
بھٹکتی سر تیرے کوچہ میں میری آرزو ہوگی | پریشاں خاک اڑ کر میری قاتل کو بکو ہوگی
کہ بس جاؤنگی رفتہ رفتہ مشت استخواں ہو کر

جلیں گی استخواں بنکر چراغ رہگذر قاتل | اڑینگے آہ! میری راکھ سے برسوں شرر قاتل
ترے گھر میں بہت دن ہو نہیں وہ لخت جگر قاتل | کباب سیخ بن بنکر جلونگی آگ پر قاتل
پھریگی روح برسوں تیرے کوچہ میں دھواں ہوکر

اچھلتے ڈوبتے سر ہونگے لاکھوں آب خنجر میں | مچلتی ہونگی چھریاں سینکڑوں پہلوے مضطر میں
تڑپتے ہونگے ٹکڑے دلکے گنگر دامن تر میں | چھپیگا خون شہیدان محبت کا نہ محشر میں
رہے گی آستیں سے سیل خوں قاتل رواں ہوکر

نشتر غم

شہادت کا مری حیرت فزا کچھ ایسا منظر تھا | نہ تیر خوں کی سرخی تھی نہ تیر خونکا محضر تھا
تڑپتا زار لئے قاتل پہ لیکر قلب مضطر تھا | قضا تھی نوحہ خواں بالیں پہ اور سر زیر خنجر تھا
جگر میں دشنہ خونریز تھا شہ رگ میں نشتر تھا

نہ دانہ میری قسمت میں نہ پانی تھا مقدر میں | نظر آئی تھی لیکن ہیں چھریاں قلب مضطر تھا
بہت دن کٹ سکے وہ تڑپا گیا آغوش خنجر میں | غضب کی ہائے تھی قاتل تری تیغ دو پیکر میں
جگر تھا ٹکڑے ٹکڑے پر زیر شمشیر قلب مضطر تھا

قضا سر پہ کھڑی بالیں پہ تھا ہنگام شہادت تھی | اڑاتی خاک سر پر آکے وقت ذبح حسرت تھی
کف افسوس ملتی بیکسی پر میری خلقت تھی | مرے نالوں سے مقتل میں اک برپا قیامت تھی
ادہر قاتل کے لب پر نعرۂ اللہ اکبر تھا

تڑپتے خاک و خوں میں کشتہ تیغ جفا آئے | شہادت کو لئے ہمراہ محشر میں شتاب آئے
اڑاتی خاک سر پر حشر میں بے دست و پا آئے | صف محشر میں قاتل یوں شہیدان وفا آئے
کہ ٹکڑے دل کے دامن میں بھرے تھے سر زیر خنجر تھا

خلش نشتر کی پوچھے آہ کوئی خستہ جانوں سے | ابتک بیکسی ٹپکی ہے تیرے دشت کے چھالوں سے
تری چھریوں کی پوچھے وار کوئی مرنے والوں سے | وہ بیکس ہوں کہ وقت ذبح قاتل میرے نالوں نے
ترے کوچہ میں قاتل آہ! برپا شور محشر تھا

قیامت زا تھا عالم تیری تیغ فتنہ آرا کا | کبھی پہلو کو کاٹ آیا کبھی قلب جگر تاکا

عجب نقشہ تھا او قاتل تری بزم تماشا کا
اگلے صید بسمل میں تھا عالم آہ! امینا کا
مگر خون شہیدان وفا خون کبوتر تھا

ترے دیوانے گھبرائے ہوئے آئے جو وحشت میں
تری رحمت نے بڑھ کر لے لیا آغوش شفقت میں
ٹھہرتے کیا ترے بسمل عدم کے کنج خلوت میں
جگہ اتنی نہ تھی قاتل تڑپنے کیا قیامت میں
ترے کشتوں کا محشر سے جدا اک اور محشر تھا

کہوں کیا داستان سوز غم ہائے نہاں قاتل
کہ بھڑکا چپکے چپکے تونے مغز استخواں قاتل
لب فریاد سے اُٹھا کیا برسوں دھواں قاتل
جلی کچھ آہ! ایسی آگ تن میں تفتہ جاں قاتل
نہ تھا پہلو میں دل گویا کباب صید مضطر تھا

شہیدوں کی تھی کیا کیا گرمی محفل ترے گھر میں
برنگ شمع جلتے تھے ہزاروں دل ترے گھر میں
تڑپتے خاک و خوں میں تھے ترے بسمل ترے گھر میں
وہ صید خستہ جاں تھی آہ میں قاتل ترے گھر میں
جو دشنہ تھا نگل جانیکو مجکو آہ! اژدر تھا

بپا تھا فتنہ آشوب محشر تیرے کوچہ میں
تڑپتے تھے ہزاروں قلب مضطر تیرے کوچہ میں
نہ پہونچا کوئی ساحل تک شناور تیرے کوچہ میں
اچھلتے ڈوبتے تھے سینکڑوں سر تیرے کوچہ میں
کہ اونچا آہ! سر سے لطمہ زہراب خنجر تھا

روانی تھی قیامت کی تری تیغ دو پیکر میں
کہ دل ڈوبا کئے ہیں کٹ کے لاکھوں آب خنجر میں
شہیدوں کے لہو سے سر اترا کیا برسوں ترے گھر میں
ٹپکتی خون کی بوندیں تھی قاتل جس سے محشر میں
وہ تیرا دامن تر تھا وہ میرا دیدۂ تر تھا

وہ بن میں دب چرنا اور وہ عالم سبزہ زاروں کا
وہ سینا چاک ہو ہچکیاں انکی آبشاروں کا
برسنا وہ لب جو مینہ کے دلکش پھواروں کا
وہ نظارہ کہاں ہائے اب انکی بہاروں کا
گئے وہ دن کہ جب پیش نظر قدرت کا منظر تھا

ٹپکتا تھا اور بہہ کر جگر خوں نوک مژگاں پر
ادھر اشکوں کے قطرے تھے گل چاک گریباں پر
شفق پھولی ہوئی تھی تنگنہ میں تیغ براں پر
مرے خوں کے نہ چھینٹے آہ تھے قاتل کے داماں پر
شہادت کا مری رنگیں لہو سے آہ! محضر تھا

زباں کب میری او قاتل ہلا لی داد خواہی کو
کہ انگشت شہادت کب اٹھا لی داد خواہی کو
قضا یوں کھینچکر مقتل سے لائی داد خواہی کو
یہ بیکس ہوں صف محشر میں آئی داد خواہی کو

کہ دہر تھا زیر خنجر اور تیغ زن کے پر مرا سر تھا
(سرور جہان آبادی)

صدائے لیکھرام بر مظالم اسلام

از رسالہ جہاد حسب فرمائش بابو ہردیال ورما بیں اپدیشی

آپکو اے ہندوؤ معلوم ہے کچھ اپنا حال
ذلت و خواری ہوئی ہے اسقدر کس کے سبب
ہوگئے ہمسے جدا اپنے کروڑوں بھائی کیوں
سترہ حملہ یاد ہیں محمود کے کچھ یا نہیں
جب کنارے گنگ کے توڑے تھے مندر بیس ہزار
اونٹ سو چاندی کے سونا بیس من بخشے لیا
پھر برہمن پر چلائی خوب تیغ قتل عام
اپنے بھائی قید کرکے اس جگہ سے چھ ہزار
پھر نگرکوٹ آکے لوٹا اور کیا غارت اسے
آہ تھانیسر کا بتخانہ بھی توڑا اسطرح
تاکہ اسکو داستہ بیں گنگا ذکر اس پر چلیں
قید کرکے بیچے جب دو لاکھ ہندو اپنے ملک
بیچڈالے حیف دو دو روپیہ میں آدمی
میرے پیارے ہندو کیا سناؤں حادثات
آپکو واضح ہے اے ہندو کہ تو مسلموں
زور سے تلوار کے پھیلا ہے دین احمدی
انجا ست یکتو کی سامنے قائم رہے
اپنے اصلی دین میں اگر وہ آجائینگے آپ

ظلم کی شمشیر سے ہوتے ہے کیونکر حلال
کردیا محمود نے کیسے یوں سراسر پائمال
وجہ کیا جو آگیا ہے قوم میں اتنا زوال
سختیوں سے جنکی ملک کردیا از سرنڈھال
کتنی بیوہ اور ناتھ اس سے ہوگئے تھے خستہ حال
مورتی سب توڑ دی متھرا کا لوٹا سارا مال
خودکشی راجہ نے کرلی آخر اپنے عیال
لیگیا تھا جانب غزنی وہ اس کمبخت مال
جتنی دولت تھی ہوا ہند ساری کی اسنے نکال
غزنی پہونچایا کسے نقشی مورتی جھٹ ڈال
سب مسلمان روندکر پیر دینیں کر دیا پائمال
صورت ہندوستان یا انظر غزنی کا حال
یوں خریدا تھا مسلمانوں نے ہمکو شکل مال
کسقدر سہتے رہے ہو صدمہ رنج و ملال
ابتدا ہیں جور سے مانا تھا اسلامی خیال
مذہبی خوبی کوئی کہدو تو ہو امر محال
یہ نہیں اسکی ہے طاقت یہ نہیں اسکی مجال
کیونکہ کچھ ست درم کی رہتی تھی ہو دیکھ بھال

پھر محمد غوری نے لوٹا بنارس کو بڑا

اس نے بتخانے دئے تھوڑا کبن بالکل ملا

اسنے یورش کی تھی گکھڑوں پر نہایت زور سے — سب مسلماں ہو گئے جب تنگ انکو کر دیا
گو رہیں ہندو عبادت گاہیں گنوکر کے تباہ — بختیار جنگ جو نے واں مسجد کی بنا
اس جگہ مسجد بنی حسن جا سکندر سومنات — یہ ستم شاہ علاء الدین رکھتا تھا روا
سنگ مرمر کی عمارت تھی پٹن کی سر بسر — اس کی یہی بندہ نوازی ہے نشاں اسکا مٹا
بدھ کی تصویر بھی توہین کر کے دی گرا — اور جو لنگ تھی اس مت کی دیا سب کو جلا
گولا دیوی بھی جو تھی راجہ صاحب کی حسین — اسنے بیدردی سے اپنی زوجیت میں لے لیا
اور دیول دیوی بھی لوٹی اسی صورت سے تھی — اسکو بھی شاہی حرم میں اسنے تھا داخل کیا
اس مہم میں ہاتھ آئی تھیں جو دو عورتیں — اسکا یہ برتاؤ ان کے ساتھ میں بیجا ہوا
جتنے مندر توڑ کر ان کے عوض مسجد بنی — ہے مفصل تذکرہ مخزن رسالہ میں لکھا
قتل سے تیمور کے دل کانپتا ہے آجتک — ایک لاکھ انسان کو تلوار سے کاٹا گیا
سر کا مقتولین کے مینار چن لیتا تھا یہ — کشت خوں کو دیکھ کر محظوظ ہوتا تھا سدا
ہندو راجاؤں کی بیٹی جسطرح اکبر نے لی — اسکی پالیسی بھی جو تاریخ میں عبرت فزا
جبر کر کے یا طمع سے کر دیا ان کو پتت — عہد عالمگیر میں کتنے ہوئے بھائی جدا
برہمن، گوجر، تگا اور راجپوتی قوم سے — ملت اسلام میں داخل ہوئے سب انتہا
لشکروں سے زائد مسلماں ہو گئے ہندو وہاں — دیکھ لو تاریخ میں قصہ سیانہ کی کتھا
نال خاں اکثر یہاں پر لال سنگھ اٹک تھے — اور کہا چند اسطرح سے دل نے کہا خاں بنا
دیپو ناگی سنگھ کو بھی شاہ قطب الدین نے — کان کاٹے اور زبردستی دیا کلمہ پڑھا
تھا سکندر لودی بھی سفاک ظالم بے بدل — اک برہمن کا ذراسی بات پر کاٹا گلا
ہندو و اسلام دونوں کے بھی کچھ دین ہیں — اتنا سنتے ہی غضب میں آ کے گردن بھی اڑا
مندر اور مورت سبھی تڑواتے دل کھولکر — بند کر دی ہندوؤں کی اسنے تیرتھ یاترا
اک ہمیشہ ابن قاسم کا جس نے سندھ سے — قید میں جو تھا لاکھ انسان سو ذبح کیا
چھ ہزار اسنے بغداد کو بھیجے ولید — کچھ کو بیچا اور کچھ کو باہمی بانٹا گیا
توڑ کر مندر بہت مسجد بنی دیوال میں — تین دن تک خوب قتل عام ہی جاری رہا
بھیں آباد تھا قنوج میں کیا تھا جس گھڑی — چھ ہزار انسانوں کی آئی تھی ناحق میں قضا

اور مقید کرے تھے آدمی چھ ہالی لاکھ
جو خلیفہ کے حرم میں بھیجدیں بغداد کو
قاعدہ جاری عمر نے یہ کیا تخفیف وہ
جبکہ قطب الدین نے میرٹھ کو جیتا ظلم سے
قبضہ میں جو وقت آیا اس کے کالنجر۔ جھی
بختیار خلجی نے جب سر کیا ملک بہار
پھر علاؤ الدین خلجی نے سو کھہات فوج
جو ملی تھیں عورتیں اس لوٹ میں چوتھائی لاکھ

جنہیں ہاتھ آئی تھیں وہ راجہ کی دختر ماجیا
کچھ دنوں کے بعد پھر دیوار میں انکو چنا
صرف ہندو ہی کریں محصول جزیہ کو ادا
مندروں کی مسجدیں بنوا کے چھوڑیں جا بجا
نصف لاکھ اپنے برادر بھی دے لے نے چھڑا
سر ہنڈ کے جتنے برہمن تھے انہیں مروا دیا
بھیجکر کٹوا دے بغداد میں سب انتہا
انکو بازی اور بیوی کیطرح گھر میں کیا

آپ کی غفلت سے بچھڑے آدمی ہیں بیشمار
قوم کے دشمن بنے وہ تھے جو پہلے جاں نثار

چھوت چھات اور بزدلی نے گل کھلائی یہ بہار
بدسلوکی و نفاق آپس میں گر ہوتا نہ کچھ
فتح کرنا تمہیں آئی تھی جب فوج عمر
پھر علی نے بھی یہاں بھیجا تھا اک لشکر کثیر
سندھ کے اوپر ہوئے پھر حملہ مامون رشید
تھے وہ آخر میں مامون کو شکست فاش دی
کوئی زک پہونچانیوالا تمکو جنا ہی نہیں
معرکہ آرائیوں میں تھے بہادر اور دلیر
کانپتے تھے نام کو سنکر تمہارے شور ببر
سینکڑوں کے واسطے کافی تھا تم میں کا بشر
کھو گیا تمکو تمہارا باہمی بغض و عناد
پھوٹ گھر میں پڑ گئی تم شیر سے بکری بنے
دو عمر کو اور مامون کو ہزیمت تم مگر
صرف تھا نااتفاقی کا سبب اے دوستو!
دشمنی سے چند میں تھی اور یہ بھی راج میں

ورنہ اسلامی علم آتا نہ اس جا زینہار
دشمنوں کو لڑ کے پسپا کرتے تم مردانہ وار
تھا سپہ سالار کو اس کے کیا تم نے شکار
کامیابی اس نے بھی پائی نہ تھی انجام کار
تمکو بھی جنگ و جدال کرنا پڑا چوبیس بار
جان لیکر ملک سے ہونا پڑا اسکو فرار
تم شجاعت میں ہمیشہ تھے فرد روزگار
ہار غنیم سے نہیں مانی کبھی بھی تم نے ہار
تھا جسارت اور تہور میں وہ اعلیٰ اقتدار
ڈرتے گھبراتے نہیں دم بھر تھے وقت کارزار
اسلئے اغیار نے تمکو ستایا بار بار
جس نے چاہا اس نے ہی سر کو لیا دھڑ سے اتار
پھر محمد غوری اور محمود سے کھا جاؤ مار!!!
پست ہمت کر دیا تھا جس نے جسم زوردار
لیا شہاب الدین نے آ کے کئے تھے امیدوار

گر نہ یہ آتا مسلمانی نہ آتی اس جگہہ
جڑ پکڑ کر ہو نہ سکتی مستقل اور پایدار

کیوں بگڑ کر چھوڑ دیتا وہ شہاب الدین کو
آہ پرتھی راج گر ہوتا ذرا بھی ہوشیار

اپنے بھائی ہر طرح جیسے رہتے اپنے ہمخیال
اس تنفر کی جگہہ ہوتا محبت اور پیار

پیارے مترو جب مسلمانی زمانہ تھا یہاں
غوری و غزنی و مغلیہ یہاں بیٹھے حکمراں

قتل اور خونریزیوں کا تہا بہت زور و شور
اسلئے ست دہرم پر آئی بہت آپتیاں

جو نکل جاتا تھا اس کو ہم بلا سکتے نہ تھے
کیونکہ دلمیں تھا ہمارے خطرہ و خوف نہاں

پر جو موقعہ ہاتھ آتا تھا نہیں تھے چوکتے
جسطرح سکہپال کی تاریخ میں ہے داستاں

راج انگریزی ہے اب تو ڈر نہیں مطلق ہمیں
کیوں نہ بچھڑے بھائیوں کی پھر کریں ہم شدھیاں

غیرت کو کسلیئے کردیں نہ چکنا چور ہم
کیوں نہ بدخواہوں کو اپنا ہم بنائیں مہرباں

جو کہ بھٹکتے ہیں انکو ہم گہر کو کھینچ لیں
تاکہ ہو گھی دودہ سے بہرپور یہ ہندوستاں

فرض سمجھیں سب حفاظت کو ہر اک ذی روح کے
جو بہائم کیلیئے موذی ہیں ہوں باراحت رساں

ورنہ ہے تخریب اور دشمن نہ ہوسکے گو بہی ہو
ہر گھڑی رہنے لگیں جو شامل سود و زیاں

خوب ملکر ترقی کر سکیں سب ایک ساتھ
آپا دہاپی کا بھی یکلخت مٹ جائے نشاں

رام لیلا تعزیوں میں ہو نہ کچھ جھگڑا فساد
آریہ جلسوں کو دیکھیں ہو کے دلمیں شادماں

اور یہ سمجہیں شدہی تو پہلے جاری تھی
شودر سے پدوی رشی کی پاگئے اکثر بہار

والمیکے اور کہاری کے کسالی کے پتر
تھے وششٹ و دیاس پاراشر منی بھی بیشمار

جانتے اس بات کو سب ہیں بدیکہ بالمیک
دیوتا جو ہو رہے ہیں آج مشہور جہاں

گنگا لہری کا مصنف جب مسلماں ہو گیا
شدہ کرنا اسکا بھی گذرا نہیں ہرگز گراں

واسطے جمنوں کی پرزمیر پہ لکھا اک کتاب
جسمیں ہیں شدہی کیلیئے پنڈت بھی جملہ ہمزباں

پنڈتان کاشی و کشمیر کے ہیں دستخط
کر دیا جائز انہوں نے تھے وہاں جو وید خواں

ضروری نوٹ متعلقہ نظم مذکور

۱ تاریخ ہندوستان صفحہ ۱۸۱ ۲ تاریخ یمینی و آئینہ تاریخ نما صفحہ ۱۷ ۳ آئینہ تاریخ نما صفحہ ۱۱۰ سنہ ۱۸۱۶
ومفتاح التواریخ حصہ اول صفحہ ۱۵۳ سنہ ۶ نمبر ۴ صفحہ ۸۰ سنہ ۱۸۸۴ ۶ تواریخ ہندوستان

ع۵ صفحہ ۸۸ تاریخ ہندوستان ع۶ صفحہ ۴۴ تاریخ ہندوستان ع۸ صفحہ ۱۰ تاریخ ہندوستان
ع۹ صفحہ ۱۰۶ تاریخ ہندوستان ع۹ صفحہ ۱۲۹ و ۱۴۳ تاریخ ہندوستان ع۱۰ رسالہ مخزن العلوم
بریلی ۱۸۶۱ء جلد ۳ نمبر ۷ صفحہ ۴۴ سے ۷ نومبر ۱ صفحہ ۴ انگ ع۱۱ تواریخ ہندوستان
مطبوعہ ۱۸۸۳ء صفحہ ۱۵۰ و ۱۵۱ اور مفتاح التواریخ حصہ اول صفحہ ۲۶ ع۱۲ سیر المتاخرین صفحہ ۲۴
ع۱۳ تاریخ بلند شہر صفحہ ۱۴ ع۱۴ تاریخ بلند شہر صفحہ ۵ و ۲۰ و ۲۶ و ۳۰ و ۶ و ۲۰ ع۱۵ تاریخ بلند شہر صفحہ ۲۲۶
ع۱۶ صفحہ اول آٹھ تاریخ نما ۱۸۸۴ء صفحہ ۵۰ ع۱۷ صفحہ ۵۸ اتہاس تمر ناشک حصہ سوم ۱۸۸۳ء
بار اول ع۱۸ صفحہ ۸۵ اتہاس تمر ناشک حصہ سوم ۱۸۸۳ء ع۱۹ تاریخ تاج المعاصر ع۲۰ طبقات ناصری
ع۲۱ تذکرۃ الامصار ع۲۲ آٹھ تاریخ نما صفحہ ۱۸۸۱ء ع۲۳ صفحہ ۱۸۸۱ء آٹھ تاریخ نما و مفتاح
التواریخ صفحہ ۱۸۸۳ء طبع ثالث حصہ اول ع۲۴ بران کہتے ہیں کہ دشت ولیشیا پتھرا اور بیاہر
بھجوری کہاری اور بیابن کے پتا پاراشر کسانی کے لڑکے تھے اور برا اشٹ وچار ع۲۵
جگناتھ ایک عورت پر مسلمان ہو گیا تھا۔

افسوس ہزار افسوس کہ

یکم دسمبر ۱۹۰۹ء کو بابو وزیر چند صاحب ایڈیٹر آریہ مسافر نے بعوارض لاحقہ بواسیر وغیرہ
وونہ ہالی ماہ علیل رہکر شہر لاہور میں انتقال فرمایا اور داغ حسرت و مفارقت دائمی کا اپنے
اعزا و احباب کے دلپر دے گئے ہے

نہ کسلئے تہ و بالا ہوا جہاں افسوس - زمیں پہ کیوں نہ گرا ہٹ گئے آسماں افسوس

مرحوم ابھی نوجوان تھے انکو مرنے کے دن نہ تھے - این ماتم سخت است کہ گویند جوانمرد۔
ایک بی بی تین نابالغ بچے انہوں نے چھوڑے ہیں پرماتما بچوں کو عمر طبعی بہم پہنچاوے دائرہ
آریہ سماج میں جسقدر سرگرمی و کوشش دہرم کے پرچار میں بذریعہ تحریر و تقریر انہوں نے کی
محتاج ثبوت نہیں مناظرہ کے وقت کبھی دامن تہذیب کو ہاتھ سے نہ چھوڑا دوست و دشمن
انکی خوش اخلاقی کے مداح ہیں۔ ہمت انکی ہمیشہ پرچار میں مصروف رہتی تھی رسالہ آریہ
مسافر کی ایڈیٹری کو جس قابلیت سے انہوں نے انجام دیا وہ موافق و مخالف سب کو
تسلیم ہے الغرض ایسے کارگذار جفاکش و دلسوز انسان کا آریہ سماج سے بے وقت

علیحدہ ہوجانا سخت حادثہ جانگزا واقعہ روح فرسا ہے۔ ع
خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں
ہم لوگوں کو اب بجائے افسوس کے صبر سے کام لینا چاہیے۔

قرآن میں محمد صاحب کے خانگی حالات

ہمنے جہانتک محمد صاحب کی پرائیویٹ زندگی پر غور کیا تو اس سے یہی پایا گیا کہ حضرت عورت کے جال میں بطرح پھنسنے ہوئے تھے۔ حد سے زیادہ عورتیں آپکو مرغوب خاطر تھیں۔ خود انکا قول ہے کہ میں بھوک پیاس کی تو برداشت کر سکتا ہوں مگر بدون عورت کے صبر نہیں کر سکتا یہ بھی آپ ہی کا قول ہے کہ دنیا میں تین چیزیں مجھے پسند ہیں ایک طعام لذیذ دوسرے خوشبو۔ تیسرے عورت حسین غالباً اسی کثرت ازواج کی جد و جہد کو دیکھکر مدینہ کے یہود کہا کرتے تھے کہ ہمت ایں مرد ہمہ با مر نکاح مصروفست و مزاج بازنان مشغوف" حسینی تفسیر رعد ع۶۔ ترجمہ اس شخص کو ہمیشہ نکاح اور صحبت عورتوں کی دہن رہتی ہے"

ہمارے محمدی دوست اگر تعصب کو چھوڑکر بنظر انصاف قرآن کو ملاحظہ کریں تو یقیناً ایک ثلث یا ربع کے قریب قریب تو ضرور اسکو ازواج محمدی کے جھگڑوں قضیوں سے بھرا ہوا پائینگے۔ عائشہ پر جو الزام زنا کا لگایا گیا تھا حضرت کی انکی طرف سے بدگمانی۔ مومنین کی شہادت نسبت ہونے۔ اللہ میاں کی طرف سے صفائی الزام وغیرہ وغیرہ تمام مقدمہ کا مقدمہ قرآن میں موجود ہے۔ نکاح زینب کا واقعہ قرآن میں پایا جاتا ہے یعنی کہ خود خدا نے ہی یہ نکاح ہی پڑھا اللہ المزوج و جبرئیل الشاہد۔ ادر نوا مد ماریہ قبطیہ ایک کنیز کے ساتھ جو بروز نوبت حفصہ آپ نے ہمبستری کی تھی اور حفصہ کے مطلع ہونے پر عائشہ وغیرہ تمام عورات حضرت سے برہم ہوگئی تھیں اور حضرت نے قسم کھائی تھی اسکا حوالہ بھی قرآن میں موجود جسکو مفسرین نے خوب صاف کر کے لکھا ہے کیا خدا کو اس زمانہ میں سوا انتظام

محلسرائے نبوت کے اور کوئی کام خدائی کا کرنا ہی نہیں پڑتا تھا ہو وقتاً فوقتاً عورتوں کے متعلق احکام خدائی نازل ہوتا رہتا تھا۔ شاہان اسلام کے عہد میں تو نواب ناظر منتظم محلسرائے ہوا کرتے تھے خدا نے اس کام کو کیوں انجام دیا۔ غرض اسی قرآن کو مسلمان لوگ کلام الہی سمجھتے ہیں۔ کیا خدا کا کلام ایسا ہی ہوا کرتا ہے اور خدا کے کام بھی ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے قرآن سے ظاہر ہیں۔ اہل اسلام کو اب اس ودیا کی تعلیم کے زمانہ میں خوب سوچ سمجھ کر ایمان کی ترمیم کرنی چاہیے۔

اب اندھیرا نہیں اوجالا ہے
در ظلمت شب آنچہ کردی کردی
در روشنی روز ہماں نتواں کرد
اگر در خانہ کس است یک حرف بس است

ایک ناجائز نکاح

سورۃ احزاب ع۱ کی رو سے ازواج محمد صاحب بفحوائے ازواجہ امہاتہم عام مسلمانوں پر حرام کردیگئیں یعنی ام المومنین کا خطاب خدا نے انکو بخشا۔ مگر لیلے بنت اخطیم سے جب آپنے نکاح کیا تو اس عورت نے حضرت سے طلاق لی تھی کیونکہ وہ عورت غیرت دار تھی اسکا قصہ طلاق اسطرح ہے کہ لیلے اپنی قوم کے پاس گئی۔ قوم نے اسکو آگاہ کیا کہ تو ایک غیور عورت ہے اور محمد بہت بیبیاں رکھتا ہے تو غیرت سے جلے گی اور باتیں کرے گی اور وہ قہر میں آئے گا اور تجھپر بد دعا کریگا۔ دعا اسکی مستجاب ہے جا طلب فسخ نکاح کر۔ چنانچہ اس عورت نے حضرت سے طلاق لیکر دوسرے مرد سے نکاح کرلیا۔ (منہاج النبوۃ صفحہ ۸۸۸)

فی الحال اس واقعہ کی نسبت دو امور تنقیح طلب ہیں اول یہ کہ اس زن مطلقہ کے شوہر ثانی کا کیا مذہب تھا اگر وہ مسلمان تھا تو وہ عورت بموجب حکم قرآن اسپر حرام یعنی بمنزلہ اس کی والدہ ماجدہ کے تھی اور اگر وہ کوئی کافر یا مشرک تھا تو یہ نکاح کیسا۔ کیونکہ عورت کے مومنہ ہونے میں تو کسی محمدی کو شک کی گنجائش ہی نہیں

جس حالت میں کہ وہ زوجہ منکوحہ رسول اللہ تھی پس مومنہ کا نکاح ایک مشرک یا کافر کیساتھ صریح ناجائز تھا

دوم جبکہ ازواج محمدی کی نسبت خدا کا یہ حکم آگیا کہ اس کی بیبیاں مسلمانوں کی مائیں ہیں تو ساتھ ہی یہ حکم بھی ہونا چاہیئے تھا کہ مسلمانوں کی بیبیاں بھی حضرت کی بہو بیٹیوں کے برابر ہیں۔ تقاضائے انصاف تو ایسا ہی تھا خدا نے جہاں ازواجہم امہاتہم کہا تھا وہاں ازواجہم بناتہ بھی کہدیتا اور یہ تو بڑا اندھیر ہے کہ حضرت جس کی عورت چاہیں اپنے قابض و متصرف ہو جائیں مگر ان کی عورات محفوظ رہیں یہ کوئی منصفانہ حکم نہیں بلکہ صریح ظالمانہ ہے کہ جب ازواج محمدی سب مسلمانوں کی اماں ہوئیں تو اسی رشتے سے محمد صاحب سب مسلمان عورتوں کے بزرگ کس طرح نہ ہوئے۔ یہ فیصلہ تو محمد صاحب نے بعینہ مطابق اس شعر کے کیا:۔

از صحن خانہ تا بہ لب بام از آن من ۔۔۔ وز بام خانہ تا بہ ثریا از آن تو

دیکھیں ان ہر دو امور مندرجہ صدر کی نسبت کیا فرماتے ہیں علما متین و مفتیان شرع متین

گلشن بہار تیل

مقوی دماغ اور مقوی بصارت [illegible]

آنکھ اور بالوں کو اسکے مفید

یہ خوشبودار اور فرحت بخش تیل بالوں کو بڑھاتا نرم سیاہ چمکیلے اور ان کی جڑوں کو مضبوط کرتا ہے واقعہ درد سر کام سر درد کمزوری دماغ بھاری پن پھنسی۔ داد۔ گنج کمزوری بصارت علاوہ ازیں سر کو ٹھنڈا رکھتا ہے۔ منہ کی پھنسیوں کو دور کرتا ہے اور بالوں کو سفید ہونے سے روکتا ہے یہ مدرسوں۔ وکیلوں۔ طالبعلموں کو نیز ان لوگوں کو جن کو دماغی محنت زیادہ کرنی پڑتی ہے ضرور استعمال کرنا چاہیے۔ فی شیشی ۱۰ دس آنے

چورن آبحیات آپنے بہت سے چورن اور نمک سلیمانی استعمال کیے ہونگے لیکن اس سے بڑھکر کسی کو نہ پائیں گے۔ واقعہ بدہضمی درد پیٹ۔ درد رحم۔ بادشول درد گولا۔ درد جوڑ۔ درد بدن کمزوری معدہ۔ کھانا ہضم نہ ہونا کھٹی ڈکاریں آنا منہ سے پانی جانا۔ بادی۔ اسہال پیچش۔ کھانسی۔ دمہ۔ نزلہ۔ پرسوت وغیرہ امراض کے لیے تیر بہدف۔ قیمت فی چھٹانک ۶ چھ آنے

سفید داغ یعنی کوڑھ یا برص شرطیہ آرام ہوتا ہے کھانے اور لگانے کی دوا دیجائے گی۔ قیمت چار روپیہ (للعہ)

مسان روگ بچوں کی جان لینے والا ہوتا ہے جو سوکھ سوکھ کر یا دیگر امراض میں مر جاتے ہیں اس دوا سے یہ مرض قطعی دفعہ ہو جاتا ہے بچے موٹے اور تر و تازہ ہو جاتے ہیں قیمت فی شیشی ایک روپیہ (عہ)

ہیضہ کی مجرب دوا ہیضہ کے لیے یہ دوا جسقدر مفید ثابت ہوئی ہے اس سے بڑھکر شاید ہی کوئی اور دوا ہو۔ یہ جہاں اندر گئی اور فوراً اثر دکھلایا اسکے علاوہ اسہال پیچش مروڑ۔ بدہضمی وغیرہ کو خاص مفید۔ فی شیشی ایک روپیہ (عہ)

خونی بادی بواسیر بواسیر کیلیے لاجواب اور عمدہ دوا ہے ایک دفعہ دور ہو جانے پر پھر نہیں ہوگی بہت سے مریض جو ہمیشہ رنج میں رہتے تھے انکو قطعی آرام ہو چکا ہے آرام نہ ہونے پر دام واپس قیمت عہ

عورتوں کی پرسوت کی دوا عورتیں جنکو سخت خطرناک اور تکلیف دہ مرض ہے اس دوا کے کھانے سے قطعی دور ہو جاتا ہے قیمت [illegible] آنے

منیجر پیارے لال ویش آریہ کیرانہ ضلع مظفر نگر

آریہ پرنٹنگ پبلشنگ اینڈ جنرل ٹریڈنگ کمپنی لمیٹڈ

انارکلی لاہور کی طرف سے

ایک کارخانہ کھولا گیا ہے جس میں کہ نہایت اعلیٰ قسم کی سیالکوٹی سٹیل
ٹرنک طیار کئے جاتے ہیں۔ مال نہایت ستھرا اور مضبوط طیار کیا
جاتا ہے رنگائی نہایت اعلیٰ مختلف نمونہ جات پر کی جاتی ہے
ہر ایک قسم کی لکڑی کا رنگ اس خوبی سے کیا جاتا ہے کہ ٹرنکوں کی
خوبصورتی کو دوبالا کرتا ہے مضبوط اسقدر ہیں کہ ایکدفعہ کا خرید
کیا ہوا ٹرنک مدتوں تک کام آسکتا ہے باوجود ان سب خوبیوں کے
قیمت بالکل واجبی لیجاتی ہے بیرونی آرڈروں کی تعمیل باقاعدہ
اور ٹھیک اقرار پر ہوتی ہے قیمت اور سائز کا فیصلہ خط و کتابت
سے ہو سکتا ہے آرڈر دیتے وقت اپنا پورا پتہ اور ریلوے سٹیشن کا
نام صاف ہونا چاہئے قیمت کا پیشگی آنا ضروری ہے

نوٹ۔ کمپنی بک ڈپو سے ہر ایک قسم کی آریہ سماجک اور دیگر
مفید عام کتب رعایتی قیمت پر ملسکتی ہیں مفصل فہرست طلب فرمائیں

المشتہر منیجر کمپنی

فن تجارت سکھانے اور دولت کمانیکے راستے بتانیوالی

قابل قدر کتاب اصول تجار

جو دولت حاصل کرنے اور فارغ البال ہونیکی ترکیب سکھاتی اور اقبال اور آزادی کا راستہ دکھاتی ہے لوگ کیا کہتے ہیں

(۱) شیخ نقشبندی صاحب گورداسپور لکھتے ہیں کہ میں کتاب اصول تجارت کو ملک اور قوم کیلئے رحمت خیال کرتا ہوں (۲) لالہ حاکم رائے صاحب بی اے پلیڈر گوجرانوالہ فرماتے ہیں کہ یہ کتاب فن تجارت سے پورا واقف کر دیتی ہے (۳) لالہ نرائن داس صاحب سب اوورسیر رقمطراز ہیں کہ اس کتاب کے مصنف نے دریا کو کوزے میں بند کیا ہے (۴) لالہ جگناتھ صاحب کالا ضلع جہلم کی رائے ہے کہ اس کتاب کے مصنف نے ملک پر بڑا احسان کیا ہے (۵) محمد اعجاز علی صاحب لکھنؤ قمطراز ہیں کہ اس کتاب میں تجارت کے نہایت ضروری اور کارآمد اصول جمع ہیں اور اپنے رنگ کی یہ پہلی کتاب ہے (۶) لالہ ودھاوا رام صاحب بی اے سابق پروفیسر رندھیر کالج کپورتھلہ یقین دلاتے ہیں کہ شائقین تجارت کیلئے اس سے بڑھ کر اردو میں ابتک کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ (۷) سید غلام حسین صاحب نور محل سے لکھتے ہیں اس کتاب نے ملک کی ایک بہت بڑی ضرورت کو پورا کیا ہے۔ (۸) ایڈیٹر صاحب اخبار ہندوستان لاہور اپنے ۱۶ اپریل سنہ ۱۹۰۹ء کے اخبار میں رائے زن ہیں کہ اس کتاب میں تجارت کے تمام ضروری پہلوؤں پر بحث کی گئی ہے اور مصنف نے محنت اور کاوش کا کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا شائقین تجارت اور کاروباریوں کو ضرور اسکا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

مندرجہ بالا آٹھ شہادتیں ان بیشمار سندات میں سے مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر درج کیگئی ہیں جو ملک کے ہر حصہ اور ہر طبقے سے کتاب اصول تجارت کی عام پسندیدگی کے متعلق موصول ہوتی ہیں امیر و غریب اونی و اعلےٰ اور ہندو و مسلمان ہر شخص نے اس کتاب کو تہ دل سے پسند کیا ہے اور مصنف کی محنت کی داد دی ہے اور نہ صرف پبلک نے بلکہ پریس نے بھی ہماری حوصلہ افزائی کیلئے بڑی فراخدلی دکھائی ہے علاوہ بریں پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی اور محکمہ تعلیم ریاست کشمیر نے اس کی بہت سی جلدیں خرید کر سکولوں کی لائبریریوں میں رکھوائی ہیں بتائیے اس سے بڑھکر اس کتاب کی دلچسپی کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے

ملنے کا پتہ منیجر کتب خانہ ٹی سی گجراتی لاہور

التماس

جملہ نامہ نگار صاحبان آریہ مسافر کی خدمت میں التماس ہے کہ امسال علاوہ معمولی خسارہ مالی کے بوجہ انتقال بابو وزیر چند صاحب ایڈیٹر کے بھی بہت نقصان پہونچا یعنی رسالہ مال و جان دونوں طرح سے خسارہ میں رہا ایسے نازک وقت میں آپ صاحبوں کی قلمی امداد کی اسکو بہت بڑی ضرورت ہے تاکہ جو درخت پنڈت لیکھرام جی نے ستیہ اُپدیش کا دہرم کی سرزمین میں نصب کیا ہے اور ابتک سرسبز اور قریب پھلنے پھولنے کے پہونچا ہے مرجھانے نہ پائے اسکی آبیاری یعنی مسافر نوازی کا یہی وقت ہے گر قبول افتد زہے عز و شرف

اطلاع

اکثر اصحاب شائقین آریہ مسافر کا نمونہ مفت طلب کرکے کارخانہ کو زیر بار کرتے ہیں انکو واضح ہو کہ آئندہ کوئی نمونہ ہرگز مفت نہ بھیجا جائیگا یا تو چار آنہ کی ٹکٹ بھیجدیں یا وی پی کی جاوے ورنہ نمونہ کا بھیجنا تو درکنار جواب بھی نہ دیا جائیگا ایڈیٹر

محمدی عبادت

رسالہ آریہ مسافر ماہ مئی ۱۹۰۹ء میں ایک مضمون بعنوان "اسلامی عبادت" شایع ہوا ہے جو فاضل ایڈیٹر کے قلم سے نکلا ہے انہون نے اختصار کو مدنظر رکھکر دلائل قاطع و حجج ساطعہ سے ثابت کردیا ہے کہ حضرت محمد صاحب مسئلہ عبادت الہی کو سمجھے ہی نہ تھے اسلیئے وہ ایسی تعلیم فرما گئے جو دل کی یکسوئی کے بالکل منافی ہے اس سے چت کی ایکاگرتا حاصل نہیں ہو سکتی جسکا ہونا عبادت کے لیئے ضروری ہی نہیں بلکہ عبادت بغیر اسکے عبادت ہی نہیں ہے وہ مضمون ایسا اعلے ہے کہ اگر مسلمان بھائی اسکو بنظر غور ملاحظہ فرمائیں تو ضرور راہ پر آجائیں۔ لیکن اُن سے یہہ امید کہاں بنا علیہ ضرور ہوا کہ اسلام کی معتبر و مستند کتب سے یہہ دکھلادوں کہ حضرت نے جو طریق عبادت جاری کیا تھا وہ ایسا نکما تھا اور ہے کہ دل کی یکسوئی نہ تو خود پیغمبر صاحب کو ہی نصیب ہوئی اور نہ خلفاء راشدین اور نہ دیگر اصحاب و مومنین کو بلکہ سب حضرات نماز کو ایک فوجی پریڈ سمجھتے اور وقت مقررہ پر قواعد کرتے رہے۔

یہہ سب حضرات تو ملک عرب کے رہنے والے تھے جہاں کی جہالت مشہور عام ہے افسوس ہندوستان کے مسلمانوں پر آتا ہے جو ایک مہذب ملک میں پیدا ہوئے علم فضل سے بہرہ ور ہوئے پھر کبھی غور نہیں کرتے اتنی بات کہ بیسود کیسی اور یہہ طریقہ عبادت الہی کیسا۔ پرماتما ایسی توفیق عطا کر دے ہندوستانی مسلمان بھائی سچی عبادت الہی اور فوجی قواعد میں تمیز کریں اور تعصب کو چھوڑ کر سطور مندرجہ ذیل کو ملاحظہ کریں۔

محمد صاحب کی نماز

محمد صاحب کا عین نماز میں دروازہ کھولنا وغیرہ تو آپ اسلامی عبادت میں ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ آپ نماز ترک کرکے دروازہ کھولدیا کرتے تھے ابو عیسیٰ ترمذی جامع ترمذی کتاب الصلواۃ باب

باجاء فی الاشارہ فی الصلوٰۃ میں تحریر کرتے ہیں کہ بلال سے حضرت ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ جب محمد صاحب حالت نماز میں ہوتے اور لوگ آپکو سلام کرتے تو آپ ہاتھ اٹھا کر جواب دیتے تھے

یہ سلام وکلام ثابت کر رہا ہے کہ حضرت کا دل اسی میں مبتلا تھا مسلمانوں کی سب سے معتبر اور تمام کتب حدیث کی سرتاج بخاری شریف میں آیا ہے کہ حضرت نماز پڑھاتے پڑھاتے عین نماز میں نماز بھول گئے۔ حدثنا عثمان ثنا جریر عن ابراہیم عن علقمہ عن عبداللہ ابن مسعود صلی النبی صلعم قال ابراہیم لا ادری زاد او نقص فلما سلم قیل لہ یا رسول اللہ احدث فی الصلوٰۃ شیٔ قال وما ذاک قالوا صلیت کذا وکذا فثنی رجلیہ واستقبل القبلۃ وسجد سجدتین ثم سلم فلما اقبل علینا بوجہہ قال انہ لو حدث فی الصلوٰۃ شیٔ لنبأتکم بہ ولکن انما انا بشر مثلکم انسیٰ کما تنسون فاذا نسیت فذکرونی واذا شک احدکم فی صلوٰتہ فلیتحر الصواب فلیتم علیہ ثم لیسلم ثم یسجد سجدتین"

ترجمہ۔ "عثمان نے بیان کیا کہا ہم سے جریر نے اونہوں نے منصور سے اونہوں نے ابراہیم سے اونہوں نے علقمہ سے اونہوں نے عبداللہ بن مسعود سے کہ آنحضرت صلعم نے نماز پڑھائی اور ابراہیم نے کہا مجھکو معلوم نہیں آپ نے کچھ بڑھایا یا گھٹا دیا جب سلام پھیرا تو لوگوں نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ کیا نماز میں کوئی نیا حکم آیا آپ نے فرمایا یہ کیا بات ہے لوگوں نے کہا آپ نے اتنی رکعتیں پڑھیں یہ سنکر آپ دو زانو ہو بیٹھے اور قبلہ کی طرف منہ کیا اور دو سجدے کئے پھر سلام پھیرا پھر ہماری طرف منہ کر کے فرمایا اگر نماز میں کوئی نیا حکم آتا تو میں ضرور تم سے کہدیتا بات یہ ہے کہ میں بھی تمہاری طرح آدمی ہوں جیسے تم بھول جاتے ہو میں بھی بھول جاتا ہوں پھر جب میں بھول جاؤں تو مجھے یاد دلا دیا کرو اور جب تم میں سے کوئی اپنی نماز میں شک کرے تو ٹھیک بات سوچ لے پھر اسی پر اپنی نماز پوری کرے پھر سلام پھیرے اور پھر سہو کے دو سجدے کرے"

بخاری صاحب نے ایک باب خاص اس بارہ میں مدون فرمایا ہے وہ کہتے ہیں کہ محمد صاحب نماز پڑھتے پڑھتے بھول گئے جب مسلمانوں نے یاد دلایا تو بقیہ نماز ادا فرمائی ملاحظہ ہو۔

ماجاء فی القبلۃ ومن لا یری الاعادۃ علی من سہا فصلی الی غیر القبلۃ وقد

سلم النبی صلعم فی رکعتی الظہر و اقبل علی الناس بوجہہ ثم اتمہ ما بقی

ترجمہ اگر کوئی بھولے سے قبلے کے سوا دوسری طرف نماز پڑھ لے تو دوبارہ نماز کا دہرانا واجب نہیں [illegible] یہ ہے کہ حضرت صلعم نے ظہر کی دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر (یعنی نماز ختم کر دی) اور لوگوں کی طرف اپنا منہ کیا پھر دوبارہ لائے یہ باقی نماز پڑھی۔

ترمذی صاحب بھی اپنی جامع ترمذی میں ابواب ماجاء فی سجدتی السہو قبل السلام یعنی سلام سے پہلے سجدہ سہو کے بیان میں اور باب ماجاء فی سجدتی السہو بعد السلام و الکلام یعنی اس بیان میں کہ سجدے سہو کے بعد سلام اور کلام کے ہیں اور باب ماجاء فی التشہد فی سجدتی السہو یعنی سہو کے سجدوں میں التحیات کا بیان وغیرہ قائم فرمائے ہیں اور اس کثرت سے احادیث درج کی ہیں کہ اگر انکو نقل کیا جائے تو ایک مبسوط رسالہ تیار ہو جاوے اسی لئے بخوف طوالت صرف ابواب پر ہی اکتفا کیا ہے اب مسلمانوں کو ہی حکم گردانتا اور پوچھتا ہوں کہ کیوں دوستو کیا یہی شان نبوت تھی کہ حضرت مصروف تو عبادت خدا میں ہوں اور بھول جائیں نماز اگر حضرت کو اطمینان و سکون قلب حاصل ہوتا تو اس بھول بھلیاں میں کیوں پھنسے رہتے اور صرف یہی ایک بات نہیں بلکہ ایک مرتبہ حضرت بحالت جنابت مسلمانوں کی جماعت کو نماز پڑھوانے لگے تھے چنانچہ امام بخاری صاحب اپنی صحیح میں لکھتے ہیں

حدثنا عبد اللہ بن محمد قال ثنا عثمان بن عمر قال انا یونس عن الزہری عن ابی سلمہ عن ابی ہریرہ قال اقیمت الصلوٰۃ و عدلت الصفوف قیاما فخرج الینا رسول اللہ صلعم فلما قام فی مصلاہ ذکر انہ جنب فقال لنا مکانکم ثم رجع فاغتسل ثم خرج الینا و راسہ یقطر فکبر فصلینا معہ تابعہ عبد الاعلی عن معمر عن الزہری و رواہ الاوزاعی عن الزہری

ترجمہ

عیسٰی عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا کہا ہم سے عثمان بن عمر نے کہا ہم کو یونس نے خبر دی انہوں نے زہری سے انہوں نے ابو سلمہ سے انہوں نے ابو ہریرہ سے انہوں نے کہا نماز کی تکبیر ہوئی اور صفیں برابر ہو گئیں لوگ کھڑے تھے آنحضر صلعم برآمد ہوئے (یعنی مکان سے جو مسجد میں واقع تھا) جب نماز کی جگہ پر کھڑے ہو گئے اس وقت آپ کو یاد آیا کہ آپ کو نہانے کی حاجت ہے آپ نے ہم لوگوں سے فرمایا تم یہیں ٹھہرے رہو پھر آپ لوٹ گئے اور غسل کیا پھر ہمارے پاس باہر برآمد ہوئے اور آپ کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا آپ نے

الله اکبر کہا اور ہم نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی عثمان بن عمر کے ساتھ ہی اس حدیث
کو عبدالاعلیٰ نے بھی معمر سے روایت کیا اوہنوں نے زہری سے اور اوزعی نے بھی زہری
سے اس کو روایت کیا۔

اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت نماز کو فوجی پریڈ ہی سمجھتے تھے ورنہ نماز
کے وقت کیوں غسل کرنے کے پہلے سے طیار ہو جاتے مسلمانوں کی خوش نصیبی سے حضرت نے
غسل فرما لیا ورنہ کل جماعت کی امامت بحالت جنابت ہی فرماتے شاید کبھی پہلے ہوا
ایسا ہوا بھی ہو کیونکہ حضرت کا حافظہ نہایت کمزور ثابت ہوتا ہے

احادیث سے یہہ بھی ثابت ہے کہ حالت نماز میں محمد صاحب جب کسی لڑکی یا لڑکے
کا رونا چلانا سنتے تو نماز میں تخفیف فرما دیتے تھے چنانچہ صحیح ترمذی میں ابو عیسیٰ ترمذی
نے ایک باب ماجاء ان النبی صلے الله علیہ وسلم قال انی لاسمع بکاء الصبی
فی الصلوۃ فاخفف یعنی باب اس بیان میں کہ نبی صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا میں البتہ
نماز میں لڑکے کا رونا سنتا ہوں تو نماز میں تخفیف کرتا ہوں اور ابو عیسیٰ نے احادیث صحیحہ
اس بارہ میں درج کی ہیں کہ حضرت بچوں کا رونا سنتے تو نماز میں کمی فرماتے تھے یہہ کیسے تعجب
کی بات ہے کہ رسول خدا نماز کو تاریحہ طفلان سمجھتے تھے اور ادنے ادنے وجوہ سے ترک
یاد الٰہی کر دیا کرتے تھے مسلمان دوستو سوچو اور غور کرو جب خود حضرت کا دل نماز میں قرار
نہیں پکڑتا تھا تو آپ کس شمار میں ہیں اگر میں چاہوں تو ایسی صدہا احادیث نقل کر دوں
مگر مجھے اختصار مدنظر ہے اسلئے صرف نام ابواب ہی کو کافی سمجھا اب اسکو زیادہ طول نہ دیکر
ایک حدیث اور سناتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ جہاں عبادت میں دل کی یہہ کیفیت
تھی دوسری طرف کہانے پینے کی کیا کیفیت تھی چنانچہ صحیح ترمذی میں کتاب الصلوۃ باب
ماجاء اذا حضر العشاء واقیمت الصلوۃ فابدءوا بالعشاء یعنی جب کہانا حاضر ہو
اور نماز کے لئے تکبیر کہیجائے تو ابتدا ساتھ کہانے کے کرو گویا نماز کو چھوڑ دو اور پیٹ کو بے
فکری سے بھرلو) میں انس سے روایت ہے کہ جب کہانا حاضر ہو اور مسجد میں تکبیر ہو جائے تو
بلا خوف فوت نماز کہانا کہا او اور ابن عمر سے مروی ہے کہ عشا کا کہانا اس حالت میں کہایا
کہ امام کی قرات (مسجد میں) سنتا تھا۔ الخ

کیا مزے کی اجازت ہے مسجد میں نماز ہو رہی ہے قریب ہی حضرت عمر کے خلف الرشید جنکو

زہد اتقاء کی مسلمانوں میں دہوم ہے۔ بلا خوف بیٹھے قرات امام سُن رہے ہیں اور بجائے سجدہ و تسبیح کھانا تناول فرما رہے ہیں کیوں ہو خاتم المرسلین نے نماز پر کھانے کو ترجیح دی ہے اس مرقعہ کا دوسرا رخ ملاحظہ ہو کہ جہاں حضرت کی خود یہہ کیفیت تھی وہاں اگر جناب کو یہہ معلوم ہو جاتا کہ کوئی عبادت گزار عابد و زاہد مسلمان ہے اور لوگ اسکو عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں تو اوس بندہ خدا کے بے قصور سر قلم کرنے کا حکم صادر کیا جاتا چنانچہ بطور نظیر چند واقعات ذیل میں درج ہیں

(۱) مسند امام احمد بن حنبل میں ہے۔ ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ ابوبکر نے خدمت محمدؐ صاحب میں عرض کیا یا حضرت میرا فلاں وادی میں گذر ہوا وہاں ایک شخص حسن الہیئت کو کہ بخضوع و خشوع نماز پڑھ رہا ہے حضرت نے حکم دیا جا کر اسکو قتل کرو جب ابوبکر وہاں گئے اور اسی حالت میں قتل کرنا انکو مکروہ معلوم ہوا تو بلا قتل کرنے کے واپس آئے تب حضرت نے عمرؓ کو کہا کہ جا کر اوسکو قتل کرو عمر نے بھی جو ایسی ہی حالت دیکھی تو اوسکے قتل میں کراہت آئی اور واپس آکر حضرت سے کہا کہ ہم نے بخشوع نماز پڑھتے دیکھا لہذا مکروہ معلوم ہوا کہ اُسے قتل کروں تب حضرت نے فرمایا کہ یا علی تم اسکو قتل کرو حضرت علی جب گئے تو وہ وہاں سے جا چکا تھا

الخ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

"ولہ شاہد من حدیث جابر اخرجہ و رجالہ ثقات"

جس سے معلوم ہوا کہ اس روایت کے صحت او معتمد ہونے میں انکا اتفاق ہے۔

(۲) انس سے روایت ہے کہ ایک شخص تھا ہم لوگوں میں عابد زاہد اور جسکا اجتہاد باقی تھا ہم نے رسول اللہ سے اوسکا ذکر کیا مگر حضرت نے نہ پہچانا اسی حالت میں تھے کہ وہ شخص سامنے آگیا ہم لوگوں نے حضرت سے کہا یہی ہے حضرت نے فرمایا کہ میں تو اسکے چہرہ پر ایک نشان شیطان کا پاتا ہوں اُسنے آکر سلام کیا تو حضرت نے فرمایا کہ تیرے دل میں یہہ خیال گزرا ہے کہ میں سب سے افضل ہوں اُسنے کہا کہ ہاں پھر وہ چلا گیا اور داخل مسجد ہوا حضرت نے فرمایا کہ کون شخص اسکو قتل کریگا ابوبکر عمر نے قتل نہیں کیا کہ وہ نماز پڑھ رہا تھا اور حضرت علی کو وہ شخص ملا نہیں اور اسطرح خدا نے محمدؐ صاحب کے ہاتھ سے اوسکو بچایا غالباً قصور اسکا یہی ہوگا کہ حضرت سے زیادہ عبادت کیوں کرتا ہے جس سے عام لوگوں کی نظر میں اوس کی وقعت و عزت زیادہ ہونے کا احتمال ہے مسلمانو! غور کرو لوگونکو عبادت سے ہٹانا

اور عبادت الٰہی کو قصور سمجھنا یہہ انبیا کا کام ہے۔

محمد صاحب کی نماز

حضرت عمر اہل سنت جماعت کے ہیرو ہیں اور علماء سنیہ کو آپ کے نام نامی پر فخر ہے آپ نے بہت سی فتوحات اپنے عہد خلافت میں کر کے ممالک مفتوحہ میں جبراً دین اسلام رائج کیا بیحد و حساب لوٹ کا مال مسلمانوں میں تقسیم کیا مباحثہ کے بعد قرآن مرتبہ ابوبکر میں اصلاح کی اکثر رسوم قبیحہ مثل متعہ النساء وغیرہ جو عہد نبوی میں مروج تھیں موقوف کر کے بجائے اونکے تراویح قرآن جاری فرمائے آپ محمد صاحب کے خسر اور حضرات عشرہ مبشرہ میں داخل تھے آپ محمد صاحب کے دوسرے جانشین تھے اپنے خیالات مذہبی کے سخت پابند تھے اسکے خلاف چلنے والوں پر سخت گیر تھے اگر میں مختلف کتب سے روایات متعلق نماز حضرت عمر جمع کروں تو یہہ مضمون ایک رسالہ بن جائے اسلئے صرف مسلمانوں کے نہایت مشہور و معروف فاضل جنکو درجہ ولایت بھی حاصل تھا اور حجتہ اللہ کے معزز لقب سے ملقب تھے یعنی جناب مولوی شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی مشہور کتاب ازالۃ الخفا سے کچھہ اقتباس ہدیہ ناظرین کرتا ہوں مقصد دوم صفحہ ۹۴ پر شاہ صاحب رقمطراز ہیں

ابوبکر عن عروہ قال عمر انی لاحسب جزیۃ البحرین فی الصلوٰۃ ابوبکر عن ابی عثمان النہدی قال عمر لاجہز جیوشی دانا فی الصلوٰۃ۔

یعنی ابوبکر عروہ سے روایت کرتے ہیں کہا حضرت عمر نے میں تو نماز میں جزیہ بحرین کا حساب کر لیتا ہوں

اور عثمان ہندی سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ میں نماز میں اپنے لشکر کا سامان کر لیتا ہوں۔

ناظرین جائے غور و انصاف ہے جب خلیفہ رسول کے قلب کی یہہ حالت تھی تو آجکل جو فضیلت نماز لوگ بیان کر رہے ہیں وہ کہاں تک صداقت پر مبنی ہے جب خلیفہ صاحب کو ہی اطمینان قلب میسر نہو تو پھر اور کسکو نصیب ہو سکتا ہے اسی پر بس نہیں بلکہ غضب تو یہہ ہے کہ حضرت عمر جب امام بنکر مسلمانوں کو نماز پڑھواتے تو الحمد پڑھتے نہ کچھ اور قرآن کی عبارت پڑھتے بلکہ بالکل خالی نشست و برخاست کرتے کسی مسلمان مقتدی کو یہہ جرات نہوئی کہ اون سے اسکا سبب دریافت

کرے کہ حضرت آپ یہہ کر کیا رہے ہیں چنانچہ شاہ صاحب ممدوح صفحہ ۹۲ پہ تحریر فرماتے ہیں

الشافعی فی القدیم ان عمر بن الخطاب صلی فلم یقرء فقال لهم کیف کان الرکوع والسجود قالوا حسنا قال فلا باس

یعنی حضرت عمر نے نماز پڑھی اور اسمیں کچھہ قرات نکی لوگوں سے پوچھا کہ رکوع و سجود کیسا تھا سب نے کہا بہت اچھا درہ کا خوف برا ہوتا ہے کہا عمر نے تو کچھ مضایقہ نہیں

ولیہا رکی نماز آپ اپنی زندگی میں خرافات دین اسلام بجالاتے رہے آپکو مے نوشی کی عادت تھی اور کبھی کبھی پیا کرتے تھے آپنے ممالک مفتوحہ میں اسلام کو جبراً رواج دیکر اسلام کو مشکور فرمایا غالباً یہہ حضرت نماز محض اوٹھا بیٹھی اور ایک فعل فضول سمجھتے ہونگے کیونکہ مولانا نواب صدیق حسن خان صاحب حجج الکرامہ صفحہ ۹۷ میں تحریر فرماتے ہیں کہ " روزے اذان شد نزدش جاریہ بود کہ بادی شراب میخورد برآواز اذان بہ خاست وادر ادطی کرد وسوگند خورد کہ جز آن جاریہ دیگرے این وقت با مردم نماز گذارد پس آن جاریہ ہمچنا بدمست برخاست ولباس ان ناپاک بر خود پوشیدہ تبدیلی صورت نمودہ با مردم نماز کرد

یعنی ایک روز صبح کی اذان ہوئی جب آپنے آواز موذن سنی تو اوسنے اپنی لونڈی سے جو شراب پلا رہی تھی مجامعت کی اور قسم کہائی کہ آج امامت جماعت بھی لونڈی کریگی جو نشہ شراب میں بدمست اور چور تھی لونڈی نے اسی حالت میں مردانہ لباس پہنا اور ولید کی جگہہ امام جماعت بنی اور سبکو نماز پڑھوائی یہہ واقعہ تواریخ الاوئل صفحہ ۱۰۵ و تنقیح تاریخ صفحہ ۷۵ و تاریخ خمیس میں بالتشریح درج ہے

ناظرین افسوس ہے اُن حضرات پر جنہوں ایسی بدمست کنیزک کے پیچھے نماز ادا کی

المومنین و المومنات

صفحہ ۹۰ مطبوعہ منیہ مصر میں صحابہ کی خدا پرستی کے بجائے حسن پرستی و نظر بازی بالفاظ ذیل

تحت اٰیۃ لقد علمنا المستقدمین سکم الاٰیۃ الرابع کہ میں قال ابن عباس فی روایتہ ابی الجوذاء کانت امرءۃ حسناء تصلی خلف رسول اللہ وکان قوم یتقدمون الی الصف الاول لیلا یروہا واخرون یتخلفون ویتاخرون لیروھا واذا رکعوا جافوا ایدیھم لینظروا من تحت اباطھم فانزل اللہ ھذہ الاٰیۃ یعنی ایک خوبصورت عورت رسول خدا کے پیچھے نماز پڑھتی تھی کچھہ لوگ صحابہ سے صف اول میں ہوجاتے تھے کہ اسپر نظر نہ پڑے اور کچھہ لوگ پیچھے رہ جاتے تھے کہ دوسری صف میں بقصد نظارہ شریک ہوں اور وقت رکوع ہاتھوں کو پھیلا دیتے تھے کہ بخوبی نظارہ ہو پس خدا نے یہہ آیت نازل کی کیسے متقی صحابہ تھے اور کیا خوب طریق عبادت تھا کہ رسول کے ساتھ تو نماز پڑہتے ہیں اور خدا کے دربار میں حاضری کا دعوےٰ ہے اسپر یہہ تاک جھانک اور نظر بازی و حسن پرستی۔

پھر تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۲۰۹ میں ہے وقال الحسن احباب اھل المدینۃ جوع وغلاء سعر فقدمت عسر والنبی یخطب الجمعۃ فسمعوا بھا وخرجوا الیھا فقال النبی لو اتبع اخرھم لاھتب لوادی نارا قال قتادۃ فعلوا ذلک ثلاث مرات یعنی حسن سے روایت ہے کہ اہل مدینہ گرانی غلہ میں مبتلا ہوے اس اثناء میں قافلہ تجارت شام سے آیا سب لوگ حضرت نبی کو عین حالت خطبہ جمعہ میں چھوڑ کر چلے گئے نبی نے کہا اگر کل حاضرین چلے جاتے تو تمام جنگل آتش جہنم سے مملو ہوجاتا کہا قتادہ نے کہ تین مرتبہ اس خطائے مرتکب وہ لوگ ہوے اسی تفسیر کبیر سے یہہ بھی ثابت ہے کہ حضرات مومنین محمد صاحب کو نماز میں تنہا چھوڑ اون باجوں کے سننے کو چلے جایا کرتے ہیں جو نکاح میں بجا کرتے ہیں یہہ عادت اونکی یہاں تک پختہ ہوگئی تھی کہ محمد صاحب کو آیت نازل کرانی پڑی جو سورۃ جمعہ میں ہے۔

واذا راوا تجارۃ او لھوا انفضوا الیھا وترکوک قائما یعنی جب وہ لوگ کسی تجارت یا کھیل کود دیکھتے ہیں تو چلے جاتے ہیں اوسطرف اور تجھکو نماز میں چھوڑ دیتے ہیں۔ واقعی محمد صاحب آپ سچ فرماتے ہیں بھلا اکیلا امام نماز کیا پڑھے اور کسکو پڑھائے جب جماعت ہی رفو چکر ہوجائے۔

اسلام کے ابتدائی زمانہ میں مرد و عورت اکٹھے ہوکر نماز جماعت مسجدوں میں ادا کیا کرتے تھے چونکہ

نماز میں محمدؐ صاحب نے سوائے نجاست و پرخاست اور کچھ نہیں رکھا اسلئے نماز گزاروں کا دل یہ تما کیطرف تو لگتا نہ تھا بلکہ دنیا کی خرابات و فسق و فجور میں پھنس جاتا تھا جن حالات کی تحریر کی میرے قلم میں قدرت نہیں اور نہ مسلمان اسکے سننے کو طیار ہونگے بلکہ ناظرین آریہ مسافر بھی اس سے متنفر ہوں گے۔

لہذا ان حضرات کی کیفیت صرف اس ایک فقرہ سے ناظرین معلوم کر لیں۔ جو حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۲۳ پر تحت آیہ رجم میں فضائل قرآن سے ناقل ہیں کہ روایت ہے بطریق جرح کہ عمرؓ نے کہا نہ شک کرو آیہ رجم میں کہ وہ حق ہے اور میں نے قصد کیا تھا کہ لکھوں اسے مصحف میں لہذا ابی بن کعب سے سوال کیا تو انہوں نے کہا کیا ایسا نہیں تھا کہ ہم رسول اللہ سے اسے پڑھ رہے تھے تو تم نے میرے سینے میں مارا اور کہا حضرت سے آیہ رجم پڑھ رہے ہو حالانکہ یہہ صحابہ تسافد کرتے ہیں جسطرح گدھے چڑھتے ہیں الخ۔ مطلب یہہ ہے کہ جسطرح بہائم تمیز تخلیہ و جماعت نہیں رکھتے اور نہ موقع محل دیکھتے ہیں اسیطرح مسلمان اپنے کام میں مشغول ہو جاتے ہیں وہ بھی گھر اور مسجد رات دن نماز وغیرہ کا وقت کچھہ نہیں دیکھتے اور کام سے کام رکھتے ہیں۔

اگرچہ اس روایت کے علاوہ اور کسی روایت کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ حضرت ابن حجر نے مسلمانوں کا پورا نقشہ کھینچدیا ہے لیکن یہہ مجمل ہے شاید ہمارے محمدی دوست اسکو قبول نکریں اسلئے دو تین روایات جو بہ نسبت سب روایات کے زیادہ مشہور اور ایسے موقع کی ہیں کہ جب مسلمان تمام دن روزے سے ہوتے ہیں اور رات کو بعد نماز تراویح قرآن شریف پڑھتے ہیں جسکی آواز سے شیطان دور بھاگ جاتا ہے بہ نسبت اور دنوں کے ماہ رمضان میں خدا کا ذکر زیادہ تر کیا کرتے ہیں۔

مولانا السید محمد حیدر صاحب الشمس جلد ۳ صفحہ ۵۵۹ پر کتاب البانث سے ملے اکا۔ البلاغ والحوادث علامہ ابو شامہ شافعی محدث سے ناقل ہیں ترجمہ اوسکا حسب ذیل ہے۔ مرد اور عورتیں ایک جگہہ جمع ہوتی ہیں ایک کے بدن سے دوسرے کا بدن ملا ہتا ہے تھرہ ایک

---

۵ قرآن میں ایک آیت ہے جسمیں حکم تھا کہ زانی کو رجم یعنی سنگسار کرنے کا حضرت عمرؓ نے اوسکو قرآن میں داخل کرنا چاہا کہ حضرت ابوبکرؓ نے درج نہیں کیا تھا اسلامی خود غرض نے اوسکو درج نہیں ہونے دیا اور قرآن میں تحریف کر دی پوری بحث اسکی تحریف القرآن میں آویگی

مزاحمت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے گلے پڑے رہتے ہیں جیسا ایک مرد صالح نے
بیان کیا کہ اس مجمع میں ایک مرد ایسا تھا جو ... کر رہا تھا ..... حالانکہ سب کھڑے
اور دوسرے نے ایک عورت کی زبانی بیان کیا کہ ایک مرد نے ...... کیا اس مجمع میں
صرف پاجامہ کی آڑ رہی پھر آگے تحریر فرماتے ہیں۔

حتی بلغنی ان رجلا ضم امراۃ من خلفہا فضیف بحاش من زحم الناس و
جائت الینا امراۃ تشکو فقالت حضرت عید الواعظ فی المسجد الجا
مع فاضمنی رجل من خلفی والتہ نہی فی مرحم فما حال بلنیہ و بین ذالک شی
الا الثیاب فاقسمت ان لا تحضر ابدا۔

یعنی یہانتک کہ ایک مرد نے پیچھے سے ایک عورت کو چمٹایا کہ بھیڑ مجمع میں بالکل غائب کر دیا
دوسری عورت نے مجھ سے شکایت کی کہ میں مسجد میں مولوی صاحب کا واعظ سن رہی تھی کہ
ایک مرد نے پیچھے سے چمٹایا صرف کپڑے کی آڑ رہ گئی

اگر محمد صاحب بھی رشی منی مہاتماؤں کی طرح طریق عبادت بتلاتے تو یہہ خرابیاں واقع نہ
ہوتیں سب ایکانت میں پرماتما کا دھیان کرتے پڑھتے کپڑے تو تھے نہیں جو کچھ خیال مبارک میں
جم جاتا تھا خدا کے نام پر فرما دیا کرتے تھے۔

جب علماء محمدیہ نے مسلمانوں کا یہہ حال دیکھا تو شریعت کی آڑ میں ان افعال کے جواز کی بات
فتوے دینے لگے جیسا کہ درمختار مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۱۴۴ پر درج ہے۔

دمعص ثدیہا ثلاثا او مرۃ و منزل لبنہا بمسہا لشہوۃ او قبلہا بلا و
لبنہا فسدت لا لو قبلتہ کم لشہوا و الفرق ان فی تقبیلہ معنی الجماع

یعنی اگر ... کے ... کو نماز میں تین مرتبہ چوسے یا ایک ہی دفعہ ایسا چوسے کہ دودھ
نکل آئے یا ... کرے بشہوت یا بوسہ سے بدون شہوت تو مرد کی نماز فاسد ہوگی۔
و اگر شہوت سے کرے پھر تو کوئی حرج نہیں، لیکن عورت اگر یہہ سب کام کرے تو اسکی
نماز فاسد ہوگی (یہہ کیوں) اسکی شرح میں شارح علامہ فرماتے ہیں۔

وفی الخلاصہ لو نظر الی فرج المطلقہ رجعیا بشہوۃ یصیر مراجعا ولا تفسد
صلاتہ فی روایۃ ھو المختار ط ۱۴۴ یعنی اگر نظر کرے طرف ..... اپنی عورت
کے جسکو طلاق رجعی دی ہو تو طلاق حکم اوٹھ جائے گا اور وہ اسکی زوجہ ہو جائے گی۔

اور نماز بھی باطل ہوگی

سبحان اللہ کیا شان نماز ہے مگر زن مطلقہ کا استثنا کیوں کر دیا گیا اس کا باعث معلوم ہوا۔)

محمدی دوستو! میں نے محض آپ کے پاس خاطر آپ کی کتب معتبرہ سے یہہ ظاہر کر دیا ہے کہ آپ کے بزرگوں کے طریق عبادت یعنی نماز سے کبھی یکسوئی ل ہوئی اور نہ اب ہو سکتی ہے عبادت کا اصلی طریقہ وہی ہے جو ویدوشاستروں نے بتلایا ہے دونوں طریقے آپ کے پیش نظر ہیں خود پڑھ سکتے ہو اچھے مولویوں اور عالموں سے دریافت کر سکتے ہو کہ یہہ کیا معاملہ تھا کہ آپ کے بزرگ نماز میں کیا کیا کر گزرتے تھے دوستو دنیا چند روزہ ہے آخرت میں صرف دھرم و عبادت ہی کام آیگی جب آپ کا طریق عبادت ہی درست نہوا تو آخرت میں خالی ہاتھ جانا ہوگا پیہ باتھا کی ہستی ہیں آپ کو آریہ سماج سے اتفاق ہے اور یہہ بھی آپ کو تسلیم ہے کہ عبادت الٰہی کرنی چاہیے دیگر مسائل میں اختلاف ہے تو ہوا کرے مگر یہہ مانتا کی عبادت تو باقاعدہ کرو میں نے محض بخلوص نیت یہہ چند سطور آپ کی بہبودی کی غرض سے لکھتے ہیں خدا آپکو ایسی توفیق بخشے کہ آپ بلا تعصب اسکو نظر انصاف سے مطالعہ فرمائیں۔ ادوم شم

شاد از عصار

تحریف القرآن نمبر ۴

نمبر ۳ میں ایڈیٹر صاحب ریویو اف ریلیجز کے اس دعوے کی پڑتال ہو چکی کہ محمد صاحب کے روبرو اور زیر نگرانی اونکی قرآن لکھا جا چکا تھا اور پیہ انا کی گریا سے ثابت کر دیا گیا کہ حضرت کے روبرو نہ تو قرآن تحریر ہوا اور نہ ہو سکتا تھا فاضل ایڈیٹر صاحب کا محض دعوی ہی دعوی ہے جسپر وہ کوئی دلیل نہ لا سکے اور نہ آیندہ لا سکینگے قرآن میں کہیں لفظ کتاب آگیا تو خوش ہو گئے کہ قرآن سے ہی ثابت ہو گیا کہ سارا قرآن محمد صاحب کی زیر نگرانی لکھا گیا تھا جبھی تو لفظ کتاب کا اطلاق ہوا لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ ایڈیٹر صاحب کو بحالت مجبوری جب کوئی دلیل

نکلی تو مجبوراً دہوکہ اور فریب کی پناہ میں جانا پڑا پہلا کتاب سے تو سب کا سب
قران لکہا ہوا ثابت ہوگیا اور ذکر سے جسکے معنی یاد اور یادداشت کے ہیں کہنا تا بنتا
ہوا آخر قران کا نام ذکر بھی تو ہے اور آپ تسلیم بھی کرچکے ہیں اور اپنے مضمون
میں اہی وعدہ کہکہ لکہہ ہی چکے ہیں قطع نظر اسکے سب ناموں سے مشہور جو قران
ہے اور تمام زمانہ میں اسی نام سے پکارا جاتا ہے یہہ مصدر قراء سے نکلا ہے جسکے
معنی پڑہنے کے ہیں اسکے بارہ میں معلوم نہیں کیا ارشاد ہوگا ایڈیٹر صاحب کو
بتلانا چاہئے میں ایڈیٹر صاحب سے دریافت کرتا ہوں کہ وہ کونسی وجہ ہے کہ
آپ لفظ کتاب کو الفاظ قران و ذکر پر ترجیح دیتے ہیں؟

ایڈیٹر صاحب کی قرانی تحقیقات تو معہ پڑتال کے ۳۲ میں درج ہو چکی اب ذیعلم مہتاطب
اپنے دعوے کو احادیث تواریخ سے ثابت فرماتے ہیں الا جسطرح قران سے کچہ بھی
ثابت نہو سکا اور سوائے ناکامیابی کے ایڈیٹر کے پلے کچہ نہیں پڑا اسیطرح تواریخ واحادیث
نے دستگیری نہیں کی اور ازروئے احادیث وہ اپنے دعوے کی اثبات میں قاصر رہے
ذیعلم ایڈیٹر فرماتے ہیں کہ اعلے طبقہ کی صحیح احادیث میں بہت سے واقعات ایسے درج
ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جب حضرت سرورکائنات صلعم کے پاس وحی آتی تھی
تو وہ اُسیوقت لکہہ لیجاتی تھی صحیح بخاری میں ایک حدیث ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ
جب پہلی ہی مرتبہ آپ پر وحی نازل ہوئی تو اسوقت آپ غار حرا میں تھے۔ جبرئیل آپ کے
پاس آیا اور کہا اقراء یعنی پڑہو آپ نے جواب دیا کہ میں نہیں پڑہ سکتا تین دفعہ جبرئیل نے یہی کہا
اور اسکے بعد جبرئیل نے علق کی ابتدائی آیت پڑہائیں اب فرشتہ کا یہہ کہنا کہ تم پڑہو اور
آنحضرت کا یہہ جواب دینا کہ میں پڑہ نہیں سکتا صاف بتارہا ہے کہ یہہ وحی آپ کو کسی قرطاس
پر لکہی ہوئی دکہائی گئی تھی اور چونکہ آنحضرت نہ خود لکہہ سکتے اور نہ پڑہ سکتے تھے سب سے پہلے
وحی کا لکہا ہوا دکہایا جانا اور یہہ کہنا کہ پڑہو اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ جو وحی تم پڑہوگے
اُسکو احتیاط سے لکہتے رہنا تاکہ ہر ایک اسکو پڑہ سکے یہہ ایک لطیف اشارہ ہے الخ ۱۲

قبل اسکے کہ میں ایڈیٹر صاحب کی تقریر کا جواب عرض کروں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس اعلا
طبقہ کی صحیح حدیث کی کیفیت لکہوں جس سے ثابت ہوجائے گا کہ یہہ حدیث صحیح نہیں ہے اور نہ
اشارہ کنایہ سے جمع قران پر کچہ روشنی ڈالتی ہے۔

حدیث صحیح - عند المحدثین حدیث صحیح اسکو کہتے ہیں جسکی پوری سند معتبر مسلمان راویوں کو
ذریعہ محمد صاحب تک پہنچ جائے -

حدیث متذکرہ بالا صحیح بخاری کے باب کیف کان بدالوحی الے رسول اللہ میں - میں تیسری
حدیث ہے چونکہ حدیث طولانی ہے اسلئے صرف اردو ترجمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے مولانا سید علی
اظہر صاحب فضل الباری جلد اول مطبوعہ بمبئی صفحہ ۱۳ پر یہہ ترجمہ تحریر کرتے ہیں (عایشہ سے
روایت ہے کہ حضرت کی وحی کی ابتدا خواب ہائے نیکو سے ہوئی یعنی جو خواب دیکہتے تھے اسکی
سچائی مثل سپیدہ صبح نمایاں ہوتی اس کے بعد آپ پر وحدت و تخلیہ کی محبت نے غلبہ کیا غار حرا
میں آپ تنہا زیادہ قیام کرتے تھے اور عبادت خدا کرتے تھے کچھہ زمانہ تک وہاں قیام رہتا پھر کچھہ
دنوں حضرت خدیجہ کے پاس آتے اور قیام کرتے پھر کچھہ کھانے پینے کی چیزیں لیکر اوسی غار حرا
میں چلے جاتے یہی معمول تھا یہانتک کہ امر حق نازل ہوا حالانکہ آپ غار حرا میں تھے کہ فرشتہ
نمایاں ہوا اوسنے کہا کہ پڑھو آپ نے کہا کہ میں پڑہنے والا نہیں ہوں یا کیا پڑھوں اوس فرشتہ
نے خوب سا فشار کیا پھر کہا پڑھ [illegible] حضرت نے پھر وہی جواب دیا تین مرتبہ اسیطرح فشار دیکر کہا
اقراء بسم ربک الذی خلق الانسان من علق اقراء و ربک الاکرام - اسکے بعد حضرت
وہاں سے ان آیات کو لیکر اور دل آپ کا مضطرب تھا اور آکر حضرت خدیجہ سے کہا کہ کچھہ اوڑہاؤ
کچھہ اوڑہاؤ جب وہ خوف و اضطراب دفع ہوا تو سارا حال آپ نے خدیجہ سے بیان کیا اور
کہا کہ مجھے اپنی جان کا خوف تھا حضرت خدیجہ نے کہا خدا ہرگز تمہیں ضائع یا محروم نکرے گا
کیونکہ تم صلہ رحم بجالاتے ہو اور ضعیفوں کی مدد کرتے ہو اور لوگوں پر احسان کرتے ہو اور مہمانداری
کرتے ہو اور لوگوں کی مشکلات میں اعانت کرتے ہو اسکے بعد بی بی خدیجہ آپکو ورقہ ابن نوفل کے
پاس لیگئیں جو خدیجہ کے چچازاد بھائی اور مذہب عیسوی قبول کر چکے تھے عبرانی کتابوں سے
مثل انجیل وغیرہ کے واقف تھے اور اسوقت بہت بڈہے ہو گئے تھے اور اندھے ہو چکے تھے
تب خدیجہ نے کہا کہ اپنے ابن عم (محمد صاحب سے مراد ہے) سنو کیا بیان کرتے ہیں حضرت نے
کل ماجرا بیان کیا تو ورقہ نے کہا یہہ وہی ناموس ہے جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوا تھا کاش
میں جوان ہوتا اے کاش میں زندہ ہوتا جسوقت تمہاری قوم تمکو نکالے گی حضرت نے کہا
کیا لوگ ہمکو نکالدینگے ورقہ نے کہا ہاں جو شخص مثل تمہارے لایا وہ ضرور ایذا دیا گیا اور
اگر میں تمہارا وہ زمانہ پاؤں تو پوری نصرت تمہاری کروں اسکے چند روز بعد ہی ورقہ

سے وفات پائی۔ اور وحی کے نزول میں فترہ یعنی توقف ہوا۔

یہہ حدیث عائشہ سے مروی ہے وہ نہیں بتلاتیں کہ انکو اس واقعہ کی خبر کیونکر ہوئی ابتدائے نزول وحی کے وقت وہ پیدا بھی نہیں ہوئی تھیں چنانچہ محمد بن عبد اللہ خطیب بن محمد عرف شیخ ولی اللہ صاحب اکمال فی اسماء الرجال مشکوٰۃ کے صفحہ ۶۱۱ باب العین فصل صحابیہ عورتوں میں لکھتے ہیں کہ حضور صلعم نے ان سے مکہ میں بماہ شوال نبوت کے دسویں برس شادی کی تھی یعنی ہجرت سے تین سال پہلے اور مدینہ میں شوال سنہ ۱ ہجری میں جب آپ کی عمر نو سال کی تھی اون سے زفاف کیا۔

یہہ تو ثابت ہوگیا کہ نبوت کے دسویں سال حضرت کا عائشہ سے نکاح ہوا اور سنہ ۱ ہجری میں زفاف جبکہ عائشہ کی عمر نو سال کی تھی اور تواریخ و تفاسیر سے ثابت ہے کہ بعد او عا نبوت حضرت دس برس مکہ میں رہے اس صورت میں شب زفاف کو جب عائشہ کی عمر ۹ سال کی تھی نبوت کا بارہواں سال تھا یعنی عائشہ کی پیدائش سے تین یا ساڑھے تین سال پہلے وحی و نزول قرآن جاری تھا پھر معلوم نہیں ہوتا کہ صدیقہ ایک ایسا واقعہ بیان کرتی ہیں کہ جسکے وقوع کے وقت وہ شکم مادر میں بھی تشریف نہیں لائی تھیں اگر کوئی کہے بحث یہہ کہے کہ محمد صاحب نے اون سے کہا ہوگا تو یہہ ایک احتمال ہوگا جسکے لئے ثبوت کی ضرورت ہے اور یہاں ثبوت کوئی موجود نہیں۔

ممکن ہے کہ حضرت کے سوا کسی اور سے سنا ہو چنانچہ علامہ عینی لکھتے ہیں۔ لم یجوز ان یکون هذا الطرن الحکایت بخبره علیه انسلا مرفلا یکون سماعه منه
یعنی کیوں نہیں جایز ہے کہ یہہ کلام بطور حکایت ہو دوسرے سے نہ یہ کہ خود حضرت سے سنا ہو

۱؎ معلوم نہیں ہوتا کہ ورقہ بن نوفل کے انتقال سے نزول قرآن کیوں بند ہوگیا اور حضرت صدیقہ کے اس فقرہ کے بیان کرنے کا مطلب کیا ہے کاش نوفل کچھ دنوں اور زندہ رہتا تو انجیل و توراۃ کے خلاف جو تحریریں جو حضرت کے حافظہ کی خرابی سے ہوگئی تھیں ہوتیں۔

۲؎ تفسیر بیضاوی مطبوعہ مطبع نولکشور جلد دوم ص۲۸۶ کان رسول اللہ صلعم و اصحابه بمکة عشر سنین۔ یعنی محمد صاحب اور ان کے اصحاب مکہ میں دس برس تک رہے تفسیر فتح البیان مطبوعہ بولاق مصر جلد ششم صفحہ ۹۰۴ درکشاف محمد آفندی یحیی

پس حضرت سے سننا کیونکر ثابت ہوا"
لاریب ماننا پڑا کہ یہہ حدیث ہرگز صحیح کی تعریف میں نہیں آتی اور نہ اعلے الطبقہ کی حدیث ہے
اب اندام بر سر مطلب ایڈیٹر صاحب کو لفظ پڑھو نے دہوکہ میں ڈالدیا اور انہوں نے عوام کو
دہوکہ دینا چاہا اونہیں غور فرمانا چاہیئے تھا کہ لفظ پڑھو سے ہرگز یہہ لازم نہیں آتا کہ ضرور
قرطاس پر بھی لکھا ہوا ہو کیا وہ نہیں دیکھتے کہ عام طور پر یہہ بولا جاتا ہے پڑہو گنگارام یا پڑہو
میاں مٹھو فلاں شخص غزل پڑھ رہا ہے یا غزل پڑہو تو آپ کے خیال مبارک میں شاید تحریری
کاغذات پیش کئے جاتے ہیں حدیث کا صاف و صریح مفہوم یہہ ہے فرشتہ نے کہا اقراء
یعنی پڑھ محمد صاحب نے جوابدیا ما انا بقاری یعنی میں کیا پڑھوں پڑھنے والا نہیں ہوں اگر
پہلے معنی جواب حضرت کے قبول کئے جائیں تو آپ کے قیاس بے اساس کی تمام عمارت منہدم
ہوکر ایک تودہ خاک بن جاتی ہے کیونکہ حضرت فرماتے ہیں کیا پڑھوں اگر کوئی قرطاس لکھا
ہوا ہوتا تو حضرت ایسا کیوں فرماتے بصورت تسلیم معنی دوم اقراء کے لئے لازمی امر نہیں
کہ ضرور ہی لکھا ہوا ہو جب فرشتے نے کہا پڑھو حضرت نے اپنی بے علمی کا اقرار کیا اور فرمایا کہ میں پڑھا
ہوا نہیں ہوں اسمیں کاغذ اور قران کا کیا تعلق ہے اور اشارہ کنایہ کا کیا مطلب باقی رہی نکتہ
سنجی اسپر میں فاضل ایڈیٹر صاحب کو مبارکباد دیتا ہوں واقعی آپ کی ذکاوت قابل داد ہے۔
اگرچونکہ وہ انسان ہیں اور سہو ہر انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے کوئی متنفس اس سے محفوظ نہیں
اسلئے یہہ نکتہ کچھہ ناتمام رہگیا ہے ایڈیٹر صاحب کے محض پاس خاطر کیوجہ سے اس ناتمام سلسلہ
کو تکمیل کئے دیتا ہوں۔

فر نہ کا غار میں آیات لانا اشارہ کرتا ہے کہ کوٹھری میں حفاظت سے رکھنا اور آیات کا
لکھا ہوا ہونا دال ہے کہ لکھتے جانا اور چونکہ ہاتھ حصہ بالائے جسم میں ہوتا ہے اسلئے اشارہ
نکلا کہ رکھنا اونچی جگہ اور چونکہ ہاتھ گوشت کا ہوتا ہے جسپہ کھال ہوتی ہے پس اشارہ نکلا کہ جلد
کھال کی بنوانا اور چونکہ مدارج النبوت میں ہے کہ فرشتہ کے گلے میں طلاء کا ہار بھی تھا اشارہ ہے
کہ جلد پہ سونے کے حروف بھی لکھوا دینا" دیکھا اس بنگڑ کی حدیث نے اشارہ بازی کا منہہ
برسا دیا اور اگر ذرا اور ان اشارات پر غور کیا جائے تو امید ہے کہ ایڈیٹر صاحب کی مضمون
نویسی پر یہہ حدیث کوئی حرف لائے مگر اس بحث کو اسی جگہ چھوڑتا ہوں اور اہل علم سے
ملتجی ہوں کہ خدا کے واسطے وہ انصاف کریں کہ یہہ کس قسم کا ثبوت ہے جو ایڈیٹر صاحب پیش

کر رہے ہیں کیا مسلمانوں کے پاس یہی دلائل ہیں اور اسی پر تمام جہانکو بے علم و جاہل کہا کرتے ہیں

ایڈیٹر صاحب ریویو اب تواریخ سے ثابت کرتے ہیں کہ کل قران حضرت کے روبرو اور زیر نگرانی جمع ہو گیا تھا وہ فرماتے ہیں۔

ابو ہشام نے کہا ہے کہ حضرت عمر زمانہ جاہلیت میں نہایت پر جوش اور غالی بت پرست تھے اپکو خبر ملی کہ آپ کی بہن اور بہنوئی مسلمان ہو گئے جب وہ بہن کے گھر پہونچے تو انہوں نے سنا کہ کوئی شخص اونکی بہن کو سورہ طٰہٰ پڑھا رہا ہے اس سے ثابت ہوا کہ اسوقت قران تحریر ہوتا تھا وغیرہ وغیرہ۔

میرے نزدیک تواریخ بھی ایڈیٹر صاحب کی دستگیری نہیں کرتیں اور ڈوبنے والہ کو تنکے کا سہارا یہہ مثل یہاں بالکل صادق آتی ہے دعوے سے کل قران کی تحریر کا ثبوت ہے صرف ایک سورہ کا جو مشتمل ہے صرف ۲۸ فقروں پر اور یہہ شک بھی ابھی رفع نہیں ہوا کہ وہ لکھی ہوئی سورت جسکو سورہ طٰہٰ کہا گیا ہے اسقدر تھی یا کم و بیش پھر اس امر کا تحریر کرنا ایڈیٹر صاحب کو کیا نفع پہونچا سکتا ہے۔ اور کیونکر انکے دعوی کی تائید کرتا ہے اگر ایڈیٹر صاحب سے ہو سکے اور انکی کتب تواریخ میں درج ہو تو وہ کہلائیں کہ محمد صاحب نے تمام نسخہ قران مرتب کرا دیا تھا اور وہ حضرت ابو بکر و عمر و عثمان کے ہاتھ میں رہا۔ اول تو اسکا ثابت ہونا ہی ناممکنات سے ہے اور اگر ایڈیٹر صاحب کہیں سے کھینچ تان کر کے کچھہ لکھنے کی جرات بھی کریں تو اونکو واضح رہے کہ قران کو ایک اور مشکل میں پھنسا دیں گے اور وہ یہہ ہے کہ حضرت عمر قران میں برابر حک و اصلاح کرتے رہے ہیں قران میں جگہ خالی چھوڑتے رہے ہیں صحابہ کو دور دور سے بلا کر دریافت کرتے رہے ہیں (مفصل حال اسکا حضرت عمر کے عہد خلافت میں معہ اسناد درج ہو گا) تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ قران مرتبہ نبی درست نہیں تھا یا خلیفہ صاحب نے تحریف کی اور خواہ مخواہ دست اندازی فرمائی میں پھر پوچھتا ہوں کہ سورہ طٰہٰ کے تحریر ہونے سے یہہ کیونکر لازم آگیا کہ تمام و کمال قران زیر نگرانی محمد صاحب تحریر ہو گیا تھا اور قران اسیقدر تھا جواب موجود ہے آگے اوڈیر صاحب ثابت فرماتے ہیں کہ قران سب کا سب صحابہ کو محفوظ ہو گیا تھا چونکہ اسکی تردید کی بھی ضرورت ہے اسلئے وہ بھی ہدیہ ناظرین ہو گی باقی در

رشاد از ھاں

کیا آریہ ورت میں مرد پیدا نہیں ہو سکتے

معزز ناظرین۔ بادی النظر میں تو یہہ ایک محض تمسخر آمیز معمولی سوال معلوم ہوتا ہے لیکن اگر یہہ معمولی سوال حل ہو جائے تو اس سے غیر معمولی نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ انسانی شکل و صورت کے آدمی مرد نہیں کہلاتے مرد در حقیقت وہ ہوتے ہیں جو شجاعت۔ راستبازی یوگتا علمیت وغیرہ نیک صفات سے آراستہ ہوتے ہیں پروپکار دھرم اونتی ہی جنکی جان اور سرمایہ ایمان ہوتی ہے اور سچائی پر قربان ہو جانا ہی اپنا پرم دھرم اور معراج سمجھتے ہیں۔ آریاورت ایسے ہی دھرماتما اور شور ویر مردوں کی بدولت عروج کو پہونچا تھا مہابھارت کے زمانہ تک ایسے بہادر لاکھوں موجود تھے یدہشٹر۔ ارجن۔ بھیم۔ نکل۔ سہدیو۔ بھیشم۔ کرشن۔ دریودھن کرپاچاریہ وغیرہ وغیرہ ایسے ہی دھرماتما تھے اور یہہ وہی بہادر تھے جو اپنی ہستی اور خودشناسی کی رو سے کماحقہ واقف ہو کر وہ قابلیت حاصل کر چکے تھے جنکو انگریزی میں [illegible] کہتے ہیں اور جسکی وجہ سے ہر ایک جاندار اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتا ہے اور جسکی عدم موجودگی سے وہ نہ فقط ہر معاملہ میں ناکام ہی رہتا ہے بلکہ وہ جاندار کی حیثیت سے بھی گر جاتا ہے بعینہ یہی حال اسوقت ملک کا ہو رہا ہے ہم اوسوقت تک اپنے آپ کو زندوں میں شمار نہیں کر سکتے جب تک ہم اپنی ہستی اور خودداری کی رمز سے واقف ہو کر مرد نہیں بنتے اور مرد پیدا کرنیکی قابلیت پیدا نہیں کرتے کارخانہ قدرت کی مضبوط بنیاد اسی زبردست اصول پہ قائم ہے ایشور سچدانند نے ہر ایک حیوان کے دل میں اولاد پیدا کرنیکی خواہش پیدا کی ہے اور اس خواہش کے ساتھ ہی اسکی غور و پرداخت کے لئے یہہ انتظام کیا ہے کہ جب تک وہ اپنے پر پرزے سنبھالیں

اور اپنے ذاتی زور و طاقت سے کھڑا ہونا اور اپنے پاؤں سے چلنا سیکھیں او نکے
والدین میں اسقدر پیار اور محبت کا جوش ہوتا ہے کہ وہ بچہ ٔ نکے ہر طرح پہ نگران و
محافظ و سرپرست ہوتے ہیں، ور فرض انجام دیتے ہیں وہ اپنی جان عزیز کی بھی
کچھ حقیقت نہیں سمجھتے ہنا رہا کو دیکھئے کسطرح اپنے بچہ کو چھاتی سے لگائے پھرتی
ہے جہاں کوئی خطرہ نظر نہیں آتا بچہ کو اپنے پاس کھیلنے کے لئے چھوڑ دیتی ہے لیکن جب
کوئی آدمی یا جانور اسپر حملہ کرنے کو آتا ہے وہ فوراً بچہ کو لیکر بھاگ جاتی ہے اور جب
کوئی چارہ نہیں رہتا تو اپنے لخت جگر کی حفاظت میں اپنی جان تک قربان کر دیتی ہے
اس جانور کے پاک دل میں یہاں تک بچہ کی محبت ہوتی ہے کہ وہ اوسکے مرجانے پر
بھی کئی روز تک اوسکو چھاتی سے لگائے پھرتی ہے غرضکہ اسیطرح تمام جانوروں
میں قدرت نے پریم کی زبردست طاقت کو محفوظ رکھا ہے اور اسی قدرتی اصول
پر نسل حیوانی کا سلسلہ قائم ہے ورنہ انکو اپنے بچوں سے کسی قسم کے فیض یا بقائے
نام کی امید نہیں ہوتی حضرت انسان کے دل میں اس مہر مادری و شفقت پدری
کے علاوہ اپنی اولاد سے بقائے نام کی امید ہوتی ہے اور بوڑھاپے میں یہہ توقع
کیجاتی ہے کہ وہ اپنے ضعیف والدین کا عصائے پیری بنے گا۔ یہہ نام اور امداد
کی ظاہر قریب امید ہی نہیں جو اپنی دلفریب و خوشنما جھلک دکھا دکھا کر انسان
کو سب کچھ کرنے پر مجبور کر رہی ہے یہہ ایسے جادو کا کرشمہ ہے کہ ہزاروں مرد و عورت
جاہل و مکار سادھوؤں اور فقیروں سے اولاد مانگتے ہیں مندروں اور مزاروں
پر جبہ سائی کرتے ہیں ایک غریب کسان کیسا ہی بھوکھ سے مر رہا ہو مگر پھر بھی وہ
اپنے ادبار اور افلاس کا ذرا بھی خیال نکرکے اولاد کے واسطے بھٹکتا پھرتا ہے اور
اپنے آپ کو سخت بدنصیب تصور کرتا ہے اگر اولاد اوسکے گھر میں نہیں ہے اسصورت
میں وہ اپنی مصیبت و مفلسی کو نہ روئے گا مگر اولاد کا ذکر ہوتے ہی اوسکی آنکھوں
میں آنسو بھر آئیں گے اور ایسے رقت آمیز لہجہ سے اپنی بدقسمتی و تباہ حالی کا اظہار کریگا
کہ سننے والوں کا بھی دل دہل جائے گا۔ بہرحال سنتان کی خواہش کا زبردست
اصول بنی نوع انسان میں کام کرتا ہوا نظر آتا ہے اور خصوصاً ہندوؤں میں تو
اولاد کا ہونا نہایت متبرک خیال کیا جاتا ہے۔

جہالت کی وجہ سے انہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ اولاد پیدا کرنے کے لیئے خاص
قدرتی قانونوں کا پابند ہونا بھی ضروری ہے ورنہ اولاد پیدا نہیں ہوتی مشنڈے
بدمعاش سادہوؤں اور فقیروں کے پاس جا کے اولاد کی التجا کرنا بداخلاقی کا بیج
بونا اور آوارہ گرد وجہ ایکم پیشہ گروہ کی ترقی کا باعث ہونا پاپ اور دہرم کی اشاعت
کرنا ہے۔ حیوانات و نباتات کی پیدایش ویریہ سے ہوتی ہے تخم اگر کمزور ہوتا
ہے تو زمین کی گلانے والی تاثیر اوسکو گلا دیتی ہے اور تخم نہیں جمتا بفرض محال
اگر پھوٹ کر زمین کی سطح پہ آ بھی جائے تو نہایت کمزور ہونے کے سبب دہوپ
اور ہوا کی برداشت کے ناقابل ہوتا ہے اور جلدی خشک ہو کر مرجھا جاتا ہے یہی اصول
حیوانی نسل کے سلسلہ پہ بھی حاوی ہے پکا اور نرودش ویریہ بونے پر تو شاذ و نادر
ہی ناکامیابی ہوتی ہے ہمارے گھروں میں اولاد نہونے کا باعث اکثر اوقات میاں
بیوی کی بیماری ہی ہوا کرتی ہے اور تخم ناقص و کمزور ہونے کی وجہ سے سنتان
اوپتی کی طاقت نہیں رکھتا اگر کچھ تھوڑی بہت ہوتی بھی ہے تو وہ بھی ہماری غفلتوں
کے باعث زائل ہو جاتی ہے اور پھر تعویذ گنڈے وغیرہ اور بدمعاش لوگوں کی مدد
سے اولاد پیدا کرنیکی خواہش کیجاتی ہے ڈاکٹروں اور حکیموں نے اس مسئلہ پہ نہایت
عالمانہ رائے ظاہر کی ہے اور بہت کچھ بہبودی و اصلاح کی صورتیں بیان کی ہیں
ویدک زمانہ میں اولاد کا پیدا کرنا اور اوسکو نیک اور دہرماتما بنا کر دنیا میں چھوڑ جانا
پتری رن سمجھا جاتا تھا والدین بچونکو برہمچاری رکھکر ودیا پڑھاتے تربیت یافتہ
بناتے اور طرح طرح کے مفید و کارآمد علم و ہنر سکھاتے تھے۔ چوری۔ زنا کاری غفلت
دروغگوئی۔ کج اخلاقی۔ ایذا رسانی۔ ظلم۔ حسد۔ کینہ وغیرہ خرابیوں کے چھوڑنے اور
نیک چلن بننے کی تلقین کرتے تھے۔ تکبر جہالت۔ فریب۔ تاشگیراری۔ سخت کلامی غصہ
گوشت۔ شراب۔ وغیرہ اشیا منشی۔ خوشبو۔ لذات ذائقہ۔ موضوعات عورت و مرد کی
باہمی محبت جانداروں کا مارنا۔ اعضا کی مالش کرنا۔ بلا سبب عضو تناسل کا چھونا۔
آنکھوں میں سرمہ لگانا۔ جوتا پہننا۔ چھتری لگانا۔ شہوت۔ غضب۔ لوبھ۔ موہ۔ خوف
غم۔ حسد۔ عداوت۔ تعصب۔ ناچنا۔ گانا۔ باجا بجانا۔ قمار بازی۔ ہر کسی کا ذکر۔ مذمت۔
عورتوں کو دیکھنا اور اونکے پاس بیٹھنا اوٹھنا دوسروں کو نقصان پہونچانا وغیرہ

بداقعال ترک کرنے کی سکشادیا کرتے تھے۔ وہ بچوں کو علی التعلیم۔ پاکیزہ اوصاف
نیک اعمال اور شائستہ طبیعت کے زیورات سے آراستہ کرنا چاہتے تھے سونے
اور چاندی کے زیور پہنانا اور ریشمی و مخملی لباس زیب تن کرانا محض اونکو خود پسند اور
جذبات نفسانی کا شکار بنانا اور خود انکی جان و مال کے دشمن بنانا سمجھتے تھے اون کا
خیال تھا کہ جن آدمیوں کا ذہن علم و ہنر کے شغل میں مصروف رہتا ہے وہ نیک
طبیعت و پسندیدہ مزاج ہوتے ہیں راستگوئی اور صداقت اونکا شعار ہوتا ہے وہ
اپنے دھارمک مشوروں اور راست ہدایتوں سے دنیا والوں کی تکالیف کو رفع کرتے
رہتے ہیں وید اور ست شاستروں کے عالم باعمل و قومی خدمات کو سرانجام دینا ہی
اپنا خاص فرض اور منصوبہ سمجھتے ہیں اور یہی وجہ تھی کہ وہ اپنے سنتان کو عالم و
دھارمک تربیت یافتہ مہذب دھرماتما شجاع ملک و قوم کیلیے جان نثار۔ راستباز و
جفاکش بناتے تھے اور ویدوں اور ست شاستروں کی تعلیم کو تکمیل تک پہونچا کر اور
زندگی کے اصلی مشن سے آگاہ کراکے۔ آیورویدہ۔ دہنور وید۔ گاندہرو وید۔ اتھرووید
وغیرہ وغیرہ جملہ علم و ہنر میں کامل بنا کر یہہ ہدایت کرتی تھی کہ جو جو نیک اعمال ہیں
اونکو گرہن کرنا اور جو جو خراب باتیں ہم میں نظر آتی ہوں اونکو ترک کرنا تمہارا
خاص فرض ہے اور جب وہ ان تمام و کمال باتوں کو اچھی طرح سمجھہ لیتا تھا اور جمیع
مراتب سے واقف ہو کر ۲۵ برس تک کے برہمچریہ کا زمانہ ختم کر لیتا تھا اوسکی مرضی
کے مطابق کسی کنیا سے اوسکے گن کرم سبھاؤ کے انوسار شادی کر دیتے تھے
اور اس سمبندہ کا مطلب بھی یہہ ہوتا تھا کہ والدین عملی طور پر لڑکے کو بتاتے تھے
کہ جسطرح ہم نے پتری رن ادا کیا ہے اب تم بھی اسی طرح ہمارے بار قرض سے
سبکدوش ہو۔ گرہست آشرم میں تم ہمارے رن سے اورن ہونے کے لئے پرورش
ہوئے ہو۔ وشے بھوگ کی مکروہ اور ذلیل خواہش کو پورا کرنے کے لئے یہہ آشرم مقصود
نہیں ہے۔ ہائے کیا مبارک زمانہ تھا۔ کیسے اچھے لوگ تھے۔ ہر ایک کام ویدوں کے
انکول ہوتا تھا۔ دیش میں ہر پرکار کا سکھہ تھا۔ سب پابند دھرم تھے۔ اور اب ایک ایسا زمانہ
ہے کہ اودیا کیوجہ سے دوست دشمن اور دشمن دوست نظر آتا ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے
کہ ”جب تباہی و بربادی کا وقت آتا ہے تب آدمی کی عقل الٹی ہو جاتی ہے“ پرمشار تھہ

اور ودیا سے لوگوں کو نفرت ہوگئی ہے۔ جہالت وخود غرضی نے اپنا سکہ جما لیا ہے پورانک
مت نے جہاں اور بہت سے عنایت کی ہیں وہاں اونہوں نے بھارت دوستوں کے قطع نسل
پر بھی کمر باندھی ہے اولاد کے متعلق نہایت جھوٹے بھاو کا پرچار کیا گیا ہے اور اس کو منتر
بھی سکھا دیا گیا ہے کہ سنتان پیدا کرو نہیں تو مرنیکے بعد تمہارا شرادہ نہیں ہوگا کریا کرم نہیں
کیا جائیگا اور نرگ و بیترنی ندی میں غوطے کھاتے کھاتے مر جاؤ گے مگر سورگ نصیب نہ ہوگا
اس پوپ خیال نے ہندوؤں میں یہہ وہم پیدا کر دیا ہے کہ وہ ہر وقت یہی خیال کیا کرتے ہیں
کہ اگر ہم مرگئے اور ہماری کوئی اولاد نہوئی تو ہم کہیں کے بھی نہ رہیں گے مہاراج بھاگیرتھ کی
کیوجہ سے اونکے سارے خاندان کو جنت نصیب ہوئی تھی یہاں تو بہت کے بدولت
اوسکے ڈشٹ پتا اور راکشش کُل سورگ دھام کو پراپت ہوا تھا سب کے سب اپنی اولاد
کے پنیہ پرتاپ کیوجہ سے ہی بیکنٹھ کو پہونچے تھے آج اگر ہماری کوئی سنتان نہوئی تو ہمکو
اس قسم کی تمام امیدوں سے بالکل نراس ہو جانا چاہیے۔

اس خیال نے صغر سنی کی شادی کے رواج کو اور بھی ترقی دی اور اس قبل از وقت کوشش
وخواہش نے قطع نسل اور انواع اقسام کی خرابیوں کا باعث ہو کر اودیا اور خود غرضی
کی آگ کو اور بھی مشتعل کر دیا۔ لوگ متعدد شادیاں کرتے چلے جاتے ہیں مگر اسپر بھی کوئی
نتیجہ مفید مطلب حاصل نہیں ہوتا اگر بڈھے بڈھیکے کوئی اولاد ہو بھی گئی تو وہ بھی طرح طرح
کی بیماریوں کی تختہ مشق بنی رہتی ہے ماں کو صرف دودھ پلانے کا خیال رہتا ہے اور
یہی خواہش کیا کرتی ہے کہ بچہ کسیطرح جلد بڑا ہو جائے اور جب سات آٹھ برس کا ہو
اوسکا بیاہ کر دیں والدین جب ان سب باتوں سے فارغ ہو جاتے ہیں تو اپنے دل میں
یہہ خیال کر کے بہت خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ دوستو کیا اسیکو فرض
کہتے ہیں والدین پر بچوں کا کیا اسیقدر فرض تھا؟ کیا اسی کا نام پرورش ہے؟ سنتان کی
غور و پرداخت ایسی ہی ہوا کرتی ہے؟ جہاں سنسار میں دوسرے کاموں کے سر انجام
دینے کے واسطے مختلف علوم و فنون سے واقف ہونا ضروری ہے وہاں اولاد کی پرورش غور
پرداخت تعلیم تربیت وغیرہ کے نازک ذمہ داری کے مرحلے طے کرنیکے لیے کیا کسی خاص
علم کی ضرورت نہیں ہے ماتا پتا کا اون سے کماحقہ واقف ہونا اور اپنے وارثوں کو علمی طور
پر سمجھا کر انکو اپنا سا عالم باعمل بنانا اونکا خاص کرتویہ ہے۔ سب سے پہلے ماتا کا عقل و

فہیم اور تعلیم یافتہ ہونا ضروری ہے کیونکہ جب تین فاضل ادیب یعنی ایک ماں۔ دوسرا
باپ۔ تیسرا استاد میسر ہوں تب ہی انسان ذی علم صاحب جاہ و جلال مہذب دیانتدار
اور خیر خواہ عالم و قوم ہوتا ہے۔ مبارک ہے وہ خاندان خوش نصیب ہے وہ اولاد
جسکے سر پر دہرماتما عالم باکمال ماں باپ ہوں ماں سے جسقدر فیض و ہدایت سنتان
کو ملتی ہے اوتنی کسی دوسرے سے نہیں مل سکتی ماں اولاد سے جسقدر محبت کرتی
اور اوسکے لئے جسقدر بہتری چاہتی ہے اوسقدر کوئی اور نہیں کر سکتا۔ ماتری مان
وہ شخص کہا جاتا ہے جسکی ماں قابل تعریف اور دہرم پر چلنے والی ہو۔ مبارک ہے
وہ ماں جو روز حمل سے لیکر جب تک کہ پوری تعلیم نہو جائے اولاد کو نیک خصائل و نیک
سیرت بنانے کی کوشش و ہدایت کرتی رہتی ہے اور استقرار حمل کے ماقبل و دوران
و مابعد اشیاء منشی گوشت و دیگر متعفن۔ وخشک و مضر عقل و صحت کو ترک کر کے گھی
دودہ وغیرہ یا دیگر اشیاء معقول جو تسکین مزاج صحت طاقت عقل ہمت نیک
خصلت اور شائستگی کو بڑہانے والی یعنی ستوگن پیدا کرنے والی ہوں اونکا استعمال
کرتی رہے تاکہ رج اور دیر یہ جملہ خرابیوں سے پاک ہوکر نہایت عمدہ اوصاف والا ہو اور
وہ اپنے بچوں کی ہر ایک بیماری اور اوسکے علاج کو اچھی طرح جانتی ہو جاہل مائیں بچوں
کا خون اپنی لاعلمی سے آئے دن کرتی رہتی ہیں اونکو یہ معلوم نہیں کہ کیا خوراک اونکو
کھانا چاہئے الم غلم چیزیں کھاتی رہتی ہیں بچہ ماں کا دودھ پیتا ہے ماں جس قسم کی خوراک
کھائے گی وہی خوراک دودہ کے ذریعہ سے بچہ کے پیٹ میں پہونچیگی اور وہ بیمار ہو جائیگا
اونکو یہ خیال نہیں ہوتا کہ بیماری کا علاج دوا ہے کسی وید یا حکیم سے اسکا علاج پوچھنا
چاہئے بلکہ برعکس اسکے یہ خیال کرتی ہیں کہ بچہ پر کسی بھوت یا چڑیل کا سایہ ہے کوئی
دیوی دیوتا ناراض ہو گیا ہے۔ پاکھنڈی جاہل پوجاریوں اور بھنگی چماروں کے پاس
گنڈے تعویذ کراتی ہیں اور اسطرح لاکھوں نونہالوں کی قیمتی جانیں ان مور کھہ
ماتاؤں کی مورکھتا کے ہاتھوں تلف ہو رہی ہیں اور اتفاقات حسنہ سے کسی طرح بچ جاتے
ہیں اونکے رگ و پے میں آئندہ زندگی کے واسطے اوہام باطلہ بھر دیتی ہیں کہ اون اثرات
کوئی زبردست طاقت بھی مٹانیکی سامرتھ نہیں رکھتی۔ سیتلا۔ بھوانی منتر۔ تنتر یارن
موہن۔ رسائن۔ اوچاٹن۔ بسی کرن وغیرہ کے معتقد ایسی ہی ماتاؤں کے لاڈلے بچے

ہوتے ہیں جنکے دماغوں میں ان بیہودگیوں اور لغو باتوں نے بچپن سے ہی
ماں کے دودھ کے ساتھ ملکر جگہ پائی ہے اور اونکے سروں پر توہمات باطلہ اور ضعیف
اعتقادی کا پڑا بھن سوار ہو گیا ہے۔ ایسے نوجوان بی۔ اے۔ ایم۔ اے کی اعلےٰ
ڈگریاں حاصل کر لینے پر بھی بھوت پریت کے معتقد بنے رہتے ہیں کہیں تنہا اندھیری رات
کو رہنا پڑتا ہے تو چلا اوٹھتے ہیں کہ ہمکو بھوت دکھائی دیتا ہے اور اپنی کمزوریوں پر
انگریزی فلسفہ و بھوٹی لا طائل دلیلوں کا رنگ چڑھانیکی کوشش کرتے ہیں تھیاسوفیکل
سوسائٹی کے بڑے بڑے گریجویٹ ان توہمات باطلہ و خیالات ناقصہ کے شکار ہو کر
سائینس کے نام پر اونکے ثابت کرنے کی دھن میں غلطان پیچان رہتے ہیں مغرب میں
سائینس نے ایسے بھوت پریتوں کی کیا عیسائی مذہب کا بھی ایسا بخیہ اودھیڑا ہے
کہ بیچاروں کو سر اٹھانا محال ہو رہا ہے یہہ ایک عجائب پرست ہندوستان ہی ہے کہ جس
میں سائنس کے قیمتی لفظ کی مٹی بھی اس قسم کے ڈھکوسلوں کے ثابت کرنے میں پلید
ہو رہی ہے رشی دیانند نے کیا اچھا فرمایا ہے کہ "اودیا ہی ایک بھوت بھارت ورش کے سر
پر سوار ہے جس نے اوسکو اسطرح تباہ کر رکھا ہے" واقعی اس دیش کی حالت بہت
ہی قابل رحم ہے جہاں کہ اچھی ماتاؤں کا وجود ناپید ہے۔ ایک مہاتما کا واکیہ ہے کہ
"کسی دیش۔ جاتی۔ اور گھرانے کی گزشتہ۔ موجودہ اور آئندہ فلاح و بہبود کا اندازہ اوسکی
ماتاؤں کے اچھے یا برے ہونے پر لگ سکتا ہے"

ماں لاکھ استادوں سے بڑھکر ایک استاد ہے جو نقش ماں بچے کے نرم دل پر جما دیگی
اوسکو آسانی سے دور کرنا ناممکن نہیں تو سخت دشوار ضرور ہے اور اس وجہ سے اولاد
کی تربیت میں سب سے پہلے ماں کا نیک مزاج۔ تعلیم یافتہ۔ مہذب دھرماتما اور تندرست
ہونا ضروری ہے۔ لفظ اولاد میں لڑکی اور لڑکے دونوں شامل ہیں۔ پرماتما نے والدین
پر ہر دو کیطرف سے پوتر ذمہ واری ڈالی ہے ہندو لوگ لڑکے اور لڑکیوں میں زمین
و آسمان کا فرق جائز رکھتے ہیں لڑکے کے پیدا ہونے پر خوشی منائی جاتی ہے باجے
بجائے جاتے ہیں دان پن انعام اکرام دیا جاتا ہے۔ دوست آشناؤں عزیز اقارب
کیطرف سے مبارک سلامت کی بوچھار ہوتی ہے۔ ماں باپ خوشی کے مارے
جامے میں پھولے نہیں سماتے۔ اسکے خلاف لڑکی پیدا ہونے پر ایک قسم کا ماتم سا ہوتا ہے

گھروالے ایسے غمزدہ صورت بنائے ہوتے ہیں گویا اون پر کوئی صدمہ
جانکاہ ہوا ہے اور اسکو ضبط کرنا چاہتے ہیں مگر فرط غم کے نہ دبنے والے آثار
چہرہ پر نمایا ہوئے جاتے ہیں اہل محلہ و ہمسایہ کے لوگ تعزیت کے لئے منہ
بنائے چلے آتے ہیں اور نہایت درد آمیز لہجہ میں صبر و شکر کی ہدایت کرتے
ہیں اس قسم کے واقعات سے کوئی منصف مزاج رحمدل انسان انکار نہیں
کرسکتا ننھی سی جان کے ایسی بیچارگی کی حالت میں ہمارے گھر آنے پر جو
خیر مقدم کیا جاتا ہے وہ اس امر کا یہہ بھی ثبوت ہے کہ ہم آئندہ اس معصوم
و مستحق بچہ کے لئے کیا کریں گے۔ ماں باپ کبھی اس بات کو برداشت نکریں
گے کہ اونکے لڑکے کو ذرا بھی کوئی کچھ کہے سنے مگر بیچاری لڑکی کے واسطے پیار
کی نشانی یہہ ہوتی ہے یعنی جب والدین یا دوسرے لوگ اوس غریب کے ساتھ
بڑے پریم اور محبت کا اظہار کرتے ہیں تو الفاظ ذیل کا استعمال کرتے ہیں بچی
آئیرا گلا کاٹ دیں۔ تجھے کنوئیں میں پھینکدیں۔ ہائے جن دیویوں کے مبارک
اور پوتر قدموں پر قوم کی موت اور زندگی کا حصہ ہوتا ہے اور ترقی کی معراج
پر پہونچی ہوئی قوم اونکی قدر کرنا اون پر جان نثار ہوجانا اپنا فخر اور جیون اودہار
سمجھتی ہے ہم لوگ اسطرح پر اونکا نرادر کرتے ہیں ہو بیدوں اور ست شاستروں
میں کسی پرکار کی ذرا بھی جانب داری نہیں ہے جسطرح لڑکوں کی تعلیم و تربیت
غور پرداخت تہذیب آرام و آسایش وغیرہ وغیرہ جملہ امور کا ارشاد ہے اوسی طرح
لڑکیوں کے لئے بھی ہدایت کی گئی ہے جسطرح مردوں کے لئے وید وغیرہ اور ست
شاستروں اور تمام علم و ہنر سیکھنے برہمچریہ رکھنے کی ضرورت ظاہر کی گئی ہے اوسیطرح
عورتوں کے لئے بھی ان تمام و کمال امورات میں دستگاہ حاصل کرنے کی تاکید اکید
کیگئی ہے نہ اون کو کہیں شودر کا خطاب دیا گیا ہے اور نہ شودر ہی کو کہیں کسی علم و ہنر
وغیرہ سے محروم رکھنے کی اجازت دی گئی ہے جہالت اور خود غرضی کیلئے بھی روا
نہیں اور نہ احکام الٰہی میں کسیکی طرفداری ہوتی ہے اور نہ کسی قسم کا تعصب ہوسکتا
ہے اوسکے احکام بنی نوع انسان کے لئے یکساں ہوتے ہیں اتھرو وید میں ارشاد ہے
"برہمچارنی جوان شوہر کو حاصل کرے" جسطرح لڑکے برہمچریہ کے ذریعہ علم و زینت

کو ہدایت ہوکہ جوان۔ باضابطہ۔ موافق طبیعت۔ مرغوب خاطر اور اپنے ہم اوصاف عورتوں کے ساتھ شادی کرتے ہیں ایسے ہی لڑکیوں کو بھی لازم ہے برہمچریہ رکھتے ہوئے ویدوں شاستروں کو پڑھکر اور علم میں دستگاہ کافی رکھکر جب پوری بالغہ ہو جائیں تو اپنے ہم لیاقت ہم اوصاف صاحب علم اور کامل سن بلوغ کو پہونچے ہوئے مرد کے ساتھ شادی کریں عورتوں کو بھی برہمچریہ رکھنا اور علم حاصل کرنا ایسا ہی ضروری ہے جیساکہ مردوں کو بشروت سوتر میں لکھا ہے۔ "دیگیہ میں بیوی اس منتر کو پڑھے" اگر وید وغیرہ شاستر استری نہ پڑھی ہوگی تو یگیہ میں سروں کے ساتھ وید منتروں کا کسطرح "تلفظ" ادا کریگی اور کسطرح سنسکرت بولےگی بھارت ورش کی عورتوں کی سرتاج گارگی۔ سولابہ۔ میتری۔ سرسوتی وغیرہ وید اور دیگر شاستروں کو پڑھکر پوری عالمہ ہوگئی تھیں اور اونکے دماغ کے چرتر اور عالمانہ مباحثے سنسار کے لیئے اسوقت تک بلکہ پرلے تک بہت کچھ مفید و کارآمد نتائج پیش کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ گرہست آشرم کی خوشی و کامرانی کی بنیاد استری اور پرش کی باہمی موافقت پہ قائم ہے اگر مرد صاحب علم ہے اور عورت جاہل یا عورت عالمہ ہے اور مرد جاہل تو گھر میں ہمیشہ جنگ و جدل کا خوفناک منظر پیش نظر رہے اور خوشی مفقود رہےگی ایک شاعر کا قول ہے "جب دونوں ساتھی سیدھے سادے ہوں تو اونکے باہم دوستی ہو جاتی ہے مگر جب دونوں تیڑھے ہوں تو ممکن نہیں کہ کبھی دوستی ہو سکے اگر کبھی سیدھے اور ٹیڑھے کا ساتھ ہو جائے تو اونکا نباہ ایک لمحہ کو بھی نہیں ہو سکتا جسطرح کمان ٹیڑھی ہوتی ہے اور تیر سیدھا جسوقت تیر کمان میں جوڑا جاتا ہے فوراً علیحدہ ہو جاتا ہے" اسی مطلب کو لئے ہوئے ایک فارسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

باید متشین و باش بیگانہ او + در دام اُفتی اگر خوری دانہ او + تیر از رخ راستی کمان از کج دید

بنگر کہ چگونہ جست از خانہ او۔ غرضکہ گرہست آشرم کی راحت و آسایش ترقی و کامرانی محض زن و شوہر کی باہمی موافقت پر منحصر ہے اور انہیں جملہ امورات پر غور فرماکر مہاراج منو جی کہتے ہیں کہ جس خاندان میں عورت سے خاوند اور خاوند سے عورت اچھی طرح خوش رہتی ہے اوس خاندان میں اقبالمندی اور خوش نصیبی ہمیشہ قائم رہتی ہے اور جہاں خانہ جنگی رہتی ہے وہاں بدبختی و افلاس بود و باش کرتے ہیں۔ "غریب بھارت ورش فی زمانا اس

ناموافق رفاقت کی بدولت سویٹ ہوم کی برکات سے محروم ہو رہا ہے۔ بڑے بڑے گریجویٹ گھر کی چار دیواری کے باہر نہایت مہذب اور خوش قسمت نظر آتے ہیں مگر گھر کے اندر قدم رنجہ فرماتے ہی خوشی و بشاشت اونکے چہرے سے رخصت ہو جاتی ہے اور وہ فرشتہ صفت نرم دل نیک مزاج دیوی کی پریم بھری نگاہوں کے بجائے تند خو جہالت مجسم بیوی کی خشم آلود تیز نظر کے نشانے بن جاتے ہیں۔ جاہل بدشعور تند خو بدمزاج عورتوں سے کبھی خانہ داری کے کام بحسن و خوبی انجام نہیں پا سکتے۔ اور نہ بغیر علم و تربیت کے اون میں ستیہ استیہ دہرم ادہرم کی تمیز ہو سکتی ہے اور اسیوجہ ست شاستروں کے انوسار برہمنی کشترانی کو تو سب قسم کے علم و ہنر و نیز عورت کو بیوپار اور شودرنیوں کو کھانا پکانا وغیرہ خدمت کے علم سے ضرور واقفیت رکھنی چاہیئے جسطرح مرد و نکو کم از کم دیا گرن دہرم اور اپنے کاروبار کے متعلق پڑھنا لازم ہے ویسے ہی عورتوں کو بھی دیا کرن۔ دہرم طب۔ حساب۔ دستکاری وغیرہ وغیرہ سے اوشیہ ہی واقف ہونا چاہیئے۔ آریہ ورت کے راج پرشوں کی عورتیں محض علم و ہنر ہیں دستگاہ نہیں رکھتی تھیں بلکہ فن جنگ سے بھی ماہر تھیں مہارانی کیکئی نے جس شور ویرتا کے ساتھ میدان جنگ میں اپنے پتی وشرتھ کا ساتھ دیا تھا اور اسکے حریف کے مقابلے میں مستقل و ثابت قدم رہکر فتحیاب ہوئے پر اپنے شوہر سے دو بردان حاصل کئے تھے ایک زمانہ پر روشن ہے۔ شری متی پاروتی کا دیوتاؤں یعنی ویدوں کے جاننے والے ست پرشوں رشیوں کی سہایتا میں اسُروں یعنی دُشٹ اچاریوں کو تہ تیغ کرتے ہوئے اونکے سردار رکت بیج اور سمبھو وغیرہ کو قتل کرتے ہوئے کالی اور مہا کالی کا خطاب حاصل کرنا ایک زمانہ جانتا ہے غرضکہ ہم انہیں استریوں کی بدولت کبھی صاحب اقبال و جلال تھے اور انہیں دیویوں نے ہی ارجن بھیشم۔ رام کرشن۔ شنکراچاریہ آدی مہان پرشوں کو پیدا کیا تھا۔ آج ہم نے اونکو اپنے پانوں کی جوتی سمجھ رکھا ہے زمانہ نے ہمکو پانوں کی جوتی بنا رکھا ہے اور ٹھوکریں لگا لگا کر اسقدر مجبور کر دیا ہے کہ ہم ادبار و تباہی کے تحت الثریٰ تک پہونچ گئے ہیں ادہرم ثمرہ لائے بغیر نہیں رہتا لیکن جسوقت گناہ کیا جاتا ہے اوسوقت بعض اوقات نتیجہ نکلنے کی وجہ سے جاہل لوگ ادہرم کرنے سے نہیں ڈرتے لیکن ادہرم آہستہ آہستہ یقینی طور پر سکھ کی جڑ و نکو کاٹتا چلا جاتا ہے اور ادھرمی بہت جلد تباہ ہو کر صفحہ ہستی

سے حرف غلط کیطرح مٹ جاتا ہے۔ جاہل و خود غرض تادیان دین بنام نہاد
پہرسٹٹ پوجاری برہمنوں نے یہہ فتوٰی دے رکھا ہے کہ استری جاتی شودر جاتی
ہے اسکو پڑھنے پڑھانے کا ادہیکار نہیں اور ایسے ہی فضول و لاطائل دلائل سے
اون بیچاریوں پر صدیوں سے ناگفتہ بہ سختیاں روا رکھی گئی ہیں مرد دس شادیاں
کر لیتا ہے مگر اونکے لیئے یہہ نادری حکم لگایا گیا ہے کہ وہ تمام عمر اپنے خاوند کے مرجانے
کے بعد بیوہ رہیں اور منحوس سمجھی جائیں ایسا ظلم و بے انصافی شاید ہی روئے زمین پر
کہیں ہوتی ہو ان ساری خرابیوں کی تہہ میں وہی جہالت موجود ہے اور پورانک متبل
کی مکروہ تعلیم نے ہی اسکو فروغ دے رکھا ہے ورنہ ست شاستروں میں اس اتیاچار
کا کہیں بھی نشان پایا نہیں جاتا قدرت نے لڑکے لڑکیوں کو برابر حقوق عطا فرمائے
ہیں جسطرح لڑکوں کو تعلیم کی ضرورت ہے اوسی طرح استری شکشا کی بھی ہدایت موجود
ہے اور اسیوجہ سے ست شاستروں کی آگیا انوسار جب لڑکیاں پڑھ لکھکر گھر
کے تمام کاروبار کے لایق ہوجائیں اور معمولاً وہ سولہ برس کی عمر میں گھر کے کام کرنے
اور سنتان پیدا کرنے کے یوگیہ ہوجاتی ہیں اس اوستھا میں اونکی شادی گن کرم
اور سبھاو کے انکول کسی یوگیہ مرد سے کرنی چاہیئے۔ اور تعلیم یافتہ۔ دہرماتما اور طاقتور
ہونا چاہیئے۔ لڑکی کو دہن لیکر دیناجہاں پاپ ہے اور اس پاپ کا کرنے والا نرک کو
جاتا ہے جب ہم ہر طرح لڑکیوں کو پڑھا کر بیاہ کریں گے تو ہم دیش جاتی اور سنتان
کے ایک بہت بڑے اور پوتر فرض کو ادا کریں گے۔
ہندؤوں میں لڑکوں کی تربیت لڑکیوں سے کئی درجہ اچھی لیکن نہایت ہی ناقص طور
پر ہوتی ہے اوکی گھر میں جاہل مائیں اونکو کئی قسم کے برے محاورات سکہا دیتی
ہیں بچہ کے ساتھ بے شمار جہوٹے وعدے کرتی رہتی ہیں جنکو کبھی پورا نہیں کرتیں
اور انکو معمولی تاکیدوں اور ہدایتوں پر بھوت۔ پریت۔ صاحب۔ بابا۔ شیر وغیرہ شبدوں
کو جہوٹے اور ان تھ قصہ کہانیوں کے ساتھ ملا ملا کر خوف دلانے اور انکے نازک دل
بے باک دلو نکو کمزور کرتی رہتی ہیں جھوٹ بولنا عام طور پر بچے ہندوستان میں چھوٹی
عمر میں سیکھ جاتے ہیں۔ جب لڑکوں کو محکمہ تعلیم کی ابتدائی جماعتوں سے کام پڑتا ہے
وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے بچے کسطرح جھوٹ بولنے کے عادی ہوتے ہیں اور

تحقیقات سے پتا چلتا ہے کہ یہہ عادت وہ ماں کی گود میں دودھ کے ساتھ سیکھہ چکے ہیں۔ لاکھہ سزدو دھمکاؤ ڈراؤ کچھہ کرو لیکن اس بدعادت کو دور کرنا مشکل ہوجاتا ہے والدین عام طور پر اس اصول کو نظرانداز کرتے رہتے ہیں کہ جب کسی نئی چیز میں داغ لگ جاتا ہے تو وہ کبھی دور نہیں ہوسکتا" اور نہ اونکو اس بات کا خیال رہتا ہے کہ بچوں میں نقل کرنے کا مادہ بہت زیادہ ہوتا ہے تین چار سال کی چھوٹی عمر میں وہ اپنی مادری زبان اچھی طرح سیکھہ جاتے ہیں یہاں تک کہ اونکو زبان کی صحت کا بھی بخوبی گیان ہوجاتا ہے اور یہہ ملکہ اونکو صرف اوس عطیہ ایزدی کی بدولت حاصل ہوجاتا ہے جو قادر مطلق جگدیشر نے اونکو فیاضانہ عطا فرمایا ہے اور مادہ تقلید کے نام سے مشہور ہے والدین بچوں کے سامنے اکثر نامہذب حرکات کرتے ہیں میاں بیوی کو برا بھلا کہتے ہیں بیوی میاں پر برس پڑتی ہے۔ باپ بلا کسی تامل و لحاظ کے شراب کی بوتل اوٹھا کر بچوں کے سامنے پینا شروع کردیتا ہے بلکہ اکثر اوقات طاق یا الماری سے بوتل اوٹھا لانے کی فرمایش کرتا ہے اور یہہ خیال کرتا ہے کہ یہہ نادان بچے ٹھیرا تو انکو کیا جانتے اور کیا سمجھہ سکتے ہیں اور یہہ نہیں سوچتے کہ اونکی یہہ خفیف حرکات بچہ کی زندگی پر ایک بڑا بھاری اثر رکھتے ہیں بچے جب ماں باپ کی نظر سے الگ ہوتے ہیں اونکی پوری نقل کرنا شروع کردیتے ہیں شرابی کا بچہ ہر وقت خالی بوتل لئے ہوئے نظر آتا ہے اور ان واقعات کو چشم غور سے دیکھنے والے بچوں ہی کی نقل و حرکت سے والدین کی تہذیب شایستگی اخلاق علمیت وغیرہ وغیرہ صفات کا اندازہ لگا لیتے ہیں اس بات سے کسی عقلمند آدمی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ لاکھوں بچوں کی زندگیاں ایسے ہی کوتاہ اندیش والدین کے ہاتھوں تباہ و برباد ہوتی رہتی ہیں۔ وہ لوگ جنکو ایشور نے والدین بننے کی ذمہ واری دی ہے سر بگریبان ہوں کہ وہ اپنے فرائض سے ناواقف ہوکر کہاں تک دنیا میں پوترتا اور اخلاق کی ... میں سدراہ ہو رہے ہیں گھروں میں پرماتما کے پوتر نام اور اوسکے پوجا اور بھگتی کو کہاں تک فراموش کردیا گیا ہے اور بجائے اوسکے جہالت و توہمات ناخوشگوار کا کہاں تک پرچار ہو رہا ہے میاں بیوی عام طور پر نا اتفاقی کی زندگی بسر کررہے ہیں پھر اونکے بچے بھی جب ویسے ہی ہوتے ہیں تو والدین شکایت کرتے ہیں کہ اونکے بچے جھوٹ بولتے

ہیں چھل - فریب - چوری - دغا بازی - شکایت وغیرہ وغیرہ بُری عادتوں کے
ابھی سے عادی ہوگئے ہیں - مگر یہہ نہیں سوچتے کہ ان بچوں کی اس جملہ مکروہ تعلیم
کی سکشا کہاں سے ملتی ہے اور اونکے استاد اول کون ہیں اگر ذرا بھی گریبان
میں منہ ڈالکر غور کریں گے تو اونکو اچھی طرح روشن ہو جائیگا کہ ان سب
عیوب کی بانی مبانی حضرت ہی کی ذات شریف ہے اور اوسی سے اس ناپاک
تعلیم کی بنیاد قایم ہوئی ہے شروع شروع میں یہہ باتیں خفیف خیال کیجاتی ہیں
اور نوٹس نہیں لیا جاتا لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ بچہ کی آیندہ زندگی کا دارمدار ایام
طفولیت پر زیادہ تر ہے بموجب مثل انگریزی بچہ آدمی کا باپ ہوا کرتا ہے - پانچ چھہ
سال کی عمر میں لڑکونکی بہت مختصر تعداد اسکول میں تعلیم کے لئے بھیجی جاتی ہے اکثر
بچوں کو اسکول کا دروازہ تک دیکھنا نصیب نہیں ہوتا گلیوں میں آوارہ پہرتے رہتی
ہیں اور انسان کے جامہ میں حیوان کی پرورش ہوا کرتی ہے اور تعلیم کے بیش بہا زیور
سے محروم رہتی ہے سرکار انگریزی نے ہمارے طلبا کی تعلیم کے واسطے مدارس قائم
کئے ہیں لڑکے وہاں تعلیم حاصل کرنے کے لئے جاتے ہیں مگر وہاں بھی مطلب ہی کا
تعلق نظر آتا ہے اسکول کا وقت گزارنے کے لئے لڑکے اور استاد دونوں مقرر رہتے -
وقت ختم ہوا دونوں نے اپنے اپنے گھروں کی راہ لی اسکول ٹائم میں جو تعلیم ہوتی
ہے اوس میں انگریزی - حساب - تواریخ - جغرافیہ - فارسی وغیرہ مضامین شامل ہیں
انکے پڑھانے کی غرض یونیورسٹی کے امتحانات پاس کرانے کی ہوتی ہے استادوں
کی بھی کوشش ہوتی ہے کہ لڑکوں کو یہہ مضامین کسی نہ کسی طرح سے حفظ کرا دیجائیں
اونکو لڑکوں کے میلان طبیعت کا خیال نہیں ہوتا جسکا اثر یہہ ہوتا ہے کہ اس قسم
توجہی سے طلبا روحانی یا ذہنی ترقی ہی سے محروم نہیں رہتے بلکہ بعض صورتوں میں
وہ اپنی جسمانی صحت سے بھی ہاتھ دہو بیٹھتے ہیں تعلیم کی غرض اصلی چند کتابوں کی
رٹ لینے یا چند امتحانوں کے پاس کر لینے سے ہرگز پوری نہیں ہوتی امتحانات کے
اندر سے بکامیابی گزر جانا کسی پایدار ترقی کا اگر موجب ہوتا تو آج کل کے ڈگری یافتہ
علمی دنیا میں دہوم مچا دیتے مگر افسوس ان بیچاروں کے خیالات کی پرواز اون مضمونوں
کی پرواز تک ہو کچھ ہے جنکی کتابوں کو اونہوں نے رٹ لیا ہے - بچوں کی جسمانی

ذہنی۔ روحانی طاقتوں کو نہایت ہی آسان طریقہ سے پڑھاتے ہیں ضروری مددو دینا ہی تعلیم کا منشا ہے دنیا کے خیالات پلٹا دیتے ہیں پیدا نہیں لوگوں نے کام کیا ہے جنہوں نے علم کو محض علم کی خاطر سیکھا ہے۔ اخلاق عام چال چلن کی جڑ ہے۔ لڑکے اخلاقی طور سے پہلے ہی اسکول میں کمزور آتے ہیں اور اسکولوں میں بھی اس ضروری تعلیم کو نظرانداز رکھا گیا ہے جسکا نتیجہ یہہ ہوتا ہے کہ لڑکے اسکولوں میں اون ناگفتہ اخلاقی کمزوریوں کے شکار ہو جاتے ہیں جو اون اشخاص سے مخفی نہیں ہیں جو خود مدرسوں میں تعلیم پا چکے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آج کل کے طالب علموں میں استاد کی تعظیم اور اُس سے بادب و فروتنی پیش آنا بہت کم دیکھا جاتا ہے یہہ لوگ کالج یا اسکول سے باہر نکلتے ہی ایسے ڈھیٹ ہو جاتے ہیں کہ اگر کبھی راہ چلتے استاد کا سامنا ہو جائے تو اسکو فقط سلام کرنے میں بھی کسر شان سمجھتے ہیں ایسے ناہنجاروں سے قوم یا ملک کے سود کی امید رکھنا بعینہ شراب سے رفع تشنگی کی آرزو کرنا ہے۔ گورنمنٹ مختلف مذاہب کی وجہ سے مذہبی تعلیم دینا پسند نہیں کرتی لیکن اخلاقی تعلیم کی طرف سے لاپروا رہنا سخت تعجب سے ہے۔ اور ہم نہیں سمجھتے کہ ایسی ضروری و کارآمد سکشا کیجانب سے کم توجہی کرنا کیا معنی رکھتا ہے بہرحال ہمکو برٹش گورنمنٹ کا مشکور ہونا چاہئے مگر اوسکے ساتھ اگر ہم اپنے نونہالوں کو پھولتا پھلتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں تو ہم کو اپنے بچوں کا خود انتظام کرنا چاہئے اپنی ضروریات کے موافق انکو تعلیم دلائیں اور اوسکی بنیاد دہرم اور اخلاق پر قائم ہو جس دیش نے ترقی کی ہے وہ صرف وِدیا ہی کے ذریعہ کی ہے آریہ ورت کی پہلی شان و شوکت و عظیم الشان ترقی محض ست دہرم اور ست وِدیا ہی کے کارن تھی اور اب اس وقت بھی ہم اوسکی عدم توجہی سے اس حالت کو پہونچے ہیں ہمارا اس ضروری امر سے لاپروائی کرنا ہمارے حق میں سخت مضر ہے یہی وجہ ہے کہ انسانوں کی شکل کے بچے پیدا ہوتے ہیں مگر انسان نہیں ہوتے بقول شخصے جب بسم اللہ ہی غلط ہوئی تو آئندہ کا خدا حافظ ہے "جب عمارت کی بنیاد پائدار نہیں ہوتی تو اسکا قیام دشوار ہو جاتا ہے اور اگر بنیاد مضبوط ہوتی ہے تو ہم حسب دلخواہ اوسپر عمارت بنا سکتے ہیں جس کام کی ابتدا بگڑ جاتی ہے اسکا انجام بخیر نہیں ہوتا۔

انجام بخیر ابتدا بگڑی ہے۔ — گھر گر نہ پڑے کہیں بنا بگڑی ہر

کشتی سے انہیں اب کنارے ہو جاؤ ۔ دریا اُلٹا بہا ہوا گنگا ہی ہے
ہماری مائیں دودھ پلانا جانتی ہیں مگر دودھ کے ساتھ وہ بچے کے اندر اس
امرت کو داخل نہیں کرتیں جو اسکی آئندہ زندگی کے لئے ازبس ضروری ہے دودھ
کا زمانہ دو ڈیڑھ برس میں ختم ہو جاتا ہے مگر دودھ کے ساتھ پلایا ہوا زہر یا امرت
زندگی بھر اپنا مزا چکھاتا رہتا ہے مبارک تھیں وہ آریہ ورت کی مائیں جو اس راز کو
سمجھتی تھیں اور مبارک تھا وہ زمانہ جسوقت ویدک دھرم ہی ایک دھرم تھا اور لوگ
اس ست دھرم کے انوسار اپنا عمل رکھتے تھے اور یہی وہی زمانہ تھا جبکہ یہاں عورتیں
انسان پیدا کرتی تھیں اور یہاں کے مرد اپنے بچوں کو مرد بنانا جانتے تھے اور ایک یہ زمانہ
ہے کہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں اور لاکھوں آدمی ایسے دکھائی دیتے ہیں جنکے اولاد ہی
نہیں ہوتی متعدد شادیاں کر لینے کے بعد بھی وہ لوگ اولاد جیسی بیش بہا نعمت سے محروم
رہتے ہیں لیکن اگر غور کیا جائے تو اس بارہ میں استری پرشوں ہی کا قصور ہے ایشور
پرماتما نے تو یہ اٹل نیم مقرر کر دیا ہے کہ تندرست استری اور پرش قاعدہ کے موافق
اگر گربھادان سنسکار کریں گے تو ضرور حمل ٹھہرے گا اب جن استری پرشوں کی
پرسنگ کرنے سے گربھ نہیں ٹھہرتا ان میں کسی قسم کی کمی ضرور ہے یا باقاعدہ گربھادھان
سنسکار نہیں کیا گیا یا استری کے رج میں یا پرش کے ویریہ میں جیسا کہ پہلے ظاہر کیا
گیا ہے کسی پرکار کی خرابی ضرور ہے ورنہ ایشور نیم ٹل نہیں سکتا آج کل جہالت کی وجہ
یہ خرابی پیدا ہو گئی ہے کہ نہ قاعدہ سے سنتان اتپتی کے لئے کوئی یتن کیا جاتا
ہے اور نہ پرسنگ کرنے سے پہلے رج اور ویریہ کی پریکشا کیجاتی ہے بلکہ برعکس اسکے
سنتان کا مطلق خیال نہ کر کے صرف لذات نفسانی کے لئے استری سے صحبت کیجاتی
خاص کر شروع شروع میں تو اولاد کا خیال بالکل نہیں ہوتا البتہ ادھی عمر ہو جانے
پر اس کا خیال پیدا ہوتا ہے لیکن یہ انکی غلطی ہے اگر وہ پرماتما کی انوسار کام کرتے
ضرور صاحب اولاد ہوتے آج کل امیر لوگ بہ کثرت اس مرض میں مبتلا ہیں غریب کنگالوں
کے یہاں جو فاقہ پر فاقہ کر رہے ہیں دس دس سنتان موجود ہیں امیروں میں پچاس
فیصدی لاولد نظر آتے ہیں وجہ یہ ہے کہ فی زمانہ امیروں کی صحبت بچپن سے ہی
خراب ہوتی ہے سن بلوغ کو پہونچنے تک نہیں کہ ویریہ نشٹ بھرشٹ کرنا شروع

کر دیتے ہیں آٹھ دس برس کی عمر میں شادی ہو جاتی ہے پھر رات دن وشئے بھوگ میں
پھنسے رہتے ہیں چونکہ برہمچرج اور ویریہ پختگی کو نہیں پہونچتے اسلئے اونکی وہی حالت ہو جاتی ہے
جو کچے پھل کو درخت سے علیحدہ کرنے سے ہوا کرتی ہے یعنی جسطرح کچا پھل توڑنے
سے بہت جلد سڑ گل جاتا ہے اسیطرح ویریہ خارج ہونے سے گندہ اور خراب ہو جاتا ہے
امیروں کے لڑکے صرف استری ہی کے ذریعہ سے اپنے ویریہ کو نشٹ نہیں بلکہ اونکے
پیچھے دوسری نامراد علتیں لگ جاتی ہیں جنکی وجہ سے پندرہ برس کی عمر میں ہی بالکل
ناقابل اور از کار رفتہ ہو جاتے ہیں پھر ایسی حالت میں ایسے آدمیوں کے ہاں اولاد
کسطرح پیدا ہو سکتی ہے اگر شاذ و نادر ہو بھی جائے تو وہ زندہ نہیں رہ سکتی اور بفرض
محال اگر زندہ بھی رہی تو وہ تندرست کسیطرح بھی نہیں رہ سکتی اپنی زندگی کے دن پورا
کرنے تک ہمیشہ ردگی دُربل اور زندہ درگور رہیگی۔ علاوہ ازیں امیروں کے بعض استری
پرش ایسے بھی دکھائی پڑتے ہیں جو دیکھنے میں ہٹے کٹے تندرست نظر آتے ہیں بھوک
اچھی لگتی ہے غذا اچھی کھاتے ہیں لیکن اونکے اولاد پیدا نہیں ہوتی متعدد شادیاں بھی کرتی
ہیں مگر پھر بھی سنتان سے محروم رہتے ہیں اصل میں اس قسم کے لوگ بھی غلطی کرتے ہیں
متعدد شادیاں کرنے سے پہلے اونکا فرض تھا کہ جب پہلی عورت سے سنتان پیدا نہیں ہوئی تھی
تب اپنی اور استری کی پریکشا کراتے کہ دونوں میں کس کا قصور ہے لیکن ایسا نکرنے سے
استری ہی کا قصور فرض کرکے جھٹ دوسری شادی کرتے ہیں اگر اسکی بھی سنتان نہوئی
پھر تیسری شادی کیجاتی ہے لیکن یہ نہیں خیال کیا جاتا کہ شاید ہمیں میں نقص ہو۔ استریاں
علیحدہ گنڈے تعویذ کرواتی۔ دیویاں دیوتا ست نارائن آدمی کی کتھا مانتی پھرتی ہیں مرد
الگ یہ یوگ کراتے میں مشغول ہیں ان سارے دکھوں کا مول فقط موکھتا ہے آج اگر لوگ
برہمچریہ آشرم کو جانتے ہوتے اور اسکی عزت اونکے دلوں میں قائم ہوتی تو کیا اس دیش
میں بھیشم اور ارجن کا پیدا ہونا ناممکنات سے تھا۔ منشیہ جیون کی بنیاد برہمچریہ آشرم
میں انسان کو دو نعمت حاصل ہوتی ہیں۔ ایک علم۔ دوسری طاقت دنیا میں یہ دو
نعمتیں اعلیٰ درجہ کی ہیں تمام دنیا کی آسائش انہیں دونوں سے حاصل ہوتی ہے
جس آدمی کے قبضہ میں علم اور طاقت ہوتی اسکو دنیا میں کسی بات کی کمی نہیں رہتی
بشرطیکہ دونوں نعمتیں باقاعدہ اور کامل طور پر بہم پہونچائی گئی ہوں۔ آج یورپ کا

ستارہ اقبال انہیں معنوں کیوجہ سے چمک رہا ہے جاپان نے انہیں دونوں طاقتوں
کے ذریعہ سے ایک زمانہ کو حیرت میں ڈال رکھا ہے۔ علمی طاقت سب سے بڑی طاقت
ہے جسکے ثانی کوئی طاقت اوسکا مقابلہ نہیں کر سکتی اوس سے اوسکے دوسرے درجہ
پر جسمانی طاقت ہے۔ اس طاقت کا دارومدار ویریہ پر رکھا گیا ہے ویریہ کیا چیز ہے وید ک
میں لکھا ہے کہ انسانی شریر میں سات دھاتو ہیں غذا سے رس بنتا ہے رس سے خون۔
خون سے ماس۔ ماس سے چربی۔ چربی سے ہڈی۔ ہڈی سے گودا۔ گودا سے ویریہ
یہہ سات دھاتو ہیں اس سے یہہ ظاہر ہوتا ہے کہ ویریہ ساتوں دھاتو اور غذا سے آٹھویں
درجہ پر ہے ویریہ گویا غذا اور سب دھاتوں کا جوہر ہے کیونکہ غذا کے چالیسویں حصہ سے
رس بنتا ہے اسکا چالیسواں حصہ خون۔ خون کا چالیسواں حصہ ماس۔ ماس کا چالیسواں
حصہ چربی۔ چربی کا چالیسواں حصہ ہڈی۔ ہڈی کا چالیسواں گودا۔ گودے کا چالیسواں
ویریہ اور اس حساب سے [illegible] تولہ غذا کا ایک تولہ ویریہ طیار ہوتا ہے۔

ناظرین ملاحظہ فرمائے کہ ویریہ کیسا بیش بہا جوہر اور انمول رتن ہے درحقیقت یہی
جوہر تمام جانداروں کی حیات کا موجب اور آسائش کا باعث ہے سلطنت جسم کا بادشاہ
یہی ہے دھرم۔ ارتھ۔ کام۔ موکش کا حاصل کرنا اسی پر منحصر ہے کیونکہ صحت کا مدار ویریہ
پر ہے اور بلا تندرستی کے یہہ کام سدھ نہیں ہو سکتے۔ چونکہ یہہ سب دھاتوں کا جوہر ہے
اسلئے جسم کا روح رواں یہی ہے یہی دماغ کو تازگی اور آنکھوں کو نور بخشتا ہے۔ اسی سے
چہرہ پر رونق۔ تر و تازگی اور آب و تاب آتی ہے اسیکو جلال کہتے ہیں اسی سے فربہی اور
اعضا میں طاقت آتی ہے۔ یہی مہاتماؤں اور دھرماتماؤں کے نورانی چہروں پر نور
ہو کے چمکتا ہے اسی کی طاقت سے حواس ظاہری و باطنی کو ترقی ہوتی ہے۔ رامچندر
سری کرشن۔ ارجن۔ بھیشم پتامہ۔ درون آدی مہاتما اسیکے بدولت مشہور ویر ہوئے تھے۔
یہی دلیروں اور جانبازوں کی جان علما و فضلا کی روح اور حسن و جمال کی مشاطہ ہے
دین و دنیا کی ایسی کون چیز ہے جسکے حاصل کرنے میں اس بیش بہا جوہر کی ضرورت نہیں
ہوتی غرضکہ اس لوک اور پرلوک کے سکھوں کا حاصل کرنا کیول ویریہ پر منحصر ہے اور
اسی تخم پر ساری دنیا کی قوت و زندگی کا انحصار ہے۔ پس آپ خیال فرمائے کہ اگر تخم
بگڑ گیا تو اب باقی کیا رہگیا آج کل آریہ ورت کے لوگ جس سخت بیدردی و بیرحمی کے

ساتھ اس دُر بے بہا کا خون کر رہے ہیں اور جس بے انصافی سے ساتھ انکے گلے پر کُند
چھری پھیر رہے ہیں وہ ایک زمانہ پر روشن ہے لیکن کم سنی کی شادی نے برہمچریہ کے
قتل عام کا فتوے دے رکھا ہے کہیں سلف آئیندہ کے دست شفقت نے عنایت کر
رکھی ہے کہیں خلاف وضع فطری سے ہی قیامت برپا کی ہے۔ بہر حال جس ملک میں
برہمچریہ برباد کرنے والے اتنے ذرایع ہوں اوس ملک کے استری پُرش کسطرح سے لایق
ہو سکتے ہیں ان بربادی بخش خرابیوں کے ہوتے اگر ہندوستان تحت الثرےٰ کو نہ پہونچ
جائے تو اور کیا ہو سکتا ہے ان خرابیوں کے ہوتے کسی طرح بھی ممکن نہیں کہ ہندوستان
اپنے آپ کو تباہی سے بچا سکے اگر برہمچریہ کا خون اسی طرح کچھ اور عرصہ تک ہوتا رہا
تو ہندوستان کا بیڑا ایک نہ ایک دن ضرور غرقاب ہونے کو ہے کہاں تو برہمچریہ کے
حفاظت کے لئے الٹے قسم کے میٹھوں سے پرہیز کرایا جاتا تھا اور اس بات کی تاکید
کیجاتی تھی کہ کسی طرح سے سوتے جاگتے ویریہ خارج ہونے پائے استریوں سے پرسنگ
کرنا کیا اونکا خیال بھی دل میں لانا عیب سمجھا جاتا تھا اور کہاں یہ ناگفتہ بہ حالت ہو رہی
ہے عیاش بالکثرت سے مباشرت کرنے والا کتنی ہی مقوی غذائیں کھائے کیسے ہی مرغن
کھانے تناول کرے مگر اوسکے چہرہ پر کبھی رونق نہ آئے گی اوسکے جسم میں طاقت کبھی
نہیں آسکتی۔ اس بات کو اچھی طرح سمجھ رکھنا چاہئے کہ برہمچریہ ہی انسانی زندگی کے مقاصد
حاصل کرنے کی ایک کنجی ہے۔

اے ملک کے خیر خواہو ذرا مردم شماری کا نقشہ اوٹھا کر دیکھو پانچ پانچ برس کی
معصوم کنیائیں ہزاروں کی تعداد میں بیوائیں نظر آتی ہیں۔ یہہ خونی نظارہ محض تمہاری
صغرسنی کی بدولت نظر آتا ہے .... اس مذموم و نالائق رواج نے انسانوں کو
تحصیل علم ہی سے محروم نہیں کر دیا بلکہ اونکو بالکل نکما۔ نامرد۔ بزدل بنا دیا ہے اور
وہ اگرچہ زندہ ہیں مگر زندہ در گور۔ اگر آپکو اپنے بھارت کا خیال ہے اور اوسکے سدھار
نے کی اچھیا ہے تو ان تمام خرابیوں کا انسداد کرتے ہوئے جسمانی طاقت کی
اصلاح کی فکر کیجئے۔ جسم روح کا مرکب ہے جب جسم طاقتور ہوتا تب روح بھی طاقتور
ہو جاتی ہے اسکے برعکس جسم کے کمزور ہونے سے روح بھی کمزور ہو جاتی ہے۔
شریرک بل ترقی کا زینہ ہے طاقتور آدمی ہی ہر ایک کام آسانی سے کر سکتا ہے۔

وہ مشکل سے مشکل کام میں بھی گھبراتا نہیں ہر ایک کام نہایت مستعدی و تندہی سے
کرنے کو تیار ہو جاتا ہے طاقت سے ہی شور ویرتا آتی ہے۔ ہندوستان اسی طاقت
کی بدولت جہاں ویر ہوئے تھے۔ بھیشم کو اس طاقت نے پتامہ کی پدوی دی
تھی۔ لکشمن جی کو جتی کا خطاب اس طاقت کی وجہ سے عطا ہوا تھا۔ پرتاب۔
گرو گوبند سنگھ وغیرہ اسی برہمچریہ کے پرتاپ سے دنیا میں مشہور ہوئے تھے
شیر جنگل میں اسی طاقت کے بل پر مرگ راج بنا پھرتا ہے خلاصہ یہ کہ جس انسان
میں طاقت جسمانی موجود ہے اس کی کبھی ہار نہیں ہوتی شور ویر آدمی مر ہی کیوں نہ جائے
لیکن وہ اپنی ہمت اور حوصلہ نہیں ہارتا تجربہ نے ثابت کر دیا ہے کہ جو لڑکے اپنی
طاقت کو نشٹ نہیں کرتے وہ امتحان میں بھی فیل نہیں ہوتے خوبصورتی طاقت میں
ہے۔ چہرہ کی رونق اور رعب داب طاقت ہی کی وجہ سے ہوتی ہے طاقتور آدمی
میں غضب کا استقلال ہوتا ہے وہ مشکل سے مشکل کاموں میں ہراساں نہیں ہوتا
سخت سے سخت مصیبتوں کا مقابلہ کرنیکو وہ ہمیشہ تیار ہو جاتا ہے طاقتور آدمی کی
عمر بھی زیادہ ہوتی ہے اسکو بیماری بہت کم ستاتی ہے برخلاف اسکے کمزور و ضعیف البدن
آدمی ننگ خاندان ننگ قوم اور باعث شرم ملک ہوتے ہیں زمین پر بوجھ ڈالنے کے
سوائے اور کوئی کام حوصلہ کا نہیں کر سکتے وہ کم بخت ہمیشہ بیماریوں کے شکار اور
چارپائی کے شہسوار بنے رہتے ہیں وہ پست حوصلہ ہوتے ہیں بڑی بیعزتی سے شرم
نہیں کرتے انہیں سے یادہ حیا و شرم جاتا رہتا ہے، ایسے انسان دنیا میں ہمیشہ ذلیل
و خوار رہتے ہیں وہ نہ علم ہی حاصل کر سکتے ہیں نہ انہیں شجاعت ہی نصیب ہوتی
ہے اور طاقتور و دلیر آدمیوں کے جوتیوں سے کچلے جاتے ہیں۔ غرضکہ جب تک انسان
کو پوری طاقت و تندرستی حاصل نہیں ہوتی وہ کسی کام کا نہیں ہوتا۔ کمزور آدمی حوصلے
میں پست ارادہ میں پست محنت میں پست غرضکہ ہر طرح دنیا و عقبیٰ کے کاموں کے ناقابل
ثابت ہوتا ہے اسی لئے پراچین سمے میں ویریہ رکشا پر بہت زور ڈالا جاتا تھا ویریہ رکشا ہی
دونوں جہان کے سکھوں کا داتا ہے اسی برہمچریہ کے ذریعہ سے نہایت جلد آتمک
اونتی حاصل ہوتی ہے جب طاقت جسمانی حاصل ہوتی ہے تو روحانی قوت حاصل ہوتے
دیر نہیں لگتی جب یہ دونوں طاقتیں میسر ہو جاتی ہیں تو مجموعی طاقت خود بخود آ جاتی ہے۔

علم انسان کو صحیح نتیجہ پر پہونچاتا ہے اسلئے عالموں کی رائے میں نفاق شاذ ہی ہوتا
ہے اور جب نا اتفاقی نہیں ہوتی اور لوگ عالم فاضل اور لایق ہوتے ہیں تو پھر
سارا ملک اونچا ہی گیا بیشک ہے انہیں تینوں صفات کی وجہ سے انسان شایستہ
ولایق کہلاتا ہے جس ملک میں اس صفت کے آدمی جسقدر زیادہ ہونگے اوسی
قدر وہ ملک ترقی کریگا اور جہاں ایسے بزرگوں کا وجود کالعدم ہوتا ہے وہاں جو
کچھ نہ ہو تھوڑا ہے اگر اسی طرح پر دو چار سو برس آریہ ورت کی حالت رہی تو ہندستان
چوہے کے بچے پیدا ہونگے قانون قدرت نے انسانی زندگی برہمچریہ آشرم پر
قائم کی ہے آج کل کے آدمی طالب علمی کے زمانہ میں برہمچریہ آشرم شمار کرتے ہیں
یعنی جب سے لڑکے یا لڑکی پڑھنے کے لئے پاٹ شالا یا اسکول میں جاتے ہیں اسوقت
سے برہمچریہ آشرم شمار کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر بغور دیکھا جائے تو برہمچریہ آشرم اوس
وقت سے شروع ہوجاتا ہے جب سے کہ جیوآتما گربھ آشیہ میں شریر سے ملاپ
ہوتا ہے۔ برہمچریہ کے لغوی معنی علم و لیاقت کے حاصل کرنے کے ہیں جسوقت حمل
قرار پاتا ہے اوسوقت سے ودیا اور بل پراپت ہونا شروع ہوجاتا ہے یعنی والدین
کے خیالات اوسیوقت سے حمل میں جذب ہونے لگتے ہیں اور اوسیوقت وہ بچہ
بھی لگتا ہے قدرت کے کام ایک لمحہ کے لئے بھی بند نہیں ہوتے جیسے ہی رج اور
ویریہ کا اتصال ہوا اور جیوآتما نے اوس میں پرویش کیا فوراً ہی جنین بڑھنے لگا
اور اسیوقت سے ماتا کا خون جنین کی پرورش کے لیے جانا شروع ہوجاتا ہے اور
اس خون کے ذریعہ سے ماتا کے خیالات جنین میں جذب ہونے لگتے ہیں اسی وجہ
سے جب سے گربھ قرار پاتا ہے اوسیوقت سے برہمچریہ کا آرمبھ ہوتا ہے ماتا کے
موجبادہ اچار و دوار کا اثر بذریعہ ویریہ اور ماتا کے سنسکاروں کا اثر بذریعہ رج
گربھ میں تھوڑا سا جسم کو پہونچنے لگتا ہے اوسی سنسکار بڑھتے ہی مضبوط و قوی ہوتے
چلے جاتے ہیں اور ماتا کے نئے نئے تو گربھ میں روزانہ ہی پرویش ہوتے رہتے
ہیں المختصر سنتان میں سوائے ایک جیوآتما کے جسم کا ہر ایک جز مع خیالات
کے ماتا پتا کے شریر سے آتا ہے اسی لئے شاستروں میں سنتان کو ماتا پتا کا
پرتی ندھی یعنی قائم مقام کہا گیا ہے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ برہمچریہ آشرم

کی بنیاد اوسی لمحہ سے شروع ہو جاتی ہے کہ جس لمحہ سے حمل قرار پاتا ہے دوسرے معنوں میں یہہ ظاہر ہوتا ہے کہ جیسے خیالات اور آچار وچار ماتا پتا کے ہوں گے ویسے ہی سنتان کے بھی ہونگے اس سبب سے یہہ بات نہایت ضروری ہے کہ گربھ استھاپت کرتے وقت اور نیز جب تک سنتان کا سنسرگ ماتا پتا سے رہے یعنی جب تک سنتان آٹھ برس کی ہو جاوے تب تک ماتا پتا کو نہایت ہی شدہ اور پوتر آچرن رکھنا چاہیے اس حالت میں سنتان بھی شدھ آچرن والی ہو سکتی ہے شت پتھ براہمن کا بچن ہے "جس انسان کے ماں باپ اور معلم ذی علم و تہذیب ہوتے ہیں وہ فی الواقع عقیل و عالم و عالی خیال ہو سکتا ہے" اس اشلوک میں رشی نے سب سے پہلے ماتری شبد کو رکھا ہے اوسکے بعد دوسرے اور تیسرے درجہ پہ پتا اور آچاریہ کو قرار دیا ہے اور واقعی ٹھیک بھی ہے کیونکہ سب سے پہلے اور سب سے زیادہ سنتان کا تعلق ماتا کے ساتھ ہوتا ہے پھر تو جیسے گربھ میں رہکر ماتا کے آچار وچار کو گرہن کرتا ہے ویسے ہی پانچ چھہ برس کی عمر تک بھی ماتا کی گود میں رہکر اور دودھ پیکر ماتا کے سنسکاروں کو لیتا ہے اسکے بعد پتا کے پاس آنے جانے لگتا ہے آٹھ برس کی عمر کے بعد گھر میں آچاریہ سے کام پڑتا ہے اسلئے رشی نے ماتا کا درجہ سب سے اول اور بڑا قائم کیا ہے اور ایشوری سرشٹی کی مبارک بنیاد رہی مفید اور دنیا رک اصول پر قائم کیگئی ہے مہرشی شسترت اور چرک جو ویدک میں اعلی درجہ کے گورو مانے گئے ہیں اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ سنتان کا اچھا یا برا پیدا کرنا ماتا پتا کے اچھے برے ہونے پر منحصر ہے والدین جس رنگ جس ورن اور جس سبھاو کی چاہیں سنتان اوتپن کر سکتے ہیں۔ یہہ جس گرشتہ پرولیش پہنا سے جس ورن کی چاہیں پیدا کرلیں تو مہینے کے عرصہ میں حاملہ عورت کے دل میں جیسے اعلی اوسط ادنے درجہ کے خیالات پیدا ہونگے ویسے ہی زیادہ خیالات بچے کے پیدا ہو جاینگے۔ ایماندار۔ بے ایمان۔ عالم۔ جاہل خلیق۔ فریبی۔ چور۔ ڈاکو۔ بہادر۔ بزدل۔ راست باز۔ دروغگو۔ حلیم الطبع۔ بدمفسد وغیرہ وغیرہ ہونا ماں کے خیالات پر منحصر ہے۔ اگر ماں عقیل ہو تو جیسی چاہے اولاد پیدا کر سکتی ہے۔ اولاد کو اسی وجہ سے سرڈاہیہ کہا گیا ہے۔ حکماء ہند کے نزدیک اولاد کا حسب دلخواہ خوبصورت عقیل نیک۔ بہادر وغیرہ وغیرہ اوصاف والا پیدا کرنا ہی والدین کے اختیار

ہیں نہیں ہے بلکہ نر و مادہ تک حسب خواہش پیدا کر سکتے ہیں۔ انکا قول ہے کہ
بپابندی قوانین قدرت عمل کیا جائے تو ممکن نہیں کہ اولاد پیدا ہو۔ بشرطیکہ تخم
زمین۔ موسم و ذریعہ پرورش سب سامان بے عیب مہیا ہوں چنانچہ کتے
گدھے۔ گھوڑے وغیرہ حیوانات جو قدرت کے مقررہ موسم پر توالد و تناسل
کیجانب متوجہ ہوتے ہیں بلا امداد کسی فقیر کے گنڈے تعویذ اور پوجاریوں کی جنتر
منتر وغیرہ کے صاحب اولاد ہوتے ہیں کبھی فرق نہیں پڑتا برخلاف اسکے انسان
باوصف اشرف المخلوقات ہونے کے خلاف قاعدہ قدرت ہونیکی وجہ سے محروم
رہجاتا ہے غور کرنے سے یہہ بات ہی اچھی طرح سے سمجھہ میں آجاتی ہے کہ مخلوقات
میں جسقدر اشیاء موجود ہیں اگر انسان اپنی خواہش کے مطابق کام لینا چاہے تو
سب کے لئے کسی نہ کسی قسم کی اصلاح کی ضرورت پائی جاتی ہے اکثر کھٹے پھل والے
درختوں کی اصلاح کرنے سے ان میں میٹھا پھل لگنا شروع ہو جاتا ہے ٹیڑھے ٹیڑھے
پیڑوں درختوں کو ابتدا سے ہی خبر گیری اور کاٹ چھانٹ کر کے سیدھا اور خوبصورت بنا
لیتے ہیں پھولوں کے درختوں کی ٹھیک ٹھیک درستی و اصلاح کرنے سے انکو بڑھا چڑھا
اور انکے رنگ و بو میں بھی کمی بیشی کر سکتے ہیں۔ پرندوں میں کبوتر کا رنگ بدل دیتے
ہیں اور گائے بھینس بکری وغیرہ کے بچوں کو خوبصورت بنا لیا جاتا ہے۔
جب یہہ بات ثابت ہے کہ چرند پرند نباتات و جمادات یعنی مٹی پتھر وغیرہ کی اصلاح
کرنے سے انسان اپنی عقل کے ذریعہ سے بول چال عادات خواص رنگ ڈھنگ
وغیرہ کو اگر بالکل بدل نہیں سکتا تاہم کم و بیش تو ضرور کر سکتا ہے پس انسان
کی اصلاح کے لئے جو تدبیر کی جائے تو کیونکر نہ کارگر ہو بلکہ جسقدر زیادہ دانشمندی
سے تدبیر کیجائے اسیقدر زیادہ مفید دیکھی جاتی ہے یہہ بات اچھی طرح دکھائی دیتی
ہے کہ جنکے باپ دادا سوائے ہل چلانے کے دوسرا کام نہ جانتے تھے وہ تھوڑی سی اصلاح
کے بعد بی اے۔ ایم اے کی اعلیٰ ڈگری پا کر تعلیم یافتہ ہو گئے دوسری طرف انکے
برخلاف جن عالی خاندانوں میں اصلاح کیجانب خیال نہیں کیا گیا اور اولاد کی تعلیم کیطرف
سے لاپرواہی کی گئی وہاں جاہل نکما نابکار بدمعاش اندھے لنگڑے پیدا ہونے لگے
اگر بار بار اصلاح کیجانب کامل توجہ کیجائے تو تیسری پشت میں اولاد بالکل والدین

کی خواہش کے مطابق پیدا ہو سکتی ہے۔ یہہ امر تحقیق ہو چکا ہے کہ ہر ایک شے کی پیدائش
کے لیے چار چیزوں کی ضرورت ہوا کرتی ہے: اول موسم۔ دوئیم زمین۔ سوم تخم۔ چہارم
پرورش کے لیئے غذا۔ انسانی جسم کی ساخت کے لیے انہیں چار چیزوں کی ضرورت ہے
اگرچہ ایک ماہ میں سولہ روز الوگمن کے ہوتے ہیں لیکن انہیں چار روز پیشتر کے اور تین
روز درمیان کا زائد نہیں اسلیئے فقط نو دن ہی ہی قیام حمل کے موسم میں شمار ہو سکتے
ہیں عورت کا جسم مثل ایک قطعہ کھیت کے صحیح اور تخم جمنے کے قابل ہونا چاہیے تخم پختہ
مضبوط و قوی اور صاف و عمدہ غذاؤں سے بنا ہوا ہو موسم مذکورہ بالا میں بیج اور
کھیت کے باہم ملنے کے بعد تخم کی بالیدگی اور قوی ہونے اور زندہ رہنے کے لیے
خوراک کا ہونا ضروری ہے "جسطرح موسم کھیت پانی اور تخم کے ملنے سے ہر ایک قسم کے
درخت کی پیدائش ہوتی ہے اسی طرح ان چاروں چیزوں کے کامل اتصال سے باقاعدہ
حمل ٹھہر سکتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جسطرح گیہوں کا درخت بونے اور اوسکا پھل لینے کے لیے
اول موسم یعنی کاتک کا مہینہ ہونا چاہیے یہہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص پھاگن یا چیت کے
مہینہ میں گیہوں بوکر اوس سے پھل حاصل کرنے یا جب چاہے تب پیدا کرے دوسرے
کھیت ایک سال سے خالی پڑا ہو متعدد مرتبہ ہل سے جوتا گیا ہو کنکر پتھر وغیرہ سے پاک
و صاف ہو اور ہر طرح کے تخم جمنے اور اسکی نشو و نما کے قابل ہو۔ تیسرے تخم گھن وغیرہ کا کھایا
ہوا نہو۔ پرانا اور خام ہو ٹوٹا پھوٹا نہو سڑا گلا کسیطرح سے بگڑا نہو۔ چوتھے کھاد پانی گرمی
وگرمی وغیرہ سامان جن سے تخم کی پرورش ہوتی ہے ٹھیک وقت پر ملنا چاہیئے جہاں
ان چار چیزوں سے جس چیز میں کمی یا خرابی ہوگی وہاں گیہوں کے تخم کی روئیدگی و
بالیدگی میں اوسیقدر کمی یا خرابی رہجاے گی۔ یہی اصول بنی نوع انسان کی پیدائش
پر بھی حاوی ہے اسیوجہ سے اگر ویدک طریقہ کے بموجب وہاں سنسکار کا رواج ہوگا
اور والدین سچے اور مستقل ارادے اسپر عامل ہونگے۔ تو اسمیں ذرا بھی شک نہیں ہے
کہ سنتان ایسی ہی ہوگی جیسا کہ والدین نے ارادہ کر رکھا ہے انہیں اصول کو مد نظر
رکھکر آریہ ورت کے رشی مہرشی جب جیسے سنتان چاہتے تھے پیدا کر لیتے تھے مہاراجہ
بسدیو کا شری کرشن: بلرام کا پیدا کرنا وسشٹھ کو دبرہم ویر رامچندر کا اوتپن کرنا اسی
اصول کے روشن نتیجے ہیں مہارانا سمباجی کا مسلمانوں کے ظلم و تعدی سے عاجز آکر

سیوا جی کا پیدا کرنا اسی اٹل نیم کی صداقت کا اظہار ہے غرضیکہ انہیں وجوہات سے
آپ سمجھ سکتے ہیں کہ گرہستھ آشرم ہونے ہی پر برہمچریہ آشرم شروع ہو جاتا ہے
جب یہہ بات درست ہے تو آپ غور فرمائیں کہ فی زمانہ برہمچریہ آشرم کسطرح ٹھیک
ہو سکتا ہے کیونکہ وہ تو تبھی پورن ہوگا جبکہ ماتا پتا گورو تینوں ودوان دھارمک اور
سداچاری ہونگے لیکن آج کل تمام دنیا میں ایسی مثال کا ملنا نہیں پھر کسطرح خیال میں
آسکتا ہے کہ برہمچریہ آشرم پورا ہوگا اور سنتان گوتم اور جنمی ہو کر نکلیگی اور آریہ ورت
پھر مُردہ بنانے کا فخر حاصل کریگی آج کل سکولوں کالجوں سے ایم اے پاس کی ہوئے
سنتان بھی دھارمک اور سداچاری نہیں ہوتے۔

اور یہہ اسوقت تک ہو سکتا ہے جب تک والدین ایسی نظیریں قائم کر کے خود عالم باعمل
ہونگے اور اونکو تعلیم بھی ویسی ہی نہ ملیگی اسلئے اے معزز ناظرین اگر آپ اپنی سنتانوں
مرد بنانا چاہتے ہیں تو اسکی بھی اشد ضرورت ہے کہ آپ بھی پہلے ودوان دھرماتما اور
سداچاری بن جائے ورنہ نالایق سنتان پیدا کرنے سے تو بے اولاد ہی رہنا بہتر ہے
شاستر کا قول ہے۔

"جو پتر عالم اور دھارمک نہیں ہے اس گائے کی مانند محض نکما اور بیکار ہے جو نہ دودہ
دیتی ہے اور نہ گابھن ہی ہے کیونکہ ان دونوں سے تکلیف ہی پہونچتی ہے کوئی فایدہ
نہیں پہونچتا۔" ایسی قسم کے پتروں سے جو پیدا ہی نہ ہوا یا پیدا ہو کر مر گیا یا پیدا ہو کر مورکھ
رہا مورکھ سب سے برا پیدا ہو کر مر جانے والا مورکھ سے کچھ اچھا لیکن نہ پیدا ہونے والا
ہونے والا سب سے اچھا ہے اول اور دوم تو تھوڑی ہی تکلیف دیتے ہیں مگر مورکھ
لڑکا قدم قدم پر دکھ دائک ہوتا ہے اور ایسے پتروں سے ہی آریہ ورت اس زوال
کو پہونچا ہے۔ آریہ ورت کا اودھار اسیوقت ہو سکتا ہے جب لایق آدمی پیدا ہونگے
اتھرو وید کا واکیہ ہے۔

"برہمچریہ ورت کو دھارن کرنے سے منشیہ ودوان اور راجا ہو سکتا ہے اور اسی سے کیول
ودیا اور راج ہی نہیں ملتا ہے بلکہ تمام دکھوں کا ناش بھی ہوتا ہے جیسا کہ شت پتھ برہمن
میں لکھا ہے۔

"برہمچریہ سیون کرنے سے کسی پرکار کا دکھ نہیں ہوتا کیونکہ شریر بلوان اور آروگیہ رہتا ہے

دماغ میں سوچنے کی طاقت زیادہ ہوتی ہے اُتنا تجھوی بن جاتی ہے انسانی جسم
جو بمنزلہ ایک پودے کے ہے پیدایش کے وقت طبعی نزاکت یہانتک بڑھی ہوئی ہوتی
ہے کہ اگر ہم اسکو اس حالت میں نہایت ہی نازک تازہ لگائی ہوئی شاخ گل سے بھی زیادہ
امداد بیرونی کا محتاج قرار دیں۔ تو بیجا اور نامناسب نہوگا ذراسی چوٹ کا صدمہ اوسکی
ہلاکت کا موجب اور گرمی و سردی کا کچھ تو نہیں تجاوز کر جانا اوسکی موت کا باعث ہو سکتا
ہے اس عرصہ میں جسقدر مہربان ماں اور شفیق باپ کی حفاظت کا محتاج ہوتا ہے اسیقدر
اوسکی سلامتی کی ذمہ واری قدرتی طور سے اونکی گردن پر ہوتی ہے اور جسقدر انسان دیگر
حیوانات کی بہ نسبت زیادہ سوشیل یعنی سماجک ہے اوسیقدر یہہ ذمہ واری اور بھی پیچیدہ
اور وزنی ہے کیونکہ اسکی ذرا ذراسی حرکت اولاد کی زندگی پر ایک نمایاں اثر کرتی ہے مطلب
یہہ ہے کہ برہمچریہ رہت ہونے یا ویریہ کو ضائع کرنے کے نقصانات اوسکی ہی ذات
تک محدود نہیں رہتے بلکہ متعدی امراض کیطرح سنتان کو وراثت میں ملتے ہیں جس ہم
ویریہ کی رکشا نہ کرنے والے ماتا پتا کے سنتانوں کو ایک بڑا بھاری خطرہ ہے کہ انکا پیدایش
سے برہمچریہ کو پورن ریتی سے پالن کرنے کے ناقابل ہونا اغلب ہے ہا بھارت تیری گود
میں پرورش پانے والے لخت جگروں کی بربادی کے سامان اوسیوقت سے شروع ہو جاتے
ہیں جبکہ وہ معصوم اپنے فرائض کے سمجھنے کے قابل ہی نہیں ہوتے اسلیئے جو ماتا پتا اپنی
سنتان کو برہمچاری بنانا چاہیں اونکو ضرور ہے کہ وہ خود بھی برہمچریہ کا سیون کریں
جب ماتا پتا کی حفاظت کا زمانہ ختم ہو جاتا ہے اور بچے اپنے فرائض کو آپ سمجھنے لگتے ہیں
اوسوقت اوسکے برہمچریہ کے زمانہ کا وہ حصہ شروع ہو جاتا ہے جسوقت وہ اپنے آپ
حفاظت کرتا ہوا ودیا ارنبھ کرتا ہے منوجی نے یہہ زمانہ برہمن کے لیئے آٹھ برس
کشتری کے لیئے دس برس اور ویش کے لیئے ۱۲ برس کا لکھا ہوا ہے اوسوقت بچہ
کا اوپنین سنسکار کرا کر گورو کل میں ودیا دھین کے لیئے بھیجا جاتا ہے اور شودر وغیرہ
اوپنین سنسکار کے بغیر ہی جا سکتے ہیں اور اونکا مطلب یہہ ہوتا ہے کہ جہاں بچہ ایک
طرف اپنی جسمانی ساخت کو مکمل کر رہا ہے وہاں وہ دوسری جانب دماغی اور روحانی قوا
کو نشو و نما دینے سے قاصر نہ رہ جائے تحصیل علم کا زمانہ آغاز آٹھ برس کی عمر میں بہت ہی
مناسب ہے یہہ نہ صرف آریہ ودوانوں کے پراچین رشیوں کا مت ہے بلکہ یورپین فلاسفروں

نے بھی اپنی تحقیقات سے دماغی محنت کا شروع زمانہ یہی قرار دیا ہے چنانچہ آرٹ آف
پروولانگنگ لائف میں قبل از وقت موت کے اسباب بیان کرتے ہوئے ۲۵ برس کی
عمر سے پیشتر دماغی محنت کا شروع کرنا بھی ایک باعث لکھا ہے۔ اس زمانہ میں برہمچاری کو
اپنی زندگی کی تینوں پہلوؤں کو مضبوط کرنا پڑتا ہے اول ویریہ رکشا کر کے شریر کے بل
کو بڑھانا۔ دوم تحصیل علم سے دماغی قویٰ کو نشوونما دینا۔ سوم دھرم پر چلکر آتمک بل اونتی
کرنا۔ ان تینوں فرائض کو پورا کرتا ہوا جو برہمچاری ۲۴ برس کی عمر تک اس تپ کو کرتا
ہے اوسکا نام وسو ہوتا ہے کیونکہ اوس میں ستان اوتپن کرنا اتیادی شکتیاں اور
نانا پرکار کی ودیائیں واس کرتی ہیں اوسکے پران اور آتما بلوان ہوجاتے ہیں اوسکا شریر
ہشٹ پشٹ اور تندرست ہوجاتا ہے اور ۷۰ سے لیکر سو برس تک زندہ رہتا ہے اور اگر
وہ برہمچاری ۳۶ برس کی عمر تک اس مہان تپ کو جاری رکھتا ہے تو وہ رودر یعنی
دشٹوں کو رولانے والے کا خطاب پاتا ہے کیونکہ اوسکے دھرم سروپ تیجسوی شریر
کے سامنے ادھرم نہیں ٹھیر سکتا اوسکے پران حواس قوای باطنی اور آتما سب طاقتور
ہوجاتے ہیں اور اسکی عمر دوسو برس تک ہوتی ہے اور اگر وہی برہمچاری ۴۸ برس
کی عمر تک اپنے اس اکھنڈ برہمچریہ کو پہونچا دیتا ہے تو اسکا نام آدتیہ ہوجاتا ہے موت
اوسکے قابو میں ہوجاتی ہے اور ارتھ۔ دھرم۔ کام۔ موکش سدھ ہوجاتے ہیں سوریہ کے
سدرش اسکے گیان کا پرکاش ہوتا ہے جسکی کرنیں جہاں پڑتی ہیں اگیان دور ہوتا چلا
جاتا ہے دھرشی ۴۰۰ برس تک زندہ رہ سکتے اور ساری دنیا کے اگیان کے ناش کرنے
کا بیڑا اوٹھاتے ہیں وہ اسی برہمچریہ کو دھارن کیے ہوئے ہوتے ہیں۔ اتھرو وید کا ارشاد ہے
"راجا برہمچریہ کے تپ سے راج کی رکشا کر سکتا ہے اچاریہ برہمچاری کو ودیا پڑھا سکتا ہے
"برہمچریہ کے تپ سے دیوتاؤں نے مرتیو کو جیت لیا اندر کھات موکش کو حاصل کیا
اندر یعنی پرماتما نے برہمچریہ تپ کے پرتاپ سے ہی دیوتاؤں کو سورگ دیا ہے"
ناظرین خیال فرمائیے ویدوں میں برہمچریہ کی کیسی عظمت بیان کیگئی ہے گویا اس دنیا اور
عقبیٰ کے جسقدر سکھ ہیں وہ سب برہمچریہ کے تپ سے حاصل ہوسکتے ہیں اس بات کو دنیا
جانتی ہے کہ بھیشم پتامہ بال برہمچاری تھے مرتے دم تک اونھوں نے برہمچریہ تپ کو دھارن
کیا تھا بھیشم پتامہ کے بل اور پرشارتھ کو کون نہیں جانتا کہ سارے بدن پر تیر لگنے پر بھی

موت کو غالب نہیں ہونے دیا وہ اچھیا مرتیو تھے یعنی موت پر قادر تھے جبکہ وہ تیروں کو
بستر پر پڑے ہوئے اور شریر چھوڑنے کے لئے شبھ نکشتر کا انتظار کر رہے تھے تو راجہ
یدھشٹر نے حاضر ہوکر یہہ پرارتھنا کی کہ پتامہ آپ سے راج نیتی کا اپدیش پاکر بہت اطمینان
ہوا پرنتو میں آپ کے منہہ سے برہمچریہ کی مہما سننا چاہتا ہوں آپ برہمچریہ کے آچاریہ ہیں
آپ نے ساری عمر اس تپ کو دھارن کیا ہے برہمچریہ کے راز کو آپ سے زیادہ کون جان
سکتا ہے۔ بھیشم جی نے فرمایا۔ راجہ آپ مجھ سے اسوقت برہمچریہ جیسے مہان تپ کے بارہ
میں پوچھتے ہیں جبکہ میں دو گھڑی کا مہمان ہوں جسکے لابھ کے بیان کرنے میں کبھی
جنم کی ضرورت ہے آپ اوسکو چند لمحوں میں پوچھنا چاہتے ہیں بہرحال اس تھوڑے
سمے میں مجھ سے جو کچھ ہو سکتا ہے وہ چند الفاظ میں بیان کئے دیتا ہوں آپ مجھے دیکھتے ہیں
کہ میرے ایک ایک روم میں ایک ایک تیر گھسا ہوا ہے اور پھر تیر بھی ارجن جیسے بلوان
تیر انداز کا جسکی قوت و شجاعت کا زمانہ لوہا مان رہا ہے پھر بھی موت کو مجھے مغلوب
کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ کئی مہینوں سے تیروں کی سیج پر لیٹا ہوا ہوں لیکن میرے
جوش و خروش اور استقلال میں ذرا بھی فرق نہیں آیا مجھ میں وہی تاب و تواں موجود
ہے اور میں جب چاہوں مروں موت میرے معاملہ میں ذرا بھی دست اندازی نہیں کرسکتی
میرے اس فقرہ پر آپکو تعجب ضرور ہوا ہوگا اور آپ مجھ سے یہہ سوال ضرور کرسکتے ہیں کہ پھر
تو مرتا کیوں ہے پرنتو میں اوسکے جواب میں صرف آپکو اپنے سبھاؤ کیطرف متوجہ کرتا ہوں
آپ اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ میں ہمیشہ ستیہ کا پکش کرتا ہوں اور ستیہ ہی کی سدا جے
ہوتی ہے آپ ست پر تھے کورو استیہ پر آپکی فتح ہونی لازمی تھی میں نے اپنی ہی مرضی
سے ارجن کے تیر کھائے ہیں۔ مجھے معلوم تھا کہ جب تک میں نہ مرونگا آپکی فتح نہ ہوگی اسوجہ
سے میں خود شریر چھوڑنے پر مجبور ہوا ہوں ورنہ آپ اور ارجن اور آپکی ساری فوج مجھ پر
غالب نہیں آسکتی تھی اور یہہ سب کیول برہمچریہ کا پرتاپ ہے سارے جانداروں کا
جیون مول برہمچریہ ہے اسکے زور و طاقت سے آدمی میں پرشارتھ استقلال ساہس اور
پراکرم بڑھتا ہے بدھی کے بڑھانے کا برہمچریہ ہی ایک نسخہ ہے برہمچریہ دھارن کرنیوالا
آدمی سخت سے سخت مصیبت میں بھی نہیں گھبراتا جس دم پر لاکھوں انسان کے حواس
باختہ ہوتے ہیں وہاں ایک برہمچاری مسکراتا ہوا نظر آتا ہے شور ویر کا خطاب برہمچاری ہی

سے مل سکتا ہے اس کے بل سے شور ویر لوگ توپ کے گولوں کی پروا نہیں کرتے
برہمچریہ سے ہی انسان مرد کہلاتا ہے اور اسکے نہ رہنے سے نامرد بزدل پست ہمت
ہو جاتا ہے۔ برہمچریہ سے پڑھا ہوا یاد اسقدر بڑھجاتی ہے کہ جو لفظ ایک مرتبہ دماغ
میں پہونچ گیا پھر وہ مرتے دم تک نہیں بھولتا۔ اکیلا برہمچاری ہزاروں لاکھوں آدمیوں
کے لئے کافی ہے۔ ای بدھ شتم میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ برہمچریہ جیسے مہاں تپ
کے ورنن کے لئے بہت سمے کی ضرورت ہے اب میں خاموش ہوتا ہوں مگر یہ آپکو
اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ سانسارک اور پرمارتھک سکھوں کا ذریعہ کیول
بھی ایک برہمچریہ ہے۔

اے آریہ ورت کی حالت زار پر آنسو بہانے والو۔ اے بھارت ورش کے غمگسارو
اے ہندوستان کے لیڈرو۔ ریفارمرو۔ اگر تم ہندوستان کو ڈوبنے سے بچانا
چاہتے ہو اور اسکو چاہ ضلالت سے نکالنے کی تمکو فکر ہے تو اور سب کام چھوڑ کر
ہندوستانیوں کو برہمچریہ کا سبق پڑھاؤ ہندوستانیوں کی جسمانی اور روحانی حالت
کی اصلاح کرو انکے سدھرتے ہی ساری دنیاوی عیش وعشرت دھن دولت عزت
حرمت جرات شجاعت وغیرہ ہاتھ باندھے کھڑی ہو جائیں گی یہہ السور پرماتما
کا ایک نیم ہے کہ بغیر یوگتا کے کسیکو کوئی عظمت نہیں مل سکتی اور جب قابلیت
ہوتی تو بے مانگے ہی سب کچھ مل جاتا ہے ہمارا دعوی ہے برہمچریہ ہی ایک ایسی
قابلیت ہے جسکے ذریعہ سے سب پدارتھ خود حاصل ہو سکتے ہیں اور اسکی سخت
ضرورت ہے اسلئے اے رشی منیوں کے قابل فخر سنتانو اگر تمہارے خون
میں تمہارے بزرگوں کے خون کا ایک قطرہ بھی باقی ہے اور تم اپنے کو اُن
مہاں پرشوں دیوتاؤں اور مہاتماؤں کی اولاد سمجھتے ہو۔ جو کہ علم میں راجنیتی
میں راج نیتی میں اخلاق میں دھرم میں سب دنیا پر فائق ہی نہیں تھے بلکہ
سارے جہان کے استاد تھے اور کل روئے زمین کے فاتح ہونے کے سبب
سے اونہیں کے نام کا ڈنکا بجتا تھا تو ظاہری اڈمبروں اور نمایشوں کو ترک
کرکے اصل بات کو گرہن کرو اور جس محل کو بنانا چاہتے ہو اسکی بنیاد نہایت
پختہ و مضبوط کرو اور یہہ اسطرح ہو سکتا ہے کہ جب آپ مستقل طریقہ سے یہہ ارادہ

کریں کہ ہم آئیندہ سے اوسوقت سنتان اوتپن کریں گے جب پہلے خود دبارک
اور سدا چاری ہوکر اپنی استری کو اپنا سا بنا لیں گے اور پھر اسوقت اپنی خواہش
اور ضرورت اور وقت کے مطابق اولاد پیدا کرنے کی اچھیا سے ویدک طریقہ کے
انوسار گربھ دہان سنسکار کرینگے اگر آپ اس پرن کو کرلیں اور پھر اسپر پورا عمل
کریں تو تھوڑے ہی عرصہ میں آپکو معلوم ہوجائیگا کہ آریہ ورت کیا سے کیا ہوگیا
اس بڈھے بھارت میں ابھی دم خم باقی ہے صرف آپکی سرگرم کوششوں کی ضرورت
ہے آریہ ورت از سرنو سب وشوں کا شرومنی بن سکتا ہے۔ اسکی السنا منطق فلسفہ
اخلاق سہارت بدن۔ سادگی بجبت تحمل شجاعت۔ جرات۔ دہرم۔ علم۔ استقلال
قومی عزت۔ محبت۔ جوش۔ صنعت حرفت وغیرہ وغیرہ۔

اب بھی ایک جہان کو حیرت میں ڈالنے والے ہیں اسکے مذہب کو زرتشتی۔ بودہوں
اسلام۔ عیسوی مذہبوں نے ہزاروں تدبیروں سے بدلنا چاہا لیکن اسکا سب کو
یہی سوال رہا کہ بیٹھو تم نئی بات مجھکو کیا سکھاتے ہو میں کمزوری کے مارے بھول
تو نہیں سکتا تو بھی تمہارے ساتھ بحث کے لیئے کافی ہوں میں زیادہ بڑھ نہیں سکتا
مگر پھر بھی صدیوں تمکو پڑھا سکتا ہوں اے آریہ ورت کے غمگسار کیا اب بھی تمکو
اس ضعیف العمر بھارت کا خیال نہیں ہے جو جہالت میں پھنسا ہوا خستہ و خوار
ہو رہا ہے۔ یعنی شاستر کا قول ہے " ودوان پتر ایک ہی بہتر ہے مورکھ سو بھی
کسی کام کے نہیں ایک ہی چاند رات کی تمام اندھیری کو دور کردیتا ہے ہزاروں ستارے
ملکر بھی یہہ کام نہیں کر سکتے۔"

ایک استری پرش کو ایک ہی ودوان پتر بہت ہے اور آریہ ورت کو ایسے ہی سپوت
پتروں کی ضرورت ہے۔ پرماتما ہمارے ملک میں برہمچریہ کی بنیاد قائم کرے
اور ہمارے معزز ناظرین میں مرد پیدا کرنیکی زبردست خواہش ہو۔

اوم شم

صدائے مرحوم

اپنے نہ ہونے کا میں کروں کسطرح ملال
کامل امید ہے۔ مجھے پورا یقین ہے
دوگے شکست مولوی و پادری کو تم
دوگے مخالفین کو دندان شکن جواب
تم پول کھولا کرو کتب دین غیر کی ۔
جتنے محمدی ہیں سالے نکل رہے
ہونے نہ دوگے بند رسالہ تو تم کبھی
ہر سال کتنے بھائی پتت ہوتے جاتے ہیں
لکچر میں اور بحث میں سب لاجواب ہو
ہرگز برا نہ مانو گے۔ سنتے رہو گے تم
قاتل کی تیغ سے نہ شہادت مجھے ملی
یکلخت ادبایا لو اسمہ نے مجھے
بیشک شہید ہوتا ہیں پنڈت کی شکل سے
ہیں پیارے ویدمت کیلئے کرتا سب فدا
دل میں اگر ہے فکر تو بس ہے سماج کی
کرتے رہو حفاظت قانون دھرم تم
جس قسم کا شجاع و بہادر تھا لیکھرام
تصنیف سے نہ خالی گھڑی بھر رہیں ہیں اب
لکھتے رہیں کتابیں ہمیشہ اسی طرح
تو ہم پھر بھی اب قلم کو تھما ہیں جناب شاد
مضمون ماہواری عنایت کیا کریں
ہوں ملتفت ادھر کو شرم رکھ [illegible]
رام جی

اے دوستو! ہزار ولی ہو تم میری ہم خیال
مت دھرم کو پہنچنے نہیں دوگے تم زوال
اسباب میں نہیں ہے مجھے کچھ بھی اشکال
تم سے کریں گے وید مقدس یہ گر سوال
وہ کرنا چاہتے ہیں سماجوں کو پائمال
کافی ہے سب کو۔ ایک مرا مشورہ ہر حال
مرا الم مٹانا سراسر ہے اسپہ وال
اے مہربانو! تمپہ ہے ظاہر تمام حال
مجھسے زیادہ رکھتے ہو تم طاقت ۔ مقال
گر گالیاں بھی دیں گے تمہیں لوگ بد خصال
بیشک یہ میرے واسطے ہے شرم و انفعال
یوں خنجر کی چھری ہوئی میری [illegible] لال
ہو جاتا اتنی جلد نہ گر میرا انتقال
افسوس ہے کہ تھا نہیں کچھ مجھپہ جاہ و مال
بھولے سے بھی تو ہوتا نہیں ہے غم عدال
پائے نہ دکھ ذرا سا بھی دیوی یہ خوشجمال
ایسے بشر زمانہ میں ہوتے ہیں خال خال
تحریریں کی ہیں پانی پتی جو کہ بے مثال
کرتے رہیں ہدایت [illegible] دیکھنہ بحال
تحریف کے ثبوت ہیں جو کر چکے کمال
مخالفت مزاج میں ہے جو۔ اسکو دیں نکال
سستی اگر ستانے لگے دیں وہ اسکو ٹال

وشنو جہاں شے جلد توجہ یہاں کریں
گنگا پرشاد آپ بھی اپنا کرم کریں
نامہ نگار آریہ مسافر کے چھپتے ہیں
ان پہ کریں یہ بیم سے تحریری اعتراض
منطق سے فلسفہ سے کہو جھوٹ سچ کا حال
ذاتی گرانی سے نفرت نہ کچھ کرو
اپنے وہ بھائی تھے انہیں چھاتی سے لو لگا

دشمن کے وار روکنے کو ہیں قلم کی ڈھال
اس ڈوبتے سفینہ کو جلدی سے لیں سنبھال
وہ بارہ لیکھ دیتے رہیں اب ہر ایک سال
عیسائی و محمدی کرتے ہیں قیل و قال
سائنس سے بتاؤ انہیں ممکن و محال
دست کرم بڑھا کے مگر دو گلے میں ڈال
تیرہ سو سال سے جو تمہارے ہیں بدل

بیداری

اے آریہ سماج کے ہیرو! کہاں ہو تم
گھر تو تمہارا لوٹ لیا دشمنوں نے ہے
حملے ہیں آہ وید مقدس پہ بے شمار
مترو! ریاض دھرم کے بس باغباں ہو تم
اس گلشن مراد میں تم ہی سے ہے بہار
توپوں کی گولہ باری سے جلدی کرو بچاؤ
جس وقت تم گرجتے ہو بدیاں ہیں بھاگتی
باطل پرست دیکھ کے تم کو ہیں کانپتے
بھولو نہ عمر بھر میں کبھی اپنے فرض کو
آفت ہزار لاکھ مصیبت پڑیں مگر
رشیوں کا نام گندہ نہ ہونے دو دوستو!
اتنی بھی کیا خبر نہیں تم کو بہادرو؟
لالہ وزیر چند جی ہم سے ہیں چھن گئے
افسوس دفعتاً یہ ہوا صدمۂ فراق
سوتے ہو تم عدو نے چڑھائی ہے کی ہوئی
ہے دھرم تو تمہارا نہایت ہی کشٹ میں

جاگ اٹھو اور ہوش میں آؤ جہاں ہو تم
صد حیف ہے کہ بیخود خواب گراں ہو تم
لیکن مقابلہ پہ کھڑے بے دہاں ہو تم
ابتو نگاہبان گل بوستاں ہو تم
مردو! دلیرو! مانع باد خزاں ہو تم
ہاں اس حصار پاک کے اب پاسباں ہو تم
سنت دھرم کی ترائی کے شیر ژیاں ہو تم
میدان راستی کے وہ فیل دماں ہو تم
یارو نہیں جو مست مئے ارغواں ہو تم
کب فیل ہونے والے دم امتحاں ہو تم
گو تم کپل کناد کے نام و نشاں ہو تم
اب نذر موت کر چکے اک نوجواں ہو تم
اسوقت یہ اوٹھا کے پورا زیاں ہو تم
زخمئی ناوک الم ناگہاں ہو تم
سمجھے گیا ہے سماج مگر شادماں ہو تم
افسوس ہے کہ بیٹھے ہوئے بے اماں ہو تم

کردی ہے تمپہ زور سے یورش غنیم نے
مرحوم کی کمی کو جو کردوگے پورا تم
مغفور کے جگہ پہ کروگے جو کام کچھ
اسکی عوض میں آج سے جیون کو دان دو
اسکی مشن پہ جسم کو اپنے کرو فنا۔
تکمیل کردو اوسکی۔ جو اُدیش اوسکا تھا
تحریری کام اوس سے زیادہ کرو مدام
اوسکی طرح زبان و قلم دونوں دو چلا
کرتے نہیں ہو لوگوں سے تم کیوں مباحثات
تقریر کر سناتے نہیں آشبوں پہ تم
لکھتے نہیں ہو لیکھہ تو ہم کیا کریں تمہیں؟
دیتے نہیں جواب مخالف تو کچھ نہیں۔
خدمت سماج کی نہیں کرتے تو ہیچ ہے
منصف کوئی ہے اور کوئی ہیڈ ماسٹر
عزت کے ساتھ دھرم بھی تو چاہئے ضرور
بیرسٹری بھی اور وکالت بھی کچھ نہیں
گورودت کی منشی رام کی مانند تم جو
پہونچانا ہو گا منزل مقصود پہ اسے
مرنا جو ہے ضروری۔ مرو دھرم کے لئے

بیفکر اور بیٹھے بے گمان ہو تم
ہم بھی یہ مان لیں کہ ہاں نوحہ خواں ہو تم
تسلیم ہاں ہم کریں گے کہ محو فغاں ہو تم
گر بیقرار صورت برق طپاں ہو تم
آنکھوں سے اوسکے غم میں اگر خوں چکاں ہو تم
سچ مچ جو اوسکے رنج میں نالہ کناں ہو تم
در اصل اوسکی یاد میں گر نیم جاں ہو تم
گر اوسکے اصلی دوست ہو اور مہرباں ہو تم
ای دوستو! بتاؤ تو کیا بے زباں ہو تم؟
کیا فائدہ ہمیں جو فصیح البیاں ہو تم
گر منطقی عجیب ہو۔ سائنس دان ہو تم
گرچہ ہر ایک علم میں فرد جہاں ہو تم
ڈپٹی کلکٹری پہ بھی گر حکمراں ہو تم
اسطرح عمر کر رہے اب رائیگاں ہو تم
مصروف لیکن آج پئے عز و شاں ہو تم
گر ویدمت کے حال پہ نا مہرباں ہو تم
ست دھرم پر مٹائے ہوئے جسم و جاں ہو تم
بے شبہ اس جہاز کے اب بادباں ہو تم
کچھ دن کے اوسکی قوم سبھی مہماں ہو تم

کاشی ناتھ فدا

پیسٹولاٹسی اور اسکا طریقہ تعلیم

(از مہاشے ودیا بھاسکر بی۔ اے)

سلسلے کے لئے دیکھو رسالہ جولائی سنہ ۱۱ء

لوگوں کے لئے دوسری کتاب" وغیرہ اسی وقت کی تصانیف ہیں ایک ہفتہ واری اخبار بھی اپنے خیالات کی اشاعت کے لئے جاری کیا گیا۔ اس اخبار میں پسٹولاٹسی نے اس خیال کیطرف اشارہ کیا ہوا تھا کہ بچہ مانند ایک پودے کے ہے اور استاد مانند مالی کے۔ اسی خیال کو بعد ازاں فروبل صاحب نے لیکر اپنا مشہور طریقہ تعلیم کنڈرگارٹن ایجاد کیا

۱۷۷۶ء سے ۱۷۹۷ء تک پسٹولوسی نے کوئی کتاب شائع نہیں کی اگرچہ اب اسے اعلیٰ درجہ کی شہرت حاصل ہو گئی اور یوروپ کے مشہور نامی گرامی علماء و فضلا سے اسکی واقفیت ہو گئی تھی مگر فاقہ مستی بدستور سابق تھی اسلئے وہ نہایت ملول اور غمگین رہتا تھا اگرچہ اس کی تمام زندگی اور کام کا دارو مدار عیسائی مذہب پر تھا مگر اسوقت پولیٹیکل کام کرنے کو بھی اس کا جی چرایا۔ اس زمانہ میں ایک جگہہ یوں شکایت کرتا ہے کہ میرا سارا وقت زراعت میں ہی خرچ ہو جاتا ہے۔ مجھے فرصت کے وقت کی بڑی آرزو ہے۔ میرا وقت مثل سایہ گذرتا جاتا ہے اور میں نے ابھی تک اپنے مدعا کے حصول کے لئے کچھ بھی نہیں کیا۔

اس زمانہ میں اس نے الف۔ ب۔ ج نامی کتاب لکھی اس کتاب میں اس نے کہانیوں کی صورت میں اعلے درجہ کی سچائی کا اظہار کیا۔ ایک کہانی بنمونتاً درج ہے:۔ دو بچھیرے دو مختلف شخصوں نے خرید لئے۔ ایک کسی کسان کے ہاتھ پڑ گیا اور دوسرا کسی سوداگر۔ کسان نے تو اپنے بچھیرے پر صرف بوجھ لادنے کا ہی خیال کیا اور اس کی تربیت کی کچھ پرواہ نہ کی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بچھیرا نکما سا ہو گیا اس کی ٹانگیں آپسمیں رگڑنے لگ گئیں۔ مگر سوداگر نے دوسرے کی مناسب تربیت کی اور وہ بچھیرا ایک اعلیٰ درجہ کا سواری کا گھوڑا بن گیا۔ اسیطرح لیے والا ہو۔ اگر آپ

بچوں کے قوا اور اعضا کی مناسب تربیت نہیں کریں گے تو نہ وہ صرف بیفائدہ بلکہ نقصان دہ ہو جائیں گے جتنے زیادہ اچھے قوا و اعضا ہونگے اتنا ہی زیادہ ان کی تربیت کرنے سے آنکو نقصان ہوگا یہ ایک عام مشاہدہ کی بات ہے کہ عموماً علم اور فن دونوں میں کمال کسیکو ہی حاصل ہوتا ہے بعض آدمی تعلیم کے اصولوں سے اعلیٰ درجہ کی واقفیت رکھتے ہیں۔ مگر عملاً ان اصولوں کا اطلاق بوقت تعلیم نہیں کر سکتے۔ پسٹولاسی علم اور فن تعلیم دونوں میں ہی کمال رکھتا تھا وہ نہ صرف یہی سوچا کرتا تھا کہ علم التعلیم کا معراج کیا ہونا چاہیے بلکہ اس معراج کو عملاً بھی حاصل کرنے کی کوشش کرتا تھا۔

پسٹولسی اب لوگونکو ان کی مفلسی اور پست حالت سے نکلنے کے ذرائعہ دریافت کرنے میں مصروف ہوا۔ اس کا مقولہ تھا کہ ان کی یہ ردی حالت بدستور جاری رہیگی جبتک کہ ان کی اخلاقی اور علمی مفلسی جاری رہے گی۔ پس انکو اعلیٰ بنانے کی اُمید سوائے تعلیم کے نہیں ہے جس سے وہ بہ نسبت سابقہ بہتر اور زیادہ فہیم ہو جاویں اخلاقی طور پر نہایت گرے ہوئے والدین کے بچوں میں بھی مطالعہ کرنے پر اسے معلوم ہوا کہ کسی نہ کسی ختم کے اعلےٰ قوا ئے جذبات۔ مذاق اور لیاقت موجود ہوتی ہے جن کی تربیت کرنے سے وہ بچے باسمجھ اور نیک النسان بن سکتے ہیں۔ لیکن اسوقت کی تعلیم کا یہ حال تھا کہ بچوں کی فطرت کے سب سے اعلیٰ حصوں کی تربیت بالکل نہیں کی جاتی تھی اور ان کے سامنے دوسروں کا علم۔ خیالات۔ تاثیرات پیش کر کے انہیں یاد دلایا جاتا تھا۔ اسوقت مدرس کا کام ظاہر سے باطن کیطرف تھا پسٹولوسی اس میں تبدیلی کرنی چاہتا تھا اور وہ بچوں کی تعلیم باطن سے شروع کر کے ظاہر تک عمل میں لانا چاہتا تھا۔ اس اصول کو مدنظر رکھکر وہ طلبا کے اندرونی قوا کی تربیت کے لیے کوئی ذریعہ دریافت کرنا چاہتا تھا۔ جسے بالآخر اس نے دریافت کیا اور وہ یہ تھا: "قدرت انسانی قوا کی تکمیل ان کی ورزش سے کرتی ہے یہ قوا استعمال سے بڑھتے ہیں" پسٹولوسی کا بیان ہے کہ "سچائی اور دانائی کے پاک جذبات رشتہ دار دل کے چھوٹے دائرے میں ہی پیدا ہوتے ہیں۔ انکا انحصار زیادہ تر ان حالات پر جو ہمارے اعتقاد کی وجوہ سے ہوتے ہیں اور نہایت ضروری عام واقفیت پر ہی ہوتا

روزانہ زندگی کی ضروریات۔ خواہشات اور تعلقات کو بنیادی امر خیال کر کے اُسنے جسمانی کام کا ذہنی کام سے تعلق دیا اور دستی محنت اور مطالعہ سکول اور کارخانہ کو ملا کر ہی تعلیم دینے کا خیال بنایا۔ وہ جلد بازی کے سخت خلاف تھا۔

وہ ابتدائی اور بنیادی تعلیم کے مکمل ہونے پر بہت زیادہ زور دیتا تھا۔ جب تک یہ ابتدائی تعلیم بچہ اعلےٰ طور پر حاصل نہ کرے اُسے یونہی آگے بڑھنے نہیں جانا چاہیئے۔ اسکا بیان ہے کہ مدرسوں میں اس درست قدرتی طرز تعلیم کی بجائے کہ جس میں جلد بازی کا نام و نشان نہیں ہے ایک مصنوعی الفاظی طرز تعلیم شروع کر دیا جاتا ہے۔ پسٹولوٹسی نے اپنی ذہانت۔ محنت اور تجربہ سے ایک اصول دریافت کر لیا کہ جس نے انسان کی نشوونما کے قانون کا قطعی فیصلہ پایوں کہو کہ جس سے قانون ورزش واثر پذیری کا ٹھیک علم واطلاق پسٹولوٹسی کو معلوم ہو گیا پسٹولوٹسی اس اصول کو یوں بیان کرتا ہے۔

"تمام اقسام کا درست علم مفید قوا اور پاک جذبات و تاثیرات جنکے حاصل کرنے کی انسان میں طاقت ہے وہ سب اپنی شخصیت کو خدا دا اعضا و قوا کے ذریعہ سے وسیع بنانے یا بیرونی دنیا میں موجود اشیاء کو اپنے ساتھ ملانے سے ہی حاصل ہو سکتے ہیں اس نشوونما و تکمیل کے کام کے لیے ایک قدرتی اور ضروری ترتیب موجود ہے مگر مدرسوں میں تو اس ترتیب کو عام طور پر الٹ کر دیا جاتا ہے۔

یہانتک پسٹولوٹسی کے ذہنی کام اور خیالات کا ہی ذکر تھا۔ اب اس کے عملی کام کا موقعہ آگیا ہے۔ سنہ ۱۷۹۸ء میں سوئزرلینڈ پر فرانسیسیوں نے حملہ کیا اور اُسے مفتوح بنا لیا اس فتح کا نتیجہ یہ ہوا کہ سب کچھ فرانسیسی طرز پر ہی کیا جانا شروع ہوا۔ کوئی چیز یا کوئی طرز عام پسند اور اعلےٰ خیال نہیں کی جا سکتی تھی جبتک کہ اس پر فرانسیسی مہر نہ لگ جائے یا جبتک وہ فرانسیسی نمونوں کی نقل نہ ہو اس لیے سوئزرلینڈ کی حکومت کی باگ ڈور بھی جمہوری طرز حکومت کے مطابق پانچ ڈائرکٹروں کے ہاتھ میں دے دی گئی۔ چونکہ پسٹولوٹسی آزادانہ خیال کا آدمی تھا اس لیے اس نے نئی گورنمنٹ کی خدمت بذریعہ تحریر کرنی شروع کر دی ڈائرکٹروں نے ایسے لائق آدمی کی مدد کو جو

جیسی اعلیٰ تصنیف کا مصنف تھا غنیمت خیال کیا اور اُسے ایک اخبار نکالکر جسکا منشا رجمہوری خیالات کی اشاعت کا تھا مقرر کر دیا۔ اُنکا خیال تھا کہ جسطرح سے اور لوگ اپنی حاجت روائی کے لئے اُنکی چاپلوسی کرتے تھے۔ پسٹولوسٹی بھی اپنی حاجت روائی کے لیے ان کے قدموں پر گرتا پھرے گا۔ مگر یہاں حالت ہی دگرگون تھی۔ وہ اُن کی جوتی جھاڑنے اور چاپلوسی کرنے کو سخت معیوب گنتا تھا۔ اس لیئے ڈائرکٹروں کو خود اس سے دریافت کرنا پڑا کہ اس کی کیا خواہش ہے جب پسٹولوسٹی سے یہ دریافت کیا گیا کہ تمہاری کیا خواہش ہے تو پسٹولوسٹی نے جواب دیا کہ میں ماسٹر بننا چاہتا ہوں چونکہ سب ڈائرکٹر اس کی عزت کرتے تھے اس لئے اُنہوں نے اس کی خواہش کی تکمیل کے لیئے روپیہ مہیا کرنے کا انتظام کر دیا۔ تاکہ اس روپیہ سے اپنی حسب مرضی ایک مدرسہ بمقام آرگو میں جاری کر دے۔ اب پسٹولوسٹی کو اپنی مدت کی خواہش کی تکمیل کا موقعہ ملنے کی اُمید تھی مگر افسوس کہ اس مدرسہ کی اجرا کی تجویز کا بیشتر از وقت ہی خاتمہ کرنا پڑا۔ چونکہ سوئٹزرلینڈ کے کیتھولک پادری اپنی آزادی کو ہاتھ سے دینا گوارا نہیں کرتے تھے اسلئے فرانسیسیوں نے اس کی آزادی کو چھیننے کے لیے ان کے خون سے ہاتھ رنگنے شروع کر دئے۔ شہر Stans میں فرانسیسیوں اور اُسکے شہر کے باشندوں میں مٹ بھیڑ ہوئی نتیجہ یہ ہوا کہ بیچارے باشندگان شہر کی ایک بھاری تعداد تہ تیغ ہوئی فرانسیسی گورنمنٹ پر اسوقت یہ ایک بڑا دھبہ خیال کیا گیا۔ اس دھبہ کو مٹانے کے لیئے ڈائرکٹروں کو اس شہر کے لاوارث یتیم اور بیواؤں۔ غریبوں اور محتاجوں کو مدد دینے کی ضرورت ہوئی ایسے موقعہ پر اُنہوں نے پسٹولوسٹی کی موجودگی غنیمت خیال کر کے اس سے استدعا کی وہ شہر Stans میں جاکر ان یتیم بچوں کی پرورش و تعلیم کا انتظام کرے پسٹولوسٹی کو جو کہ شفقت مجسم تھا ان بچوں کی حالت زار پر رحم آیا اسلیے وہ شہر Stans کیطرف بموجب حکم ڈائرکٹران روانہ ہوا۔ یہاں پسٹولوسٹی کو کمال درجہ کی مشکلات و تکلیفات کا مقابلہ کرنا پڑا۔ مگر باوجود ان سب مصایب کے اُسے اپنی نئی طرز تعلیم کے اطلاق کا پانچ ماہ کے لیے موقعہ مل گیا۔ اسوقت

۱۸۹۹؁ء ۶ کا وہ دورہ تھا اور جاڑے کی وہ شدت تھی کہ مارے سردی کے ہاتھ پاؤں ٹھٹھر رہے تھے۔

(باقی آئندہ)

خالق اور مخلوق

شری پان پنڈت کشپ دیو

انسانی جامہ میں ایک پوشیدہ شکتی ہے جسکا نام آتما ہے وہ ستھول سے ستھول اور سوکھشم سے سوکھشم ہے اُسے وہی الوبھو کر سکتے جو دنیاوی رنج وغم سے پاک اور کامناؤں سے رہت۔ اس کی مہما کو پرماتما کی کرپا سے ہی جگیاسو بھلی پرکار جان سکتا ہے (دیکھو اپنشد)

ہم اپنے تجربات اور دنیاوی محسوسات کے لئے حواس خمسہ میں سے اپنی آنکھوں پر سب سے زیادہ اعتبار کرتے ہیں جس بات کو عقل سلیم تسلیم نہیں کرتی آنکھوں کے مشاہدہ سے فوراً اسکا اعتبار ہونے لگتا ہے فی الحقیقت آنکھیں جملہ محسوسات میں خاص حصہ لیتی ہیں آنکھیں ہمیں دہوکا بھی دیتی ہیں جس چندرما کی دوری لاکھوں میل ہے وہ ہمیں ایک گیند نظر آتا ہے جس سورج کا فاصلہ کروڑوں میل ہے وہ ایک معمولی تھالی سے بڑھکر مری نہیں ہوتا جملہ نظام شمسی ہماری نظروں میں ایک معمولی تارے سے جان پڑتے ہیں جس چاند کا فاصلہ سورج کے مقابلہ میں چار سو حصوں میں سے ایک حصہ بھی دور نہیں وہی چاند ہمیں سورج کے برابر نظر آتا ہے جن پرمانوں سے یہ جگت بنا ہے وہ ہمیں دکھائی ہی نہیں دیتے دوربین بھی ابھی تک ان باریک پرمانوں کی حقیقت کو بتلانے میں قاصر ہے۔ پس اسقدر دھوکہ دینے اور غلط فہمی پیدا کرنے والی آنکھوں پر ہی ہمارا دشواس ہے اور تقریباً ساری بیرونی دنیا کا علم انہیں مشاہدوں کا مجموعہ ہے۔

اس طرح آنکھیں بہت کچھ جگت کے حالات کو جاننے میں رکاوٹ پیدا کرتی ہیں علم

نجوم کے مطابق ایک بڑے سوریہ کو معمولی بتلانا اور باریک سے باریک چیزوں کو یکدم نظر انداز کر دینا آنکھوں کے لئے معمولی کام ہے حقیقت کو سمجھنے کے لئے بیرونی محسوسات کے ذریعہ سے من زیادہ مدد دیتا ہے۔ سائنس کے رازوں کو جاننے کے لئے من کی شکتیوں نے آنکھوں سے کہیں بڑھ کر کام کیا ہے۔

یہ تسلیم شدہ اصول ہے کہ زمین کا قطر ۷۰۹۱ میل ہے اگر زمین کے ہم ٹکڑے کر ڈالیں اور ایک میل لمبا ایک میل چوڑا ٹکڑہ لیں اور ان تمام ٹکڑوں کو علیحدہ علیحدہ رکھکر شمار کریں تو جملہ ٹکڑے (۱۹۶۶۲۶۰۰۰) ہونگے۔ اب اگر ایک میل لمبا ایک میل چوڑا اور ایک میل اونچا ٹکڑہ لیا جاوے تو (۲۵۳۹۸۰۰۰۰۰۰۰۰) میل رقبہ ہوگا۔ اب اگر وزن کرنا چاہیں تو یہ ہماری زمین ہی تقریباً ۶۰۶۹۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰ ٹن ہے ایک ٹن ساڑھے ستائیس من کا ہوتا ہے باوجودیکہ یہ وزن ایک عظیم الشان مقدار ہے تسپر بھی جب کبھی ہم اپنی زمین کیطرف نگاہ ڈالتے ہیں ہمیں اس کی چنداں حقیقت ہی معلوم نہیں ہوتی۔ سارا ہمالیہ پربت اس رقبہ کی مقدار میں ایک بے مقدار حصہ بن جاتا ہے۔ اور اگر ہم اپنی زمین کی جسامت کو سوریہ کی جسامت سے مقابلہ کریں تو زمین کا رقبہ ایک ناچیز ہستی کا ذرہ بن جاتا ہے۔ ہمارا چاند ایک اپ گرہ ہے زمین سے ۲۴۰۰۰۰ میل دور ہے۔ اس کی جسامت ہماری زمین کے مقابلہ میں کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ ایک جیوتشی نے اندازہ کیا ہے کہ سورج وغیرہ عظیم الشان گرہوں کی دوری کو ہم اسطرح جان سکتے ہیں کہ اگر ایک ریل گاڑی ۲۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سورج کی جانب چل دے۔ دن رات بلا کسی آرام کے چلتی جاوے تو ۵۲۰ سال چھ مہینے اور سولہ دنوں میں وہ سورج میں پہونچے گی۔ اسیطرح اگر ریل گاڑی کی رفتار ۳۲ میل فی گھنٹہ کر دیجاوے اور وہ برہسپتی گرہ کی جانب چلے تو اسے ۱۷۹۲ سال لگیں گے۔ سنیچر گرہ کی جانب جاوے تو ۳۱۲۰ برس اور یورینس گرہ کی جانب چلے تو دن رات ۳۲ میل فی گھنٹہ چلنے پر بھی ۶۲۲۶ سال کا عرصہ درکار ہوگا۔ نچھتروں کی جسامت سے متعلق مسافر کے ناظرین کو یاد ہوگا کہ ہم نے دکھلایا تھا۔ اور سیریس کا حال آکاش میں تارے اس سرخی کے مضمون میں دیا تھا۔ ہمارے سوریہ سے سیریس نامی سورج ۲۶۶۸ گنا بڑا ہے سر ولیم ہرشل کا بیان ہے کہ سورجگت

(نظام شمسی) یہاں سے .... ۱۲۰ میل تک چلا گیا ہے ترکوں نامی کہکشروں کے مجموعہ میں ایک نہارکا یا پنوا الاسرلیس کی دوری سے ۴۴۴ گنا اور دور ہے اور سوویشکرنال نامی نہاری کا کی دوری اندازہ

.... میل ہے۔ ڈاکٹر سکورسولی نے اندازہ کیا ہے کہ اگر ہمارا سورج اسقدر فاصلہ پر ہو تو اس کی روشنی (۲۵۰۰۰) پچیس ہزار سالوں کے بعد یہاں پہونچ سکتی ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو اس سے پرے ہزاروں نہاریکا جو محض دوربین سے نظر آتے ہیں۔ انکی روشنی کو تو یہاں پہونچنے نہ معلوم کتنے کروڑ سالوں کا عرصہ درکار ہوگا۔ جبکہ روشنی کی رفتار فی سکنڈ ۱۹۲۰۰۰ میل ہو۔ مسٹر بلٹن کا خیال ہے کہ سوریہ کی روشنی معمولی چراغ کی روشنی سے ۴۴ ہم گنا تیز ہوتی ہے۔ اگر دو انچ کے فاصلے سے ۱۶۰ موم بتی جلائی جائیں تو ان کی جسقدر روشنی ہوگی وہ روشنی سورج کی روشنی کے برابر ہوگی اگر ۹ میل کے فاصلہ سے سات کروڑ بیس لاکھ موم بتی جلائی جاویں تو ان کی روشنی سورج کی روشنی کے برابر تیز ہوگی اور سوریہ کی دوری سے اگر اتنی ہی روشنی پہونچانی چاہیں تو ایک وقت میں

.... (۳۵۰ ۳۵ اور ۲۷ صفروں کی دوری) کی مقدار کی بتیاں جلانی چاہئیں۔ سورج کی روشنی کا جب یہ حال ہے تو نہاروں کی روشنی اور جسامت کا تو ذکر ہی کیا ہے جو ہماری زمین سے بڑی ہیں یا دوسرے شبدوں میں جنکو مہتو مہان بڑے سے بڑا کہا ہے اب ہم انورانویان چھوٹی سے چھوٹی چیز کا ذکر کریں گے۔ مسٹر ہین برگ نے لکھا ہے کہ ایک انچ بھر سلیٹ کے ٹکڑے میں چالیس ہزار دوربین سے دیکھے جانیوالے ذرے ہیں تب اندازہ کیجیے کہ ایک سلیٹ کے پہاڑ میں کسقدر ذرے موجود ہونگے؟ ڈاکٹر ٹامس نے تخمینہ کیا ہے کہ ایک انچ سیسے میں (۸۸۸۴۹۲۰.........) حصے موجود ہیں گویا ایک انچ سیسے کے اندر اسقدر مقدار میں ذرے موجود ہیں جن لوگوں نے دوربین سے بیکٹیریالوجی کے تجربات کئے یا دیکھے ہیں وہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ایک بوند میں کروڑہا چلنے پھرنے یا حرکت کرنیوالے جیو موجود ہوتے ہیں۔ انکا ذکر ان کی جسامت کا اندازہ اور انکا شمار کرنا قیاس سے باہر جان پڑتا ہے۔ ہر ایک چیز کے باریک سے باریک

حصے کو انو کہتے ہیں۔ انو میں اس چیز کی خاصیت رہتی ہے۔ پانی کے انوؤں
میں پانی کی خاصیت موجود رہے گی۔ لیکن پرمانوؤں میں خاصیت نہیں ہوتی۔ کئی
مختلف پرمانو ملکر ایک انو بنجاتا ہے اور ایسے بیشمار انوؤں کے ملجانے پر نظر آنیوالی
چیز بنتی ہے۔ پرمانوؤں کی مقدار اسقدر باریک ہوتی ہے کہ گندھک کے پرمانو کا وزن
.........۲ گرین ہے یا ایک رتی میں گندھک کے چار ارب پرمانو آسکتے ہیں
ایسے ہی ہر ایک چیز میں انو اور پرمانو ہیں۔ ہم انوؤں کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے جن
میں چیزوں کی خاصیت موجود ہے تو پرمانو کا اندازہ کرنا تو بہت ہی کٹھن کام ہے
اسلئے منتر میں انو سے انو کا ذکر ہے باریک سے باریک چیزیں انو ہیں جنکا مجموعہ یہ
ظاہرا جگت نظر آتا ہے۔ ان سوکھشم سے سوکھشم اور ستھول سے ستھول چیزوں کو جاننے
کے لئے ہمارے دماغ میں انیک شکتیاں ہیں۔ علم سے فیضیاب ہو کر انسان اپنی
آتمک شکتیوں کو بڑھاتا ہے جیسے چنچل پدارتھ کو قابو میں رکھنے کے لئے لامحدود علم
اور لامحدود ہی پدارتھوں کی ضرورت ہے۔ اسی سرشٹی میں مہان سے مہان اور چھوٹے
سے چھوٹے۔ پدارتھ ہیں جنہیں جاننے اور پہچاننے کے لئے مانسک شکتیوں کی
نشوونما کی ضرورت ہے۔ ہمارے دماغی قوا بھی ان غور طلب مرحلوں کو حل کرنے
کے ساتھ ساتھ تربیت یافتہ ہوتی چلی جاتی ہیں دماغی نشوونما کے لئے کوئی حد نہیں
تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انیک رشیوں اور مہاتماؤں نے خیالی دنیا
اور دماغی نشوونما میں بلند پروازی کی ہے پرانے زمانے کے دھرمک سجنوں اور
موجودہ زمانہ کے سائنسدانوں میں اگر دماغی تربیت کے لحاظ سے کوئی فرق ہے
تو یہ کہ انہوں نے اپنے قوا کو آتمک دنیا اور اندرونی جگت کے انوبھو کرنے میں
لگایا تھا۔ انہوں نے مادی اور بیرونی جگت کی تحقیقات میں صرف کیا۔ وہ شریر یا
انسانی جامہ سے چلکر دماغی قوا کی کھوج کرتے کرتے آتما اور پرماتما کی طرف جاتے
تھے یہ جسم کی مشنری میں جہاں پرمانو اور سینیر کا انت ہوا وہاں ہی چھوڑ کر مہان سے
مہان برہمانڈ کی کھوج کرتے چلے جاتے ہیں ان کی سوکھشم فلاسفی کا جہاں انجام تھا
ان کی فلاسفی کا وہیں سے آغاز ہوتا ہے۔ وہ آتما کے کلیان کے لئے مادہ پرستی سے
بچنے کی کوشش کرتے تھے۔ یہ آتما سے سُکھ کے لئے مادہ اور مادی دنیا کے عمدہ سے

عمدہ پدارتھوں سے فیض اُٹھا رہے ہے اور اپنی ضروریات کو گھٹا کر آتما کو انوبھو کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ یہ ضروریات کو بڑھا کر بھوتک پدارتھوں کو خدمت بجالانے کیلئے مجبور کر رہے ہیں اُنہیں سنسار کے پدارتھوں کو چھوڑنے میں آنند ملتا تھا۔ انہیں آرائش زیبائش اور آرام طلبی کے سامانوں میں خوشی کے حاصل کرنے کی خواہش بلا رہی ہے وہ اس انسانی قالب کے مالک کو اپنے کرم انوسار جنم دھاری سمجھتے تھے انہیں نہ صرف جنم جنمانتر کے مسئلہ سے انکار ہے بلکہ وکاش کے سدھانت انوسار یہ خالق کی ہستی سے ہی منکر ہیں۔ یہ امتیاز یہ تفریق اور یہ اختلاف معمولی نہیں انسان اپنے خیالات کے مطابق ہی کام کرتے ہیں اس زمانہ کی تعلیم اور اخلاق میں اس زمانہ کی تعلیم اور تہذیب سے بڑا فرق ہے۔ آج جو مسائل ہمارے دلوں کی خود غرضی سے بہتر بنا رہے ہیں انہیں خیالات کو کسی زمانہ میں مکروہ اور مذموم سمجھا جاتا تھا۔

انسان کا آدرش اپنے خالق کو انوبھو کرنا اور اس کی آگیاؤں کے مطابق اپنی اندرونی شکتیوں کو بیرونی اسباب کے عین مطابق بنانا سمجھا جاتا تھا۔ اسی لئے اس منتر میں آگیا ہے کہ سرشٹی کرتا ر پرماتما کو جگیاسو بھلی پرکار انوبھو کر سکتا ہے۔ اس آدرش کے ساتھ ہی جگیاسو کا بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔ وہی جگیاسو انوبھو کر سکتا ہے جس نے اپنی آتمک شکتیوں کو سمجھ لیا ہے۔ آتما یہ شریر نہیں آتما انتہ کرن چتشہ نہیں آتما کرم اندریہ اور گیان اندریوں کے مجموعہ کا نام نہیں جسم کے مختلف اعضا اور مختلف سامانوں میں ایک ایک کر کے ڈھونڈ لو۔ نروس سسٹم کے باریک سے باریک نظام کو الٹ پلٹ ڈالو۔ دماغ کے چکروں اور سلز میں جو کروڑوں ہیں، کھوج کر کہیں آتما کا نام اور سھان نہ ملے گا۔ کیمسٹری باڈی جو انسانی زندگی کا لیڈر سمجھا جاتا ہے وہاں بھی سوکھشم سے سوکھشم نیتر جا کر آتما کو ہر جگہ نکالنے میں ناکامیاب ہوتے ہیں وہ سوکھشم سے سوکھشم بلکہ اسقدر سوکھشم ہے کہ مادی پدارتھ اسے پا نہیں سکتے اور وہ نگاہ کے سامان پوشیدہ ہے اُسے دیکھنا نا ممکن ہے مگر اسکی قوا سے انکار نہیں ہو سکتا ایسے آتما کی شکتیوں کو جانکر جگیاسو پرماتما کو انوبھو کرنے کی جستجو کرتا ہے۔ جگیاسو کو سادھن کرنے پڑتے ہیں۔ ایک دو دن کے سادھنوں سے انسان کی [illegible] دماغی طاقتوں میں کافی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ انیک برس تپاس من کو چلائمان کر رہی ہیں۔ ان بہ [illegible]توں

کو روکنے کے لئے یوگ کے سادھنوں کی ضرورت ہے۔ نشکام بھاو سے کرتویہ یا فرض کو سرانجام دینے کی ادشکتا ہے۔ نشکام بھاو اور کرتویہ پرائین ہونے انسان کا من اور شریر شدھ ہوکر انسان آتمک جگت میں جاتا اور انیک پرکار کے سکھوں کو انوبھو کرتا ہے۔ سنسار کے پدارتھ۔ لوبھ۔ موہ کے سامان۔ سمبندھیوں کے سکھ دکھ اس کے من کو چلائمان نہیں کر سکتے اس کا دائرہ خیالات بیرونی دنیا سے ہٹ کر اندرونی جگت کیطرف جاتا ہے۔ بیرونی سکھ دکھ کے سامان اور ان کے سلسلے کا تار ٹوٹ جاتا ہے اور وہ ایسی اوستھا کو پہنچ جاتا ہے جسے دیت شوک کہتے ہیں وہ غم اور فکر سے بری ہوکر جگت میں پھرتا ہے۔ جس دھیر پرش نے آتما کی ان شکتیوں کو جان لیا وہ پرماتما کو انوبھو کرنے کا جگیاسو بنتا اور اپنے جیون کو سپھل کرتا ہے۔ اس کے لئے خالق اور خلقت ہے۔ اس کیلئے مادہ مہان سے مہان اور چھوٹے سے چھوٹا ہے وہ ہر جگہ پہنچ سکتا ہے۔ گو اس کی اپنی شکتیاں محدود ہیں مگر جہاں اسکا خیالی گمن ہو جاتا ممکن ہے وہاں پرماتما کی ستا کو موجود پاتا ہے

کیشو دیو از بنارس

حضرت عیسے
اور
یہودیوں کی فلاسفی

ہر دھرم کا آغاز دنیا کی پیدائش سے ہوتا ہے۔ یہودیوں میں خدا ایلوہیم کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہودیوں میں ہندوؤں کی طرح بت پرستی کا رواج تھا جس طرح ہندوؤں کا یہ خیال ہے کہ خدا کے دروازے تک پہنچنے کے لئے مورتی پوجن کی ضرورت ہے اسی طرح یہودیوں کے درمیان بھی اعتقادات پرچلت تھے۔ مگر ہندوؤں کی طرح یہودی بھی ایک ہی خدا کو مانتے تھے جیسا کہ ان کی کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ ادھم۔ اسحاق اور یعقوب کے لئے خدا کا نام ال شدائی Shaddai تھا۔ موسے کو خدا نے

اپنا نام جیہوا اہ یکسا اہ سا اہ (کہ) تبلایا۔ موسے کا خدا بالکل پاک مانا گیا ہے۔ اس خدا کی کوئی مورتی نہ تھی اور موسے کی تعلیم یہ تھی کہ خدا مورتی مان نہیں مگر یہودیوں کو یہ خیالات ناپسند تھے انہوں نے کہا کہ ایسا نہیں ہو سکتا خدا کی ذات اس قسم کی ہے جس کی مورتی ہو سکتی۔ اس لیے انہوں نے آدمی کی شکل کی مورتی بنائی۔

خدا کے ہاتھ پاؤں ہیں وہ بادشاہ کی طرح حکمرانی کرتا ہے وہ اسرائیل کیساتھ کنعان میں رہتا ہے اس کے بڑے بڑے بازو ہیں وہ سب کی حفاظت کرتا ہے اس کی بڑی بڑی آنکھیں ہیں جن سے وہ سب اچھے برے کو دیکھتا ہے جس طرح ہندوؤں میں گئے ہیں کام دہینو برکھشوں میں کلپ برکھشی پہاڑوں میں بڑا پہاڑ سمیرو دریاؤں میں گنگا کو پرماتما مانتے ہیں اسی طرح یہودی کہتے تھے۔ بڑے پہاڑ خدا کے پہاڑ ہیں۔ سب سے اونچے لمبے درخت خدا کے درخت ہیں اور سب سے زبردست دریا خدا کے دریا ہیں اس لیے وہ ان کی پوجا کرتے تھے۔ خدا محافظت اور مضبوطی کی ایک چٹان ہے خدا کا راستہ مکمل ہے وہ لیبانون اور شیر دنکو ایک جوان گینڈے کیطرح اچھلنے کے لیے بناتا ہے یہ اس کی آواز ہے جو چلتے ہوئے دریاؤں میں گرج کی سی سنائی دیتی ہے توریت سے ساری باتیں بخوبی واضح ہونگی کہ کس کس طرح پرانے یہودی قدرت اور خدا کو پہچانتے تھے پرانے یہودی ہمیشہ خدا کے متعلق دنیاوی مثالیں لیتے رہے اور مختلف دنیاوی چیزوں کی پوجا کرتے رہے جو زمین کے مطابق یہ دنیا خدا کا مندر ہے اور اس مندر کو قائم رکھنے کے لیے یہودیوں نے تمام دنیاوی چیزوں کے مندر بنائے اور بعد ازاں انہوں نے بڑا پہاڑی خدا کا مندر یروشلم میں کھڑا کیا۔ اس قسم کے نشان اور مثالیں موسے نے یہودیوں کو سمجھائیں اور داؤد اور سلیمان کی پوجا ہونی شروع ہوئی یہودیوں نے نہ صرف دنیاوی چیزوں کی صورتیں بنائیں بلکہ سورج چاند۔ ستاروں کی تصویریں بھی بنائیں۔ یہودیوں کی کتابوں میں خدا کی حمیدہ صفات کے متعلق مکمل بحث نہیں تھی یہی وجہ تھی کہ یہودیوں میں جہالت زیادہ تھی اور یہ اسی جہالت کا سبب تھا کہ ان میں بت پرستی کا رواج تھا۔ مگر بابل نو نوگی پاس فلاسفی کا پوشیدہ خزانہ تھا جسکو اسوقت کے عام لوگ نہیں سمجھ سکتے تھے

یہ امر بحث طلب ہے کہ آیا ہیلینسٹ یہودیوں نے اس فلاسفی کو یونانیوں سے سیکھا
اور یونانیوں نے بھارت ورش کے لوگوں سے اور یا ان یہودیوں نے بھارت
ورش کے لوگوں سے کیونکہ ربی لوگوں نے جس فلاسفی کا پرچار کیا یہ ایک قدرتی
تھی۔ ربی لوگوں نے پرچار کیا کہ خدا ایک ہے یہ فلاسفی یہودیوں کی اپنی نہیں ہو
سکتی۔ جوڈا ازم اور یونان کی فلاسفی میں مطابقت پائی جاتی ہے حضرت مسیح سے
دو سو برس پہلے بادشاہ پٹولمسی کا استاد ایک ارسٹوبلس نامی یہودی تھا جس نے
یہ تعلیم دی کہ خدا ایک ہے وہ نرا کار ہے اس کے بعد یہ بھی پتہ لگتا ہے ار سٹیا
پٹولمسن فیلڈ لعس کا ایک لائبریرین تھا جس نے اسے کہا کہ جس خدا نے تمہیں
بادشاہت دی ہے اسی خدا نے یہودیوں کو یہ قانون دیا ہے یہودی اس خدا کی
پوجا کرتے ہیں جس نے انہیں پیدا کیا۔ یہ خیالات یونانیوں سے یہودیوں میں اجداز ال
پھیلے اور غالبًا یہ افلاطون کی تعلیم تھی ہیلنسٹ یہودیوں کی کتابوں میں اس بات
کا ذکر پایا جاتا ہے۔ سلیمان نے کہا کہ جسم سے برائی پیدا ہوتی ہے ایسا ہی افلاطون
نے کہا کہ جسم گناہ کا سبب ہے۔ علاوہ اس کے خدا کی نسبت یہ بھی کہا گیا ہے کہ خدا سب
چیزوں میں ہے وہ سبکو پیدا کرتا ہے مگر خود پیدا نہیں ہوتا۔ خدا دیا ہے خدا محبت ہے
سنراق کا بیٹا ایک نظم میں خدا کی تعریف کرتا ہے جسکو ہم پیش کرتے ہیں:۔

I came out of the mouth of most High
And covered the earth as a cloud
I dwelt in high places,
And my throne is in a cloudy pillar
I alone composed the circuit of heaven
And walked in the bottom of the deep
In the waves of the sea and in all the earth
And in every people & nation I got a possession
With all these I sought rest:
And in whose inheritance shall I abide

So the creator of all things gave me a com- mandment
And he that made me caused my tabernacle to rest
And said let thy dwelling be in Jacob
And thine inheritation in Israil
He created me from the begining before the world
And I shall never fail
In the only tabernacle I served before him
And so I was established in Sion
Likewise in the beloved city he gave me rest
And in Jerusalem was my power
And took root in the honorable people
Even in the portions of Lord's inheritation
I am the mother of fair love
And fear & knowledge & holy hope
I am therefore being eternal am given to all my children
Which are named of Him

میں سب سے اونچے منہ سے آیا ہوں۔ زمین کو بادلوں سے ڈھانپ دیا ہے۔ مینے
اونچی جگہوں میں اپنا مسکن کیا ہے۔ اور میرا تخت بادل کے ستونوں میں ہے
مینے آسمان کا احاطہ بنایا ہے۔ اور گہری سطح میں چلا ہوں۔ سمندر کی لہروں
میں اور سب پرتھوی پر اور ہر ایک قوم اور ملت کے لوگوں پر میرا قبضہ ہے
ان سب کیساتھ مینے آرام کیا اور جن کی وراثت میں رہوں انکا سب کے
خالق نے ایک حکم دیا۔ اور اس نے جسنے مجھے بنایا اور میری عبادت گاہ
میں آرام کا موجب ... استقرار اسکن یعقوب ہو اور تمہارے خاندان اسرائیل
میں اسنے مجھے ابتدا ... دنیا سے پہلے ... عبادت گاہ میں مینے اس
سے پہلے سیوا کی اور ... ہوں میں قائم ہوا تھا۔ اور میری ... رہائش پیارے

شہر میں ہوئی اور یوروشلم میں میری طاقت تھی اور میںنے معزز لوگوں میں جگہہ پکڑی اور
پیغمبر خدا کی وراثت کے حصے ہیں میں محبت کرنیوالی ماں ہوں اور خوف علم اور پاک
اُمیدوں کا گھر ہوں. میں ابدیت سے ہوں اور سب بچوں کو میںنے اپنی ابدیت دی
جو کہ اس کے یعنی میرے بچے کہلاتے ہیں۔

مذکورہ بالا سطور سے پتہ لگیگا کہ خدا کی ابتدائی طاقت ودیا ہے یہ خیالات یونان
سے لئے گئے اور ان خیالات کی سکندریہ کے لوگوں سے مطابقت پائی جاتی ہے

فیلو جوڈیس کی

فیلو جوڈیس سکندریہ کے جو دا ازم کا مناسب وکیل ہے اگر فیلو
کے خیالات کو دیکھا جاوے تو پرانے عہدنامے کیساتھ کسی
حد تک مطابقت پائی جائے گی جس سے ثابت ہوگا کہ پرانے عہدنامے میں بہت
سی مدد فیلو کے خیالات سے لی گئی ہے. فیلو یونانی فلاسفروں کی شکرگذاری ظاہر
کرتا ہے مگر پرانے عہدنامے میں اسکا ذکر نہیں اب ہم فیلو کے خیالات کا خلاصہ
پیش کرتے ہیں جس سے صاف طور پتہ لگیگا کہ فیلو نے سب کچھ یونان سے حاصل
کیا ہے. یونانی ترجمہ " I AM " He that is وہ جو کہ ہے یہ
جیوش تھیالوجی میں کیسے شامل ہوا. یہ خیالات افلاطون سے لئے گئے. کیونکہ فیلو
خدا کی نسبت ظاہر کرتا ہے کہ وہ لامحدود ہے وعقلمند سے عقلمند ہے وہ خوبصورتی
سے زیادہ خوبصورت ہے. طاقت سے زیادہ طاقتور ہے. ہم سوچ فکر سے جان سکتے
ہیں کہ وہ ہے مگر ہم یہ نہیں جان سکتے کہ وہ کیا ہے. ہم اپنے کمزور وچاروں سے اور دنیا
کی اور تمثیلوں سے اُسے جان سکتے ہیں. ہم اسے روشنی کا منبع پکارتے ہیں اسی سے
سب جگہہ روشنی پھیلتی ہے وہ زندگیوں کی زندگی ہے اس سے سبکو زندگی حاصل
ہوئی ہے. وہ ودیا کا بھنڈار ہے وہ ایک ہے اور وہ ناش رہت ہے مجھ کوئی بیان
نہیں کر سکتا لیکن اس لئے کہ دنیا کے لوگ مجھے جان سکیں اس لئے وہ ...
یا خدا کے نام سے پکاریں ایک دفعہ یعقوب کی فرشتے کر ...
... پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے اس نے جواب دیا کہ تو میرا ...
بتایا آدمی اسکو جان سکتا ...
... کا ...

And in every ...
With all these I sought ...
And in whose inheritance shall ...

سے پہلے جیسا وہ مکمل تھا۔ ایسا ہی اس کے بعد بھی وہ مکمل رہتا ہے۔ اس لیے
خدا جو کہ قادر مطلق مکمل شکتی ہے اسکا کوئی نام نہیں ہو سکتا۔ خدا اسکا نام خدا کی ماہیت
کو پورے طور پر بیان کرنے میں قاصر ہے یہ نام پورے طور پر اسکو ظاہر نہیں کرتا کہ وہ
کیا ہے یہ صرف جتاتا ہے کہ وہ سب سے برتر اعلے ہے۔
اس عالم میں خدا نیک ہے مگر وہ نیک سے بھی بڑھکر ہے وہ خدا سے بھی بڑھ کر
ہے۔ قدرت کاملہ کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ پورے طور پر جانا نہ جاسکے وہ ضرور
لاتغیر ہے۔ کیونکہ وہ بالکل سادہ ہے اور اصلی ہے اور سب سے زیادہ مکمل ہے
اس کا کسی کیساتھ مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ خدا کسی کے ساتھ نہیں مل سکتا۔ اگر کوئی چیز
اس کے ساتھ ملجاوے تو وہ اس سے بڑھ جائے گی یا اس کے برابر ہو جائیگی
یا کمی ہو جائے۔ لیکن کوئی نہیں جو خدا سے بڑھ سکے یا اس کی برابری کر سکے اور کوئی
چیز ایسی نہیں جو کمی سمجھی جاسکے کیونکہ اگر چیز کمی ہو جائے تو فنا ہو گی تو یہ بالکل غلط ہی
بغیر کسی تشبیہ کے بغیر کسی مثال کے باوجود اس کے خدا کو ہم ذہنی قوا سے محسوس
نہیں کر سکتے۔ لیکن خدا ایک اور اسکا کوئی ثانی نہیں ہے۔ پھر فیلو ایک جگہہ لکھتا
ہے۔ ہم موسے کے دوست اور شاگرد خدا کے متعلق تحقیقات کرنا نہیں چھوڑینگے
بلکہ ہم یہ جانتے ہیں کہ اس کے بغیر زندہ نہیں رہسکتے۔ اگرچہ وہ ذہنی قوا سے
جانا نہیں جاسکتا تو بھی ہم کچھ نہ کچھ جانتے ہیں ہم کمزور الشان اسے نہیں جانسکتے
مگر ہمارے اندر اس کی تشفی ہوتی ہے تو ہم اسے جان لیتے ہیں۔ کیونکہ آدمی صرف
مٹی کا نہیں بنا ہوا بلکہ اس کے اندر آتما بھی ہے۔ ہمارے اندر ترقی کرنے کے
جوہر ہیں اگر انہیں ترقی ہو تو ہم روحانی زندگی حاصل کر سکتے ہیں۔ اگرچہ خدا انسانی دائرے
میں شامل نہیں ہو سکتا تو بھی ہم اس کے ساتھ ہو سکتے ہیں اور تب ہم اسے
... ... ہوتا ہے۔ اب ہم خدا کو اس کے کاموں سے غیر مکمل سا مانتے
خالق ... ہے۔ وہ ایک ایسی زندگی ہے جسکو ہم دلیل و عقل سے
میں آرام کا موجب بنا اور کہا جاوے ... بہتر میں ہوا اس کی ہستی کو پورے طور پر ماننے
میں اسنے مجھے ابتدا میں دنیا سے پہلے پیدا کیا ... بتلاتا ہے اور اسکو
سے پہلے سیوا کی اور ہیں سیون میں قائم ہوا تھا۔ اور میری ... فیلو بتلاتا

ہے کہ نیستی سے ہستی نہیں ہو سکتی ہستی سے ہستی ہوتی ہے اور یہ نہایت ہی نکما خیال
ہے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ کوئی وقت ایسا تھا جبکہ دنیا نہ تھی۔ کیونکہ اس دنیا کا
آغاز اور انجام کوئی نہیں،،

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ فیلو حضرت عیسے سے پہلے تھا۔ فیلو جوڈیس کے مندرجہ بالا
خیالات کو پڑھ کر یہ نتیجہ نکالنا مشکل نہ ہوگا کہ فیلو کی تعلیم بائیبل سے کسقدر اعلے
ہے۔ فیلو کے خیالات کو سامنے رکھتے ہوئے گیتا اور اپنشدوں کی طرف ہمیں
غور کرنا پڑتا ہے۔ ہمیں فیلو کے خیالات سے یہ ماننا پڑیگا کہ وہ حضرت عیسے سے
اعلیٰ تھا۔ عیسے کی تعلیم میں عقائد مذہب اور علم الٰہی کا کہیں پتہ نہیں ملتا عیسے کی تعلیم
محض ایک اخلاقی تھی جیسا کہ ہم پہلے کسی آرٹیکل میں بتلا چکے ہیں مگر فیلو کی تعلیم میں
عقائد مذہب اور علم الٰہی کا پتہ ملتا ہے۔ فیلو دنیا کو انادی بتلاتا تھا۔ فیلو خدا کو مجسم بتلاتا
تھا۔ فیلو خدا کا جسم ماننے کے لیے تیار نہیں فیلو کا دماغ یہ قبول نہیں کرتا کہ خدا آدمی
کیطرح ہو سکتا ہے۔ فیلو پرانے عہد نامے کی دھجیاں اُڑاتا ہے یہ بڑی جہالت
اور نادانی کا زمانہ ہوگا جب لوگ یہ خیال کرتے ہونگے کہ دنیا چھ دن میں پیدا ہوئی
یہ سفید جھوٹ ہے جو اس کتاب نے لوگوں کے سامنے رکھا ہے۔ حوا کا پیدا ہونا ایک
فرضی کہانی ہے۔ فیلو کا دماغ یہ قبول نہیں کرتا کہ ایک آدمی سے عورت پیدا ہو گئی
آدم سے دو لڑکے کابیل اور ہابیل پیدا ہوئے۔ کابیل نے ہابیل کو مارا اس سے
شریر النفس جماعت پیدا ہو گئی۔ فیلو کہتا ہے کہ کوئی قربانی اور چڑھاوا۔ انسان کو نہیں
دینا چاہیے۔ انسان کو خود قربان ہونا چاہیے اور اس کی قربانی یہ ہے کہ اس کے
اندر تیاگ ہونا چاہیے اب بتلائے یسوع کی تعلیم یا بائیبل قربانی کو پیش کرتی ہے
اور بتایا جاتا ہے کہ یسوع نے اپنی زندگی گناہگاروں کے لیے قربانی کی جو کوئی اس پر
ایمان لائیگا وہ بخشا جائے گا۔ مگر ہمیں اس سے بحث نہیں ہم [illegible]
کہ حضرت عیسے کی تعلیم کوئی نئی تعلیم نہ تھی۔ [illegible] ہوتی۔ یعقوب [illegible]
موجود تھے۔

[illegible] سے پوچھا [illegible] خدا نے اپنا پورا نام کہا [illegible]
[illegible] سے بتایا جاوے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں جان سکتا
[illegible] اور اک [illegible] نہیں [illegible] دنیا کو [illegible]